تہذیب

نام کتاب:	''مسلک اولیاء''
	معہ حضرت شاہ شمس تبریز پر ہونے والے سوالات کے جوابات
مصنف:	زوار مخدوم سیّد ذوالفقار علی جعفری شمسی سبزواری تبریزی
ترجمہ فارسی کلام:	پروفیسر غلام حسین وانی
تعداد:	۵۰۰
اشاعت اوّل:	۲۰۱۶ء
پرنٹرز:	شہزاد سنز، فیصل آباد 0300-8787870
ملنے کا پتہ:	تحصیل وضلع باغ بمقام نذر آباد آزاد کشمیر
ہدیہ:	-/300 روپے

اسرارِ خودی صدق و صفا کھول رہا ہوں
میں شجرہ طیبہ کے نگین رول رہا ہوں
ٹھکرا کے ہر ایک خلعت و دستارِ زمانہ
کاذب کو میں للکار کے سچ بول رہا ہوں

زوار مخدوم سیّد ذوالفقار علی جعفری شمسی سبزواری تبریزی

انتساب

اپنے اجداد کے نام

جو مجھ ناچیز کے لیے وجہ فخر بنے۔

والدہ محترمہ کے نام

جن کی پاکدامنی نے مجھے ولائے علیؑ کا شعور عطا کیا۔

مالک انہیں جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔(آمین)

والد بزرگوار کے نام

جن سے میری آنکھوں نے عشقِ اہلِ بیتؑ کی ضیاء پائی۔

خدا ان کا سایۂ شفقت ہمیشہ سر پر قائم ودائم رکھے۔(آمین)

حسنِ ترتیب

حمدِ باری تعالیٰ

تو جانتا ہے تمام اپنا حال کیسے کہوں
خدائے عفو میں کوئی سوال کیسے کہوں

ہے بے مثال کہ خالق ہے پنجتنؑ کا تو
تو لا شریک ہے تیری مثال کیسے کہوں

تیری کریمی پے مجھ کو یقین ہے خالق
گناہ میں ڈوبا میرا بال بال کیسے کہوں

مجھے نکال دے مشکل سے تو برائے علیؑ
زبان جلتی ہے اپنے ملال کیسے کہوں

میرا اثاثہ سنبھالا نہیں گیا مجھ سے
کہ میں بھی تیرے نبیؐ کی ہوں آل کیسے کہوں؟

(شاعر اہلِ بیت سیّد بشارت کاظمی)

نعتِ رسولِ مقبول ﷺ

ذات عالی صفات ہے اُنؐ کی
روشنی بات بات ہے اُنؐ کی

دن بنایا گیا ہے اُنؐ کے لیے
شام اُنؐ کی ہے رات ہے اُنؐ کی

میری سانسیں انہی کا صدقہ ہیں
زندگانی زکوٰۃ ہے اُنؐ کی

اُنؐ کے دم سے یہ چاند تارے ہیں
ہے بجا کائنات ہے اُنؐ کی

آپؐ کی آل کے جو دشمن ہیں
دو جہانوں میں مات ہے اُنؐ کی

(شاعرِ اہلِ بیت سیّد بشارت کاظمی)

منقبت درشانِ چہاردہ معصومین علیہم السلام

یہ دو جہانوں کا ہونا تمہاریؐ رحمت ہے
درود تجھ پہ جو پڑھتے ہیں اپنی قسمت ہے

خدا کا نور ہیں جو حق نہیں ہے جن سے جدا
علیؑ کا سایہ ہے ہم پر ہوئے جو دستِ خدا

اے بی بیؑ فخرِ طہارت تمہاری ذات بنی
کہ معرفت کو تمہاری یہ کائنات بنی

حسنؑ ہیں حسنِ شرافت حسنؑ ہیں ابنِ رسولؐ
حسنؑ ہیں فخرِ نبوت حسنؑ ہیں چینِ بتولؑ

حسینؑ شاہ کریمی کا تاجدار ہوا
شہید خالقِ کُن دین کا وقار ہوا

عبادتوں کی جو زینت بنا وہ ابنِ رسولؐ
وہ شانِ سجدہ و سجادؑ رحمتوں کا نزول

وہ بحرِ جود و سخا وہ محمد باقرؑ
وہ جن کی ذات سخاوت ہے اوّل آخر

ہے نامِ جعفر صادقؑ جو میرا ذکر بنا
وہ جن کا علم جہاں میں خدا کی فکر بنا

امام موسیٰ کاظم وہ صابریں کے تاج
وہ جن کا حلم بناتا ہے انبیاؑء کا مزاج

ہراک رضا کے ہیں مالک میرے امام رضاؑ
کہ میرا دل نہیں کرتا ہے ان کا ذکر قضاء

وہ زہد و تقویٰ کو مغرور کر دیا جس نے
تقیؑ ہے درد میرا دور کر دیا جس نے

نقیؑ شعور نقاوت نقیؑ امام مبینؑ
وہ جن کے نور سے روشن ہے دو جہاں میں دین

وہ عسکریؑ کہ جو ہیبت کے تاجدار ہوئے
اِنہی کے ہونے سے طاغوت تارتار ہوئے

زمانہ مہدیؑ برحق کے اختیار میں ہے
ہر ایک اہل صفا جن کے انتظار میں ہے

یہی وہ چودہؑ ہیں برحق، جو دین کے ہیں اصول
میں ان کے در کا گدا میری حاضری ہو قبول

(شاعر اہلِ بیت سیّد بشارت کاظمی)

مقدمہ

باغبان ڈال رہا ہے گلِ و گلزار پے خاک
اب بھی میں چپ ہوں تو مجھ پر مرے اشعار پے خاک
(فراز)

یہ بات ہر خاص و عام کی شنید سے گزری ہے کہ برصغیر میں فروغ اسلام اور تبلیغ اسلام کا محور اولیاء کرام رہے ہیں۔ انہی اولیاء حق نے دینِ حق کی اس خطہ (برصغیر) میں آبیاری کی اور انہی برگزیدہ و متبرک ہستیوں کی محنت اور کاوشوں کے طفیل دینِ حق کو برصغیر میں دن دگنی رات چوگنی ترقی نصیب ہوئی اور بلاشبہ تاریخِ برصغیر کا بحوالہ فروغِ اسلام عمیق نظری سے جائزہ لیا جائے تو اس مفروضے کی صداقت کے حوالہ سے کوئی شک باقی نہیں رہتا۔

اس ضمن میں بے تحاشہ قلمی کاوشیں کی گئی ہیں جن کی بدولت برصغیر میں فروغِ اسلام کے محور اولیاء کرام کی زندگی سے متعلق اور ان کی تعلیمات کے حوالہ سے کثیر معلومات

حاصل ہوتی ہیں۔ایسی صورت میں ’’مسلک اولیاء‘‘ کی ضرورت کیوں پیش آئی ایک پیچیدہ اور بحث طلب موضوع ہے۔

ایسے قارئین کرام جو فروغِ اسلام میں کردارِ تصوف سے دلچسپی رکھتے ہیں نے یقیناً اولیاء کرام کی حیاتِ مقدس کے متعلق ایسی بہت سی کتب ہا کا مطالعہ کیا ہوگا اور اگر بغور مطالعہ کیا ہوتو یقیناً انہوں نے ان کتب میں موجود تاریخی اور نظریاتی تضادات کی بہتات کو بھی محسوس کیا ہوگا۔اس حقیقت سے بھی کسی طور انکار نہیں کیا جا سکتا کہ برصغیر اسلامی حوالہ سے ایک کثیر المسلک خطہ ہے جہاں کم و بیش تمام مسالک کے ماننے والے اپنے ممدوح حضرات کی تعلیمات کی روشنی میں اپنی مذہبی زندگی کے معاملات پر عمل پیرا ہیں۔آزادی رائے اور آزادی تبلیغِ نظریات کی وجہ سے کئی مسالک اپنے مذہبی نظریات کا پرچار اور اپنی فکر کے فروغ میں ہمہ وقت مصروف ہیں۔یہی وجہ ہے کہ مذکورہ خطہ مسلکی اختلافات کی بنیاد پر فرقہ وارانہ تقسیم کے حوالہ سے بھی خاصی شہرت رکھتا ہے۔

یہی اختلافات و تضادات تاریخ اولیاء میں بھی جا بجا اپنی موجودگی کا برملا اعلان کرتے نظر آتے ہیں۔ان نظریاتی اور مسلکی اختلافات سے اولیا حق کی حیاتِ مقدسہ سے متعلق بھی بہت سی متضاد معلومات گردش کر رہی ہیں جن میں کثیر تعداد ایسے واقعات اور مفروضات پر مشتمل ہے جن کا تعلق ان برگزیدہ ہستیوں سے دور دور تک میل کھاتا دکھائی نہیں دیتا۔

معزز قارئین !اہلِ تصوف کی تعلیمات امن و محبت اور اخوت مابین انسانیت کے گرد گھومتی ہیں اور ان تعلیمات کا مقصد اختلافات اور منافرت سے پاک پسندیدہ انسانی معاشرے کا قیام ہے جس میں اختلافات کی شدت اور خونریزی سے قطعاً منع فرمایا گیا ہے۔تعلیماتِ تصوف کا مادہ عشق حقیقی سے لیا گیا ہے اور عشق اپنی ذات سے نفی اور ایثار کو

درسِ اوّل قرار دیتا ہے، لیکن بد قسمتی سے مختلف المسالک لکھنے والوں نے اپنی ذاتی پسند یا نا پسند کی بنیاد پر ان مقدس اور محور محبت و اخوت تعلیمات کو بھی متنازع بنا دیا ہے۔ نتیجہ اخوت اور یکجہتی امت کا یہ پہلو بھی ذاتی تعصّبات اور پسند و نا پسند کی بدولت تقسیم کی زد سے محفوظ نہیں رہ سکا اور اتحادِ امت کا یہ دروازہ بھی بند ہوتا چلا گیا۔ تقسیم دَر تقسیم کے اس عمل کی وجہ سے خطہ میں مذہبی منافرت اور فرقہ واریت نے مذہب کی موجودہ حالت کو دریافت کیا جہاں رسومات اور روایات کے مذہبی شعائر کی جگہ لے لی اور انسان مذہب کے نام پر غارت گری کی ایسی منازل طے کرتا چلا گیا کہ خونریزی اور آبرو ریزی تک مذہب کے نام پر ذاتی مفادات اور روایات و رسومات کی بنیاد پر کوئی ممانعت نہیں رکھی برصغیر بالعموم اور پاکستان میں بالخصوص مذہب کے نام پر خون کی جو ہولی کھیلی جا رہی ہے یہ تعلیمات تصوف اور نظریاتِ اولیاء سے یکسر متضاد ہے۔

اور اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ نظریات اور حیاتِ اولیاء کرام میں بے جا تبدیلیاں اور تاریخی مغلیات شامل ہوتی چلی گئیں جنہوں نے دراصل تاریخ اور تعلیمات کا چہرہ یکسر مسخ کر کے رکھ دیا۔

ہر مسلک کے لکھنے والے نے غوث، قطب، ابدال و قلندر، ہستیوں کو اپنے پسندیدہ مسلک کا پیروکار ثابت کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کرتے ہوئے ایسے مضحکہ خیز انکشافات کیے کہ ایک سنجیدہ قاری انہیں پڑھنے کے بعد سر دھنتا رہ گیا۔ میں نے جب ان کتب ہا کا مطالعہ کیا تو اس قدر متضاد حقائق اور مواد کو دیکھ کر خاموش رہنا خلافِ قرینِ انصاف محسوس کیا۔ ایک مدت تو اس کرب میں مبتلا رہا کہ آخر ان مقدس ہستیوں کو اس قدر بے رحمی سے برتا گیا کہ بعض مقامات پر دانستہ بدنیتی اور انتہائی قلیل فائدہ کے لیے اس مقدس موضوع کو کسی بڑی سازش کے تحت مسخ کرنے کا پہلو واضح نظر آنے لگا۔

شدید حیرت اور غم وغصہ کا آن موجود ہونا عجیب بات اس لیے بھی نہیں رہتی کہ اکثر بزرگ ہستیوں کی تاریخ ولادت اور تاریخ وصال میں دہائیوں تک لغو بیانی سے کام لیا گیا ہے۔ اولیاء کرام کے سلسلۂ فیض و مریدی کو بلا تحقیق و دلائل ایسے مقامات اور شخصیات سے ملا دیا گیا کہ عقل تسلیم کرنے سے یکسر انکاری ہوتی گئی۔ مثال کے طور پر ۳۰۰ ہجری میں پیدائش ظاہر ہونے والی ہستی کو سنہ ۲۰۰ھ میں پیدا ہونے والی شخصیت کا مرید قرار دیا گیا۔ جب کسی نکتہ دان نے کسی تضاد پر اعتراض اٹھایا تو جواب میں یہ کہا گیا کہ بلاشبہ مرشد مرید کے بعد پیدا ہوئے لیکن ان کے درمیان میں فیض کا رشتہ تھا۔

مان لیتے ہیں کہ اہلیانِ تصوف میں فیض لیا جاتا ہے لیکن اس کے لیے منصب کا مناسب ہونا ضروری ہے۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ فلاں پروفیسر صاحب نے پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری مکمل کرنے کے لیے مڈل پاس شخص/طالب علم سے تعلیم حاصل کی تو یقیناً مضحکہ خیز ہوگا لیکن یہ بات بھی کوئی ایسا ہی سمجھ سکتا ہے جس کو مڈل اور پی۔ ایچ۔ ڈی کا فرق کرنے کی صلاحیت حاصل ہو۔

اسی تسلسل میں اولیاء کے مقاماتِ فیض اور ادوارِ حیات و معاملات تبلیغ کو بھی غلط بیان کرنا وطیرہ بنا لیا گیا۔ جس نے جو چاہا تحریر کر دیا اور اس کو دھڑلے سے چھاپ کر عوام میں پھیلانا شروع کر دیا۔

ہر مسلک کے پیروکار نے قلندرانِ زمانہ کو اپنے مسلک میں شامل کرنے کے لیے انہیں بے جا فلاں ابنِ فلاں کا مرید و شاگرد قرار دے دیا حالانکہ مقامات و ادوار ان مفروضوں کی ہر سطح پر نفی کرتے ہیں۔ تقسیم در تقسیم کے عمل کے تدارک کے لیے ضروری ہے کہ ان اولیاء کرامین کے درست حالاتِ زندگی اور صحیح تعلیمات کو اجاگر کیا جائے اور ان تاریخی لغویات کو دلائل اور حقائق کی بنیاد پر رد کیا جائے تاکہ درست عقائد اور اولیاء کرام کے

حقیقی مسلک تک رسائی حاصل کی جا سکے۔

اس سعی و کوشش کا مقصد کسی کی حوصلہ شکنی یا دل آزاری قطعاً مقصود نہیں ہے بلکہ ایک غیر جانبدار محقق کے طور پر غلط فہمیوں کا خاتمہ ہے۔ ''مسلک اولیاء'' میں میری کوشش یہ ہے کہ بالخصوص چند بڑے اولیاء حق کی زندگی کے متعلق حقیقی واقعات کو سامنے لایا جا سکے۔ اوران برگزیدہ ہستیوں کے مسلک کا تعین انہی کی اپنی تعلیمات اور طریقہ تبلیغ کی بنیاد پر کیا جا سکے اور اس کتاب کی انفرادیت دیگر کتب کی نسبت مستند اور معتبر رکھنے کے لیے کوشش کی گئی ہے کہ ہر ممکنہ حد تک اس میں کوئی ذاتی رائے شامل نہ کی جائے بلکہ خالصتاً انہی ہستیوں کے حالاتِ زندگی، طریقہ تبلیغ وعبادات اور ان کے کلامِ مبارک کو ہی بنیاد بنا کر درست حقائق کو ہی قلمبند کیا جائے۔

خلوصِ نیت کو شرطِ اوّل رکھتے ہوئے سالوں کی عرق ریزی اور تحقیق کے طویل عمل کے بعد جسارت کا فیصلہ کیا اور مسلک اولیاء کے نام سے مستند حقائق کو تمام پڑھنے والوں کے لیے عام کیا جائے۔ اس کتاب کے متعلق ہر طرح کے سوالات کے جوابات راقم اپنی ذمہ داری خیال کرتا ہے۔ اس لیے کتاب میں فون نمبر، خط کے لیے پتہ ایڈریس درج کر دیا ہے۔ اس کے علاوہ ذاتی طور پر ملاقات کے خواہش مند حضرات کے لیے ہمہ وقت موجودگی کو یقینی بنانا میری کوشش رہے گی۔

''مسلک اولیاء'' ایک تحقیقی کام کا آغاز ہے جس سے آغاز فراہم کیا جا رہا ہے۔ یاد رہے کہ یہ انتہائی مختصر تحریر ہے جس میں دلائل خالصتاً آگے کے صفحات میں مذکورہ ہیں متذکرہ اولیاء کرام کی ذاتی تعلیمات اور انہیں کے کلام سے لیے گئے ہیں اور فیصلہ خالصتاً قارئین کرام پر چھوڑ دیا گیا ہے۔ درست مسلک کا تعین ہی درست تعلیمات اور بعد ازاں درست تبلیغ دینِ اسلام کا ذریعہ بن سکتا ہے۔ دینِ اسلام کئی مسالک پر محیط ہے لیکن ذیلی

مسالک سے ایک طرف فقہ ہائے اسلام یا چار آئمہ کے پیروکاروں پر محیط ہے جن میں (۱) حضرت نعمان بن ثابت المعروف ابوحنیفہ (۲) امام شافعی (۳) امام مالک (۴) امام احمد بن حنبل شامل ہیں۔

اور دوسرا بڑا مسلک اثناء عشری یعنی شیعہ مسلک ہے جو بارہ آئمہ کرامین کا پیروکار ہے جن کے اسمائے مبارکہ درج ذیل ہیں:

(۱) حضرت امام علیؑ (۲) حضرت امام حسنؑ (۳) حضرت امام حسین علیہ السلام (۴) حضرت امام زین العابدینؑ (۵) حضرت امام محمد باقرؑ (۶) حضرت امام جعفر صادقؑ (۷) حضرت امام موسیٰ کاظمؑ (۸) حضرت امام علی رضاؑ (۹) حضرت امام محمد تقیؑ (۱۰) حضرت امام علی نقیؑ (۱۱) حضرت امام حسن عسکریؑ (۱۲) حضرت امام محمد مہدیؑ۔

یہی دو بڑے مسالک (۱) فقہ حنفیہ (۲) فقہ جعفریہ (شیعہ) معتبر ترین مسالک ہیں جن کے گرد تعلیماتِ اسلامی کی بھاگ دوڑ ہے۔ چار آئمہ کے ماننے والے عموماً اہلِ سنت اور بارہ آئمہ کے پیروکار اثناء عشری یعنی شیعہ ہیں۔ اور تعلیمات آئمہ کرامین کثرت سے مختلف ہیں۔ کوئی شیعہ چار آئمہ کرام کی پیروی کو تسلیم نہیں کرتا اور اہلِ سنت کیونکہ امام ابوحنیفہ کو امام اعظم تصور کرتے ہیں اس لیے ان کے ہاں بارہ آئمہ کا تصور یکسر ختم ہو جاتا ہے۔ مسلک شیعہ میں امام اوّل کا درجہ حضرت علیؑ کو حاصل ہے۔ اور بارہویں امام حضرت امام مہدیؑ آخرالزماں کو حاصل ہے۔

لہٰذا کوئی بھی شخص یا ہستی جو بارہ آئمہ کو امام ممدوح مانتی ہے قطعی طور پر شیعہ ہے اور اس کے فقہ جعفریہ کے تعلق کو کسی طور رد نہیں کیا جا سکتا۔ اسی طرح چار امام والوں کے اہلسنت یا عرفِ عام میں سنی ہونے میں شک نہیں۔ لہٰذا آئمہ پر ایمان ہی مسلک کی شناخت ہے۔ اور اسی کو معیار مان کر اولیاء کرام کے مسالک تک رسائی کی کوشش ''مسلک اولیاء'' کا

منبع ہے۔ یہاں ہم اولیاء کرامین کے آئمہ طاہرین کا تعارف انہی کی تعلیمات، طریقہ تبلیغ و عبادات اور کلام کی روشنی میں حاصل کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ ہماری اس سعی کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔ (آمین) اور دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں حق لکھنے، حق پڑھنے اور حق سننے اور سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

دعا گو

زوار مخدوم سیّد ذوالفقار علی جعفری شمسی سبزواری

باغ آزاد کشمیر

فون:0300-5661272

0342-5157672

0336-9299972

ooo

حضرت مخدوم محدث نائب امام

حضرت سیّد صلاح الدین محمد نور بخش سبزواری m

تذکرہ حضرت شاہ شمس تبریز سبزواری مقصود ہے لیکن ان سے قبل والد گرامی حضرت شاہ شمس تبریز سبزواری محدث نائب امام سیّد صلاح الدین محمد نور بخش سبزوری کا ذکر ضروری خیال کرتے ہوئے یہ درج کیا جارہا ہے کہ حضرت محدث نائب امام سیّد صلاح الدین سبزواری ابنِ سیّد علی اسلام الدین سبزواری ابنِ حضرت سیّد عبدالمومن (بادشاہ مصر و افریقہ) ہیں۔

حضرت نائب امام سیّد صلاح الدین محمد نور بخش سبزواری ۲۱ شعبان ۵۳۴ ہجری کو سبزوارہ (ایران) میں پیدا ہوئے۔ آپ کی والدہ کا اسمِ گرامی محترمہ سیّدہ مریم بی بی تھا۔ آپ حضرت محدث نائب امام کے لقب سے مشہور تھے۔ آپ کا سلسلہ نور بخشیہ اثناء عشری تھا۔ آپ نور بخش اول ۱۳۲ کتب کے مصنف تھے۔ آپ کی مشہور زمانہ تصانیف فقہ احوط

مشورہ اولیاء اور شجرہ اولیاء تفسیر قرآن، تفسیر سورۃ فاتحہ، حقائق اولیا ہیں۔ آپ حضرت نے سب سے پہلے برصغیر موجودہ پاک و ہند میں دینِ حقہ کی تبلیغ شروع کی۔ آپ کی باکمال ہستی کے زیرِ اثر ہزار و بت پرست، آتش پرست اور سورج پرستوں نے مذہب حقہ اختیار کیا۔ آپ نے برصغیر میں سلسلہ نوربخشیہ اثناء عشریہ جاری فرمایا۔

فقہ احوط جو کہ صوفیاں نوربخشیہ سے چھپی جس کے مترجم محمد بشیر خطیب جامع مسجد صوفیہ نوربخشیہ اسلام آباد تھے جو کہ مذکورہ تصنیف کے صفحہ نمبر ۲ پر حضرت سیّد محمد نوربخش کی تاریخ ہائے پیدائش وفات ہے۔ تاریخ ولادت ۷۹۵ ہجری بمقام شہر قائین اور تاریخ وفات ۸۶۹ ہجری بمقام شہر رے ایران وقوع پذیر ہوئی اور آپ وہیں مدفون ہیں۔ تاریخِ فرشتہ میں آپ کے متعلق درج ہے کہ ایک شخص بادشاہ عبدالمومن کی نسل سے تھا جو کہ اپنی جد حضرت اسماعیل کو امام نہ جانتا تھا لباس درویشی زیب ہستی کیے ہوئے تھا۔ پردہ تصوف میں جس کا سلسلہ اثناء، عشری نوربخشی تھا۔ جابجا سلسلہ پیری مریدی کی ترویج کی مگر تقویت اثناء عشری کرتا تھا داعی الیٰ الحق تھا۔ نائب امام کے لقب سے مشہور تھا۔

آپ حضرت کی زندگی کا ابتدائی عرصہ سبزوارہ میں گزرا۔ اوائل عمری سے ہی کمالاتِ تصوف کے مظہر تھے۔ طبعاً صوفی اور اعلیٰ درجات پر فائز تھے۔ جب حضرت محمد نوربخش سبزواری برائے تبلیغ اسلام بدخشاں عازمِ سفر ہوئے تو آپ کے جوان سال فرزند جن کی عمر ۱۹ سال اور اسمِ گرامی سیّد شاہ شمس تبریزی تھا نے بھی آپ کی ہمراہی اختیار کی۔

دونوں باپ بیٹا بدخشاں تشریف لے گئے اور تبلیغِ حق اوطریقِ حق کی تعلیم سے ہزارہا لوگوں کے قلوب واذہان کو منور فرمایا۔ بدخشاں سے آپ دونوں احباب نے تبت کو چک کی طرف سفر اختیا کیا۔ تبت کو چک کے سفر کے دورانِ تبلیغ دینِ حق کا سلسلہ جاری و ساری رہا اور ان علاقوں کے لوگ آپ کے فیوض و برکات سے دامنِ طلب بھرتے رہے۔

تبلیغ دینِ حق کے سفر کا اگلا پڑاؤ کشمیر کو چنا۔ جہاں آپ نے اپنی تصنیف فقہ احوط کو برائے مطالعہ عوام کے لیے عام کیا اور خاص، خاص افراد کو طریقہ تسخیرِ آفتاب کی تعلیم دی جس سے سورج پرستی کے رجحان کو کاری ضرب لگی۔ تاریخِ فرشتہ میں بحوالہ حیدر ترک تاریخ رشیدی، برصفحہ۔۔۔تا ۱۵۴ درج ہے کہ ''بادشاہ فتح شاہ کے زمانہ میں ایک شخص نامی میر شمس الدین نے عراق (عجم) سے آ کر اپنے تیئں سیّد صلاح الدین محمد نور بخش سے منسوب کر کے ایک غیر معروف مذہب جاری کیا تمام مردم سلاطین کشمیر اس زمانہ میں اس کے مقتدیٰ ہوئے اور سب نے اس شخص (میر شمس الدین) کے حکم سے خطبہ آئمہ اثناء عشریٰ جاری کیا'' تمام کوہستان میں یہی طریقہ جاری فرما کر دونوں باپ بیٹا اپنے وطن شہر سبزوارہ واقع عراق (عجم) تشریف لے گئے۔ واپسی کا تذکرہ سنہ ۵۸۶ ہجری درج ہے۔ اس کے بعد انہی کی اولاد میں ہفت پشت (سات نسلوں) بعد سیّد نور بخش ثانی ملقب پیر مٹھا صاحب ہیں جو کہ ولئ کامل تھے۔

ان کے پسر سیّد شمس الدین المعروف فتح شاہ ۸۶۴ ہجری کو اپنے جد امجد کی تصنیف کردہ کتاب پڑھنے کے بعد کشمیر تشریف لائے اور تمام باسیوں کو (کشمیر، تبت، سکردو، گلگت، بدخشاں) آئمہ اثناء عشری کے طریق سے روشناس کروایا۔ فی زمانہ مذہب اثناء عشریٰ نور بخشیہ کو خوب فروغ حاصل ہوا۔ تاحال اس خطہ کے لوگ شیعہ اثناء عشریٰ نوری بخشی کہلاتے ہیں۔

تاریخ فرشتہ برصفحہ نمبر ۵۰۶ درج ہے کہ ''یہ دو باپ بیٹا نسل سیّد صلاح الدین محمد نور بخش سے تھے۔ ۹۹۵ ہجری میں جب کشمیر جلال الدین محمد اکبر کے قبضہ میں آیا تو اس نے مرزا حیدر ترک کو حاکمِ کشمیر مقرر کیا۔ حاکمِ کشمیر مرزا حیدر ترک کو جب یہاں کے لوگوں کے مذہب اور فقہہ احوط کے متعلق علم ہوا تو اس نے مذکورہ تصنیف کا مطالعہ کیا اور اس کے

مندرجات کو اپنے خلاف پایا بمطابق فقہہ احوط تمام فضائل و مناقب اہلِ بیتؑ کو سزاوار تھے۔ مرزا حیدر نے تمام کتب کو جمع کروا کر نذرِ آتش کر دیا اور اثناء عشریٰ نور بخشی کے پیروکاروں کے قتل کا حکم جاری کر دیا۔ لاتعداد لوگ قتل کر دیئے گئے۔ بہت ساروں نے مسلک تبدیل کر کے حنفی ہونے میں عافیت جانی اور کچھ نے لنگوٹ بند صوفی کا روپ اختیار کرتے ہوئے تصوف میں پناہ اختیار کی۔

مذہب اثناء عشریٰ نور بخشی ناپید ہوتا گیا، اور صرف خاندان شمسہ عالیہ میں سینہ بسینہ منتقل ہوتا رہا۔ اس مذہب کو اہل ہنود نے سمشی مت کا نام دیا ہے۔

(بحوالہ تاریخ کنز النساب، تاریخ گلزارِ شمس، ریاض الشّمس، تاریخ ملفوظ کمالیہ)

مندرجہ بالا حوالہ جات کا اگر بغور جائزہ لیا جائے تو بہت دلچسپ مگر متضاد صورتِ حال سامنے آتی ہے کہ تاریخ فرشتہ، کنز النساب، تاریخ گلزارِ شمس، ریاض الشّمس اور ملفوظِ کمالیہ میں حضرت سیّد صلاح الدین محمد نور بخش فقہہ احوط کا تذکرہ ۵۷۹ ہجری سے متعلق درج ملتا ہے۔ حالانکہ جن محمد نور بخش کا ذکر محمد بشیر نے کیا ہے ان کی تاریخ پیدائش خود محمد بشیر مترجم موجودہ فقہہ احوط نے ۷۹۵ ہجری درج کی ہے۔ محمد نور بخش قہستانی مذکورہ محمد بشیر قاہن میں پیدا ہوئے اور ایران میں دفن ہیں جو نہ تو کشمیر آئے اور نہ ہی لباس درویشی اختیار کیا۔

کنز النساب اور ملفوظِ کمالیہ، حضرت سیّد صلاح الدین محمد نور بخش سبزوارہ میں پیدا ہوئے۔ اور ۶۶۴ ہجری میں دریا میں ڈبو کر شہید کر دیے گئے۔ آپ کا مزارِ اقدس دریائے روغنی کے کنارے ہے اور مستند کتب بالخصوص ملفوظ کمالیہ از کمال الدین موج دریا تصنیف ۹۰۰ ہجری میں فقہہ احوط اور تذکرہ نائب امام حضرت سیّد صلاح الدین محمد نور بخش سبزواری ۵۷۴ ہجری درج ہے۔ جبکہ جن نور بخش قہستانی فقہہ احوط منسوب ہے ان کی تاریخِ ولادت ۷۹۵ ہجری اور تذکرہ تاریخِ فرشتہ کنز النساب، ریاض الشّمس، تاریخ گلزارِ شمس

نوٹ: یہ نور بخش قاہین میں پیدا ہونے والے کی عمر مبارک ۵۴ سال ہے جبکہ ۵۴ سال عمر پانے والا الشخص ۱۳۲ کتب کا مصنف ہرگز نہیں ہوسکتا۔

اور مفلوظِ کمالیہ ۷۵۴ میں ۱،۲ یا ۱۰،۱۲ انہیں بلکہ سوا دوسو سال کا فرق بنتا ہے۔نکتہ دان حضرات کے لیے واضح اشارہ ہے کہ کتاب مذکورہ ۷۵۴ کا مصنف ۷۹۵ میں کیونکر پیدا ہوسکتا ہے۔ تصنیف مصنف کی ولادت سے قبل کیسے آ گئی؟ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ فقہہ احوط نور بخش متذکرہ محمد بشیر کی تصنیف نہیں بلکہ نائب امام حضرت سیّد صلاح الدین محمد نور بخش سبزواری کی تصنیف ہے جس کا تذکرہ ان کے بیٹے سیّد شاہ شمس تبریزی سبزواری نے اپنی شاعری میں جابجا کیا ہے جبکہ نائب امام حضرت سیّد صلاح الدین محمد نور بخش سبزواری کا ایک بلند پایۂ عالم اور ولیٔ کامل ہونا ثابت ہے۔ یہاں پر کچھ سوالات بھی جنم لیتے ہیں۔

نمبر 1: اگر فقہہ احوط ہو بہو یہی تھی جو فی زمانہ موجود ہے اور جس میں فقہ حنفیہ کے متعلق کوئی بات قابلِ اعتراض موجود ہی نہیں تو مرزا حیدر ترک کو اسے جمع کرنے اور نذر آتش کرنے کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی؟ تاریخ فرشتہ کے مصنف نے شیعہ کے لیے لفظ غالی کیوں استعمال کیا؟ جبکہ تاریخ فرشتہ میں یہ بھی درج ہے کہ مذکورہ علاقہ میں داخل ہونے والے کو دشمنانِ اہلِ بیت سے اظہار بیزاری کرنا ضروری تھا ورنہ داخلہ پر پابندی تھی۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ فقہہ احوط صرف تعلیماتِ اہلِ بیتؑ کو ضروری قرار دینے والے مصنف کی تحریر ہے جو صرف اثناء عشریٰ فقہ کی ترویج میں مصروف رہے۔ جو کہ بلاشبہ نائب امام سیّد صلاح الدین محمد نور بخش سبزواری تھے۔ اور اصل فقیہ احوط اگر موجودہ یعنی نور بخش قہتانی کی تصنیف ہی تھی تو اس کو نذرِ آتش کرنے اور اس پر عمل کرنے والوں کا قتلِ عام کرنے کی قطعاً کوئی وجہ موجود نہیں ہے سو تمام بحث کا خلاصہ اس نتیجہ پر دلالت کرتا ہے کہ موجودہ فقہہ احوط ترمیم شدہ اور اس کے مصنف کا نام درست درج نہیں کیا گیا اور ضرورت وقت کے تحت مدوّن کی گئی ہے۔

اور حقائق اس بات پر بھی دلالت کرتے ہیں کہ اصل فقہ احوط، فقہ اثناء عشری نور

بخشی حضرت نائب امام سیّد صلاح الدین محمد نور بخش نے ہی جاری کروائی اور یہی ان کا مسلک یعنی شیعہ اثناء عشری تھا جو آج بھی ان کی اولاد میں جاری ہے۔ فقہ جعفریہ سلسلہ طریقت نور بخشیہ (روشنی پھیلانے والا) سلسلہ نور بخشیہ بھی دیگر سلسلہ ہائے تصوف قادریہ چشتیہ کی طرح ایک سلسلہ طریقت موجود ہے۔ حضرت نائب امام سیّد صلاح الدین محمد نور بخش سبزواری نے شریعت اور طریقت کو یکجا کرتے ہوئے حسبِ ضرورت تبلیغِ دین کے لیے استعمال کیا اور بعدازاں حضرت شاہ شمس تبریزی سبزواری ملتانی نے بھی اپنے کلام میں اپنے عقیدہ کا برملا اظہار بھی کیا اور ساتھ ہی اپنی ولایت حضرت نائب امام سیّد صلاح الدین محمد نور بخش کا بھی حوالہ دیا ہے۔

مستند روایت ہے کہ درخت کی قسم اور خوبی کا کمال اس کے پھل میں ظاہر ہوا کرتا ہے۔ اسی طرح انسان کی کمائی اور اس کی تربیت کا آئینہ اس کی اولاد ہوا کرتی ہے۔ اس بات کو مثال مانتے ہوئے یہاں قطب دوراں حضرت شاہ شمس تبریزی ملتانی کے چند اشعار بطور نمونہ پیش خدمت قارئین ہیں جن سے حضرت شاہ شمس تبریزی سبزواری ملتانی کے مسلک اور ان کے والد ماجد کے عقیدہ و طریق کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ یوں تو شاہ شمس تبریز سبزواری ملتانی کا سارا دیوان ان کے عقائد و مسلک کا ببانگِ دھل اعلان کر رہا ہے لیکن یہاں دیئے گئے اشعار بطور خاص ان کی اپنے والد سے نسبت اور عقیدت اور والدِ گرامی کی قدر و منزلت و عقیدہ سے مطابقت رکھتے ہیں۔

○○○

اشعار

ماراچہ غم کہ مارا فرحت زیاد آمد

ماراچہ غم کہ مارا ہر روز خوشتر آمد

ترجمہ: ہم کو کیا غم کہ ہمیں محبوب سے فرحت نصیب ☆ ہم کو کیا غم ہے ہمیں ہر دن ہوا خوش نصیب

ماراچہ غم کہ مارا احمدؐ شدست ہمدم

ماراچہ غم کہ حیدر روح بہتر آمد

ترجمہ: ہم کو کیا غم دوستی احمد کی اپنے گھر لگے ☆ ہم کو کیا غم روح سے حیدر ہمیں بہتر لگے۔

ماراچہ غم کہ مارا ہشت و چہارم امام اند

ماراچہ غم کہ مارا اَلِ عباء سر امد

ترجمہ: ہم کو کیا غم ہے ہمارے ہیں یہاں بارہ امامؑ ☆ ہم کو کیا غم سایہ آلِ عبا سر پر انعام

ماراچہ غم کہ ولدیم آں شاہ صلاح الدین را

ماراچہ غم کہ یزداں داور آمد

ترجمہ: ہم کو کیا غم شاہ صلاح الدین کی اولاد ہیں ☆ ہم کو کیا غم خالقِ داور ملا ہم شاد ہیں

معتبر تواریخ کے حوالہ جات کی روشنی میں اور تمام تر محتاط تحقیقات کی روشنی میں والدِ گرامی حضرت شاہ شمس تبریزی سبزواری ملتانی، جناب محدث نائب امام حضرت سیّد صلاح الدین محمد نور بخش سبزواری سنہ 534 ہجری کو متولد ہوئے اور سنہ 664 ہجری کو شہادت کے مرتبہ پر فائز ہوئے۔

آپ کشمیر اور مضافات میں فقہ اثناء عشری نور بخشی کے بانی اور مجتہد زمانہ تھے۔ آپ نے حیات ظاہری کا طویل عرصہ بغرضِ تبلیغ دینِ حق سفر اختیار کرنے میں گزارا اور ہر جگہ دورانِ تبلیغ بارہ آئمہ کی اطاعت کا پرچار کیا۔ آپ کا روضۂ مبارک دریائے روغنی کے کنارے (افغانستان) میں واقع ہے۔ اور آپ کا شجرۂ نسب امیر المومنین مولائے کائنات سے ملتا ہے۔

محدث نائب امام حضرت سیّد صلاح الدین محمد نور بخش سبزواری ابنِ حضرت سیّد علی اسلام الدین ابنِ حضرت سیّد عبد المومن بادشاہ مصر و افریقہ ابنِ حضرت سیّد خالد الدین ابنِ حضرت سیّد محمد محبّ الدین ابنِ حضرت سیّد محمود سبزواری ابنِ حضرت سیّد محمد معصوم ابنِ حضرت سیّد ہاشم علی ابنِ حضرت سیّد احمد ہادی ابنِ حضرت سیّد منتظر باللہ ابنِ حضرت سیّد عبد المجید شاہ ابنِ حضرت سیّد غالب الدین ابنِ حضرت سیّد محمد منصور خاقانی ابنِ حضرت سیّد اسماعیل ثانی ابنِ حضرت سیّد محمد عریضی ابنِ حضرت سیّد محمد اسماعیل قطب ابنِ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ابنِ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام ابنِ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام ابنِ حضرت امام حسین علیہ السلام کریم کربلا ابنِ حضرت امام علی علیہ السلام مشکل کشا۔

OOO

قطب الاقطاب حضرت مخدوم شاہ شمس الدین m تبریزی سبزواری جعفری ملتانی

حضرت مخدوم شاہ شمس الدین تبریزی سبزواری ملتانی سنہ 560 ہجری کو ایران کے شہر سبزوارہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والدِ ماجد محدث نائب امام حضرت سیّد صلاح الدین محمد نور بخش تھے جو اس زمانہ کے ولیٔ کامل مبلغ دینِ حق اور مجتہد وقت تھے اور آپ کی والدہ ماجدہ کا اسمِ گرامی سیّدہ فاطمہ تھا آپ حضرت مادر زاد ولی تھے۔ آپ کی ابتدائی تعلیم آپ کے چچا جناب عبد الہادی سبزواری کے ہاں ہوئی۔

کمالِ علم یہ تھا کہ آپ تمام ظاہری تعلیم ۱۲ سال کی عمر میں مکمل کر چکے تھے۔ آپ کے والدِ گرامی محدث نائب امام اکثر تبلیغ کے لیے دور دراز کے علاقوں کا سفر اختیار کیا کرتے تھے۔ ۵۷۹ ہجری میں جب آپ کے والد نے براستہ چرکس بدخشاں کا رخ کیا تو آپ بھی اپنے والد صاحب کے ساتھ تبلیغ دینِ حق کے اس سفر میں ہمسفر ہوئے۔ جو بعد از بدخشاں

کشمیر، سکردو، گلگت کے علاقوں کی طرف جاری رہا۔ روانگی کے وقت عین عالم شباب تھا اور آپ کی عمر 19 برس تھی۔

کشمیر، بدخشاں، سکردو، تبت میں ہزاروں لوگوں کو مشرف بہ اسلام کیا۔ والد کی شہرہ آفاق تصنیف فقہہ احوط کو جلال الدین محمد اکبر کے قبضہ کشمیر کے وقت اس کے مقرر کردہ حاکم مرزا حیدر ترک نے برخلاف فقہ حنیفہ قرار دے کر نذرِ آتش کروا دیا تھا۔ معتبر ذرائع کے حوالہ جات میں موجودہ ہے کہ کشمیر، گلگت، سکردو اور تبت وغیرہ کے علاقوں میں محدث نائب امام سیّد صلاح الدین محمد نور بخش نے مخصوص لوگوں کو تسخیرِ سورج کا علم بھی سکھایا۔ اسی علم کا عملی مظاہرہ مخدوم حضرت شاہ شمس تبریزی سبزواری نے ملتان میں پیش کیا جو حضرت شاہ شمس تبریزی کے روحانی فیض و علوم کا ربط آپ کے والد جناب محدث نائب امام نور بخش سبزواری سے ثابت کرتا ہے۔ بدخشاں، کشمیر، تبت، سکردو کے علاقوں میں سلسلہ اثناء عشری نور بخشی کے فروغ کے بعد آپ سنہ 585 ہجری کو واپس اپنے پیدائشی وطن سبزوارہ عراق جو اس زمانہ میں عجم کہلاتا تھا تشریف لائے جہاں آپ کے والد نے آپ کی شادی اپنے حقیقی بھائی سیّد جمال الدین کی صاحبزادی حافظہ جمال سے کر دی جو ۱۲ رجب ۵۸۶ ہجری میں ہوئی۔ ۵۸۸ ہجری میں آپ کے ہاں فرزند کی ولادت ہوئی جس کا نام سیّد نصیر الدین رکھا گیا دو سال بعد ۵۹۰ ہجری میں آپ کے ہاں دوسرے فرزند سیّد علاؤالدین احمد کی ولادت ہوئی۔

۶۰۰ ہجری میں والد بزرگوار کی اجازت سے تبریز تشریف لے گئے۔ آپ کو تبریز بہت پسند تھا۔ وجہ پسندیدگی کا عقدہ اس وقت کھلا جب آپ کو تبریز میں مظہر نور ازلی جناب مولائے کائنات فخر موجودات کا شرف زیارت و ملاقات حاصل ہوا۔ جس کا احوال شمس اپنے اشعار میں یوں بیان کرتے ہیں۔

ہر کہ علیؑ را شناخت وانکہ خدا را شناخت

ترجمہ: جس شخص نے علیؑ کی معرفت پائی سمجھوں اُس نے خدا کی معرفت حاصل کی۔

رہبر ابنِ راہ شدہا والے راہ وان خویش

ترجمہ: وہ مسافروں کو راہ دکھانے والا ہو گیا۔

شمس بہ تبریز دید حضرت عالی او

ترجمہ: شمس نے تبریز میں حضرت علی عالی کو دیکھا۔

سجدہ ہر دوم بدم بردر رحمان خویش

ترجمہ: اِس لیے میں ہر دم اپنے رحم کرنے والے کے در پر سجدہ بجالاتا ہوں۔

اس کے بعد ۱۲ سال عالم سکر میں مولائے کائناتؑ کی شانِ اقدس میں شعر و قصیدہ گوئی کا سلسلہ جاری رکھا۔ آپ اپنے اشعار میں تبریز کا حوالہ کثرت سے استعمال کرتے رہے حالانکہ اپنے نام کے ساتھ بھی تبریزی لکھنا اور کہنا شروع کیا جو تبریز سے آپ کی محبت کی عکاسی کرتا ہے۔ اسی شرف اور محبت سے آپ تبریزی مشہور ہوئے۔

اکثر لوگ کم علمی کی وجہ سے گماں کرتے ہیں کہ آپ ملتان والے سبزواری تھے جبکہ تبریز میں کوئی اور ہستی مصروف تھی۔ تو عرض ہے کہ جناب ایسے سوالات سے قبل آپ کے مکمل حالاتِ زندگی کا مطالعہ کر لیا جائے تو ایسی غلط فہمیوں کا جنم لینا ممکن نہیں رہتا۔ سبزوارہ میں آپ کی ولادت وجہ تسمیہ سبزواری، تبریز میں مولائے کائناتؑ کا دیدار تبریزی اور ہجرتِ ملتان اور قیام ملتانی کی وجہ تسمیہ بنا۔

اسی طرح آپ کو کشمیر، سکردو، تبت اور بدخشاں میں آپ کو میر شمس الدین عراقی اور ترکستان قونیہ میں شمس پرندہ کے نام سے شہرت حاصل ہوئی۔ منازل سکر طے ہوئے تو قونیہ تشریف لے گئے۔ جہاں آپ کی ملاقات جلال الدین رومی سے ہوئی جب جلال الدین

رومی ایک باغ میں حوض کے کنارے شاگردوں کو درس دینے میں مصروف تھے اور قریب کتابوں کی کثیر تعداد ایک طرف رکھی تھی۔ جناب ولی آلِ محمد شمس تبریزی سبزواری نے کتابوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے دریافت فرمایا کہ یہ کیا ہے؟ جلال الدین رومی نے کہا یہ قیل وقال کا خزانہ ہے جو تم نہیں جانتے۔اس پر جناب حضرت شمس تبریزی سبزواری نے ساری کتب اٹھا کر حوض میں پھینک دیں جس پر جلال الدین رومی سٹپٹا گئے اور کہا اے شخص تم نے یہ کیا غضب کر دیا میری تمام عمر کی ریاضت کا حاصل نذرِ آب کر دیا۔آپ نے رومی کو حالت پریشانی میں دیکھ کر ہاتھ بڑھایا اور کتابیں نکال کر جلال الدین رومی کو تھما دیں۔مولانا روم یہ دیکھ کر ششدر رہ گئے کہ کتابیں بالکل خشک تھیں۔اور حوض سے گزرنے کا شائبہ تک نہ ہو رہا تھا۔رومی نے دریافت کیا کہ یہ کیا ہے؟ جس پر حضرت شمس تبریزی سبزواری نے کہا یہ وہ ہے جو تم نہیں جانتے۔

رومی نے گزارش کی کہ اگر میں جاننا چاہوں تو اس کے لیے مجھے کیا کرنا ہوگا۔ولی دوراں نے فرمایا میرے جوتے اٹھا کر ساتھ چلو۔رومی فرماتے ہیں کہ میں ولی آلِ محمد کی جوتیاں اٹھا کر ۱۲ سال چلتا رہا اور مولوی سے مولانا روم بنا۔رومی کا مشہورِ زمانہ شعر ہے کہ:

مولوی ہرگز نہ شد مولانا روم

تا غلام شمسِ تبریزی نہ شُد

ترجمہ: یہ مولوی جلال الدین اس وقت تک مولانا روم نہ ہو سکا جب تک کہ اس نے شمسِ تبریزی کی غلامی اختیار نہ کی تھی۔

مولانا روم درس وتدریس ترک کر کے جب شمس تبریزی کی خدمت اختیار کرتے ہوئے ان کے ساتھ ہو لیے تو اکثر لوگوں نے اس کو بُرا خیال کیا اور زبان درازی کی مگر جلال الدین رومی جانتے تھے کہ انہیں کیا مقام حاصل ہو چکا ہے۔انہوں نے کسی تنقید کو خاطر

میں نہ لاتے ہوئے پاپوش ولی کوتاج کی صورت اٹھانے میں فخر محسوس کیا۔

قونیہ کے بعد آپ اپنے والدِمکرم کے ساتھ مصروشام تشریف لے گئے۔ جہاں آپ کی ملاقات آپ کے خاندان کے افراد سے ہوئی۔ وہاں سے واپس سبزوارہ ایران تشریف لائے تب تک آپ کے فرزندان عالم شباب تک پہنچ چکے تھے۔آپ نے اپنے فرزندان کی شادیاں اپنے بھائیوں کی صاحبزادیوں سے کروائیں۔ بڑے بیٹے سیّد نصیرالدین سبزواری کی شادی مطلعِ انوار بنت سیّدعبدالحسین جبکہ چھوٹے بیٹے سیّدعلاؤالدین احمد شکر بار کی شادی بی بی نورِانوار بنت سیّدعبدالہادی سے ہوئی۔اس فریضہ سے سبکدوش ہو کرآپ اپنے والد کی اجازت سے حج بیت اللہ کے لیے عازم سفر ہوئے۔حج کے بعد مکہ سے مدینہ اور پھرمدینہ سے مکہ اورمکہ سے بصرہ کاظمین کی زیارت کے بعد نجف اشرف پھر کریم کربلا کی زیارت کے لیے کربلائے معلیٰ سے ہوتے ہوئے تبریز پہنچے اور پھر دمشق چلے گئے۔

۶۶۵ ہجری میں بغداد میں کھال زدنی کا واقعہ پیش آیا۔ بغداد سے آپ دوبارہ کاظمین، نجف اشرف، کربلامعلیٰ پر حاضری دینے کے بعد ہندوستان کے لیے عازم سفر ہوئے۔ سمندری سفر کے دوران کشتی میں آپ کے ہمسفروں میں (۱) سیّد عبدالہادی (۲) شہزادہ محمد (۳) مولانا رومی (۴) قاضی قطب الدین (۵) بہاؤالدین (۶) سیّدنعمت اللہ کا ثانی شامل تھے۔سفینہ جب بصرہ پہنچا تو کشتی بدل دی گئی۔ پھر براستہ دریائے اومان ۹ دن کا سفر طے کرنے کے بعد کراچی بندرگاہ پہنچے۔

کراچی سے یہ قافلہ ملتان پہنچا جہاں دریا عبور کرنے کے لیے اورشہر میں داخل ہونے کے لیے کوئی ذریعہ نہیں تھا۔ کیونکہ حضرت بہاؤالدین ذکریا نے آپ کے آنے کی خبر پاکرتمام کشتیاں ایک طرف منگوالیں۔آپ کاغذ کی کشتی بنا کر اس میں سوار ہو گئے۔

بہاؤالدین ذکریا ایک چوبارے کی کھڑکی سے سارا منظر دیکھ رہے تھے۔ آپ نے دعا سے کشتی رکوانے کی کوشش کی جس پر حضرت شاہ شمس نے دعا فرمائی اور بہاؤالدین ذکریا کے سینگ نکل آئے اور وہ کھڑکی میں پھنس کر رہ گئے۔

توبہ اور معافی مانگنے پر سینگ تو غائب ہو گئے لیکن نشانات بہاول بخش تک موجود رہے۔ جب آپ ملتان شہر میں داخل ہوئے تو وہاں کے مقامی اولیاء میں بے چینی پھیل گئی کیونکہ ان کا خیال تھا کہ آپ کی موجودگی میں کسی اور کی پیش نہ چلے گی۔ مقامی اولیاء نے دودھ سے بھرا پیالہ آپ کی خدمت میں بھیج کر یہ پیغام دیا کہ یہاں آپ کی گنجائش نہیں۔ یہ علاقہ لبریز ہے۔ آپ نے دودھ کے پیالہ میں ایک پھول رکھ کر واپس بھیج کر یہ پیغام دیا کہ امن اور محبت کا داعی ہوں آپ لوگوں کو کوئی زِک نہ پہنچے گی۔

جب آپ دریا کے کنارے رکے تو لوگوں نے بوجہ بعض نذر نیاز روک دی۔ شہزادہ محمد بن احمد نے بھوک کی شکایت کی تو آپ نے کمالِ کرامت سے آواز دے کر جنگل سے مادہ ہرن کو طلب کر لیا۔ اسے ذبح کر کے گوشت تیار کیا۔ پکانے کے لیے آگ کی ضرورت پڑی تو آپ نے شہزادہ محمد کو آگ لینے بھیجا۔ ایک حلوائی کی دکان پر آگ طلب کی تو حلوائی نے دریافت کیا کہ تم کس کے عقیدت مند ہو۔ آپ نے حضرت شاہ شمس کا بتایا جس پر حلوائی نے گرم دودھ کا چمچہ شہزادے کے چہرے پر دے مارا۔ شہزادے کو تکلیف میں دیکھ کر آپ کو جلال آ گیا اور آپ نے سورج کو یوں مخاطب کیا۔

اے آفتاب اے آفتاب گرمی مکن گرمی مکن
آہستہ رو آہستہ رو من عاشق دیرینہ ام
اے آفتاب اے آفتاب گرمی مکن گرمی مکن
نرمک برو نرمک برو من عاشق دیرینہ ام

آپ کے خطاب کے بعد سورج سوا نیزے کی دُوری پر آ گیا۔ لوگوں کے دماغ ابلنے لگے تو وہ تڑپ گئے اور حضرت شاہ شمس تبریز کے قدموں پر گر کر معافیاں مانگنے لگے۔ جس پر آپ نے سورج کو واپس جانے کا حکم دیا۔ کسی نے آپ سے دریافت کیا کہ آپ نے سورج نیچے بلا لیا اس کی ضرورت کیا تھی؟ آپ اپنی کرامت سے آگ ہی جلا لیتے۔ جس پر آپ نے جواب دیا کہ لوگ مولائے کائنات کے معجزات کے منکر ہیں۔ میں نے سورج کو بلا کر انہیں بتایا کہ یہ غلام علی کی کرامت ہے تو کیا اس غلام کا آقا سورج کو نہیں پلٹا سکتا۔



اشعار

میں شمسِ علیؑ تو شمسِ خدا
ذرا نیچے آ دنیا کو دکھا

سب منکر حیدرؑ جل جائیں
اور پھول ولا کے کھل جائیں
تیری حدت سے سب کفر جلے
اور اہلِ مودت مل جائیں
اس تیرہ جہاں میں دیپ جلال

میں شمسِ علیؑ تو شمسِ خدا
ذرا نیچے آ دنیا کو دکھا

آ مل کے قصیدہ پڑھتے ہیں
اور حق کا جریدہ پڑھتے ہیں
جو نقش چھپاتی ہے دنیا
وہ نقش ہویدہ پڑھتے ہیں
یہ اپنے ملن سے ثابت ہے
خالق کا علی حیدرؑ کا خدا

میں شمسِ علیؑ تو شمسِ خدا
ذرا نیچے آ دنیا کو دکھا

یہ ماس پکانا مقصد ہے
تاریخ بنانا مقصد ہے
تجھے علم تو ہے مجھے بھوک نہیں
تجھے پاس بلانا مقصد ہے
میرا رہبر تو ہے بہر سخا

میں شمسِ علیؑ تو شمسِ خدا
ذرا نیچے آ دنیا کو دکھا

سورج کا جواب

تجھ پہ بھی عطا مجھ پہ بھی عطا
تو مجھ سے جدا میں تجھ سے جدا

یہ خالق کو منظور کہاں
تو مجھ کو بلا کر دیکھ ذرا

اک شمسِ علیؑ اِک شمسِ خدا
دو شمس ملے تاریخ بنی

کل کفر جلا اور راکھ ہوا
اک نور بقائے نور ہوا

تاریخ رہے گی اس کی گواہ
اک شمسِ علیؑ اِک شمسِ خدا

(ہدیہ عقیدت: زوار مخدوم سیّد ذوالفقار علی جعفری شمسی سبزواری)

ملتان میں آپ کی تبلیغ دس سال پر محیط تھی آپ آستانہ سجا کر نہیں بیٹھے بلکہ تبلیغ حق کے لیے سفر میں رہے۔آپ کے ہمراہ سیّد نعت اللہ، بہاؤالدین، قاضی قطب الدین کاشانی، شہزادہ محمد ہوا کرتے۔اس نسبت سے لوگ آپ کو پنج پیر پکارا کرتے تھے۔آج بھی برصغیر (پاک وہند) میں آپ کی بیٹھکوں کو پنج پیر کے نام سے شہرت حاصل ہے۔ ۲۸ صفر ۶۷۵ ہجری کو شمس حسینیؒ نے خود کو ابدی روشنیوں میں گم کر دیا۔سب سے پہلے آپ کا مزارِ اقدس آپ کے صاحبزادوں حضرت سیّد علاؤالدین شکر بار اور شہزادہ محمد نے تعمیر کروایا۔تعمیرِ نو سیّد صفدر علی نے 1193ء میں کروائی۔

حضرت شاہ شمس جعفری سبزواری تبریزی کے عقیدہ حالاتِ زندگی سے متعلق سوالات اور آپ کے اپنے ہی دیوان سے ان کے جوابات نذر قارئین ہیں۔

سوال 1: سب سے پہلے سوال اٹھایا جاتا ہے کہ کیا ملتان والے حضرت شاہ شمس ہی شاہ شمس جعفری تبریزی ہیں یا ان ہستیوں میں فرق تھا۔اس کی وضاحت حضرت شاہ شمس اپنے ان اشعار میں فرما رہے ہیں جو کہ سورج کو سوا نیزے پر بلاتے وقت کہے گئے۔

جواب: ائے آفتاب ائے آفتاب گرمی مکن گرمی مکن

ترجمہ: اے آفتاب اے آفتاب گرمی نا دیکھا گرمی نا دیکھا

نرمی یکن نرمی یکن آہستہ رومن عاشق دیرینہ اَم

ترجمہ: نرمی سے کام لے،نرمی سے کام لے میں پرانا عاشق ہوں۔

اے عاشقانِ مرتضٰی شمسِ تبریزی کجا

ترجمہ: اے علی کے عاشقوں شمس تبریزی کی کیا بات ہے۔

ماشمس نور مصطفٰی مُن عاشق دیرنہ اُم

ترجمہ: میں نورِ آفتاب مصطفیٰ ہوں میں پرانا عاشق ہوں۔

ان اشعار میں حضرت شاہ شمس جعفری سبزواری خود کو شمس تبریزی کہہ کر مخاطب کر رہے ہیں۔اس سے حسنہ دلیل اہلِ عقل وفکر کے نزدیک ہو ہی نہیں سکتی اور نہ ہی مزید وضاحت کی کوئی گنجائش باقی رہی ہے رہی ضد تو اس کا علاج نہیں کہ حضرت شاہ شمس ایک ہے یا دو یا زائد۔

سوال 2: معززین قارئین کرام سے سوال ہے کہ کیا کوئی محمد علی نام رکھ لے تو کیا وہ قائداعظم ہو جائے گا اور کسی کا نام محمد اقبال رکھ دیا جائے تو وہ شاعرِ مشرق علامہ محمد اقبال کے درجہ پر فائز ہوسکتا ہے؟ اسی طرح ہر شمس نامی شخص کو حضرت شاہ شمس کا مرتبہ حاصل نہیں ہوجاتا۔ کیوں کہ کرامات شمس نام سے حاصل نہیں ہوتیں اس کے لیے ریاضت عمری اور خاندانی پس منظر کی بہت اہمیت ہوتی ہے۔ اسی طرح یہ سوال کہ شمس تبریزی اک تھے یا دو تو اس کا جواب بھی حضرت شاہ شمس نے اپنے شعروں میں خود ہی دے دیا جو ان کے دیوان میں موجود ہے۔

جواب: خسرو شمس الدین فخرِ تبریزیاں
در دو جہاں ہمچواہ و شاہ خوش آہیں کیست

اس شعر میں حضرت شاہ شمس دو ممالک میں تو کیا دو جہاں میں اپنے جیسے دوسرے شمس کا انکار کررہے ہیں۔اور خود کو ملتان میں موجود ہوتے ہوئے خود کو تبریزوالوں کا فخر بتا رہے ہیں تو نقطہ واضح ہو جاتا ہے۔

تعالیٰ اللہ نمیدانم چہ چیزم
مگر من شمس ملک جاویدانم

اس شعر میں حضرت شاہ شمس خود یہ فرما رہے ہیں کہ اے اللہ میں نہیں جانتا کہ میں

کیا ہوں لیکن یہ جانتا ہوں کہ میں ہمیشہ باقی رہنے والے ملک کا سورج ہوں۔ یعنی یہ زمین کا سورج اور زمین عارضی ہے لیکن میں دائمی ملک کا دائمی سورج ہوں۔ان اشعار سے حضرت شاہ شمس ملتانی ہی شاہ شمس تبریزی و سبزواری ہیں جو خود ان کے کلام سے ثابت ہے۔

سوال 3: اگر یہ تبریزی ہیں تو انہیں سبزواری کیوں کہا جاتا ہے؟

جواب: اگر میں اپنے نام کے ساتھ باغ میں پیدا ہونے کی وجہ سے باغوی لکھ دوں تو کیا میں بوجہ خاندانِ سادات اور خاندانِ تبریز سے ہونے کی وجہ سے تبریزی یا سبزواری لکھنے کا حق کھودوں گا۔ حضرت شاہ شمس سبزواری، تبریزی ملتانی کو سبزواری اس لیے کہا جاتا ہے کہ آپ سبزوارہ (ایران) میں پیدا ہوئے۔ حضرت شاہ شمس سبزواری تبریزی کے دونوں فرزندان حضرت سیّد نصیر الدین اور حضرت علاؤالدین بھی سبزوارہ میں پیدا ہوئے اور سبزواری کہلائے۔آپ کے والد اور آپ کی آمدہ تمام نسل سبزواری کہلاتی ہے۔سبزوارہ شہر ایران میں ہے جو کہ قم سے مشہد کی طرف جاتے ہوئے راستے میں واقع ہے۔

سوال 4: حضرت شاہ شمس جب سبزوارہ میں پیدا ہوئے تو یہ تبریزی کیونکر ہیں؟

جواب: ہر طرح کی قیاس آرائیوں سے دامن بچاتے ہوئے کلام حضرت شاہ شمس سے ہی جواب تلاش کرتے ہیں کہ حضرت شاہ شمس تبریز خود اس کی کیا وضاحت فرماتے ہیں۔تبریز میں آپ کو مولا وآقا دو جہاں حضرت علی علیہ السلام کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔اسی نسبت سے آپ کو تبریز سے بے حد محبت تھی اور وہ اپنے نام کے ساتھ تبریز کا نام پسند فرماتے اور نام کے ساتھ تبریزی کا اضافہ بھی کیا۔ حضرت شاہ شمس کے ذیل اشعار اس واقع کی صداقت پر دلالت کرتے ہیں۔

شمس به تبریز دیده علیؑ فخر انوار او

ور تو نه دیدی بیا حضرت اعلیٰ مبین

ترجمہ: شمس نے تبریز میں ان کے نورِ روشن کا نظارہ کیا اور اگر تو نے اعلیٰ حضرت کو نہیں دیکھا تو ادھر آ دیکھ۔

یہاں کس حضرت کی تبریز میں زیارت کا ذکر ہے۔ تو یہ بھی حضرت شاہ شمس نے اپنے ہی شعر میں وضاحت فرما دی ہے۔ بقولِ حضرت شاہ شمسؒ:

ہر جا کہ بر شمس الحق تبریز دھد جان

شمس به تبریز دیده علیؑ فخر انوار او

ان مصرعوں میں حضرت شاہ شمس فرما رہے ہیں کہ میں جہاں بھی ہوں میری خواہش ہے کہ میری جان تبریز میں قفسِ عنصری سے پرواز کرے کیوں کہ میں نے تبریز میں علیؑ کا جلوہ دیکھا۔ یہی نسبت ہے جو آپ کو تبریزی بھی بناتی ہے۔

سوال 5: حضرت شاہ شمس تبریز ولیوں میں کیا مقام رکھتے ہیں؟

جواب: ہر ولی اللہ اپنا بلند مقام رکھتا ہے اور یہی عالی مرتبہ اسے عام انسانوں سے ممتاز بناتا ہے۔ اسی طرح اولیاء کرامین میں بھی مراتب و مناقب بلحاظ مختلف ہوتے ہیں۔ حضرت شاہ شمس تبریزی اولیاء کرام میں ممتاز و منفرد مرتبہ رکھتے ہیں۔ آپ ولی عصر، قطب الاقطاب، قطب العارفین، قطب الکاملین، قطب العاشقین، قطب المتقین کے درجات پر فائز ہیں۔ آپ اپنے اشعار میں اپنا مرتبہ کچھ یوں بیان کرتے ہیں:

پیرِ طریقت بُو دَم دریاء حکمت بودم

مولا که باشد پیش مَن عاشقِ دیرینه اَم

من فاضلاں راد شنم من متقیاں را مدعی

فتویٰ بنا حق می دہند من عاشقِ دیرینہ ام

یعنی حضرت شاہ شمس فرماتے ہیں کہ ''میں پیرِ طریقت ہوں میں حکمت کا دریا ہوں مجھ جیسے لعل بہت کم ہیں۔ میں قاضیوں کا بھی معلم ہوں، میں متقیوں کا راہنما ہوں میں ہی دیرینہ عاشق ہوں۔'' یہ وہ مقام ہے جہاں ولیوں کو ولیٔ کامل کا درجہ حاصل کرنے کے لیے جھکنا پڑتا ہے۔

سوال6: کیا شمس الحق شمس تبریزی شمس سبزواری ایک ہی شخص کے نام ہیں؟

جواب: جی ہاں! یہ ایک ہی شخص حضرت شاہ شمس تبریزی ملتانی کے ہی القاب ہیں جو ان کی اپنی شاعری کلام میں بھی موجود ہیں۔ان کی تعداد ۱۴ ہے۔جو اس طرح ہیں:

(۱) شمس تبریز (۲) شمس تبریزی (۳) شمس الحق

(۴) شاہ قاسم انوار (۵) شمس الدین (۶) شمس پرندہ

(۷) شمس عراقی (۸) شمس غریب (۸) شمس جعفری

(۱۰) شمس اسماعیلی (۱۱) شمس عریضی (۱۲) شمس حسینی

(۱۳) شمس حیدری (۱۴) شمس ملتانی

جو ولی آلِ محمدؐ حضرت شاہ شمس تبریز کی اپنی شاعری میں موجود ہیں۔ جو اِس طرح ہیں:

التجا دارد بہ ایشا شمس الدین (شمس الدین)

ترجمہ: ''شمس الدین ان کے دروازے پر التجا کرتا ہے۔''

اے شمس جعفری جانباز جان در معانی فشاں (شمس جعفری)

ترجمہ: ''جان پر کھیلنے والے شمس جعفری تو اپنی جان معنی میں ڈال''

لشکر شیریں سخن تو شمس حیدری (شمس حیدری)

ترجمہ: ''شمس حیدری تیری شیریں باتوں کے لشکر نے''

ہر کہ دیدہ چہرہ شمس الحق جہاں (شمس الحق)

ترجمہ: ''جس نے جہاں میں شمس الحق کا چہرہ دیکھا''

شمس حسینی با صفا بگو نعتِ مصطفیٰ (شمس حسینی)

ترجمہ: ''شمس حسینی تو نعتِ مصطفیٰ کہہ''

خوب گفتی شمس تبریز سخن (شمس تبریز)

ترجمہ: ''شمس تبریز تو نے اچھا شعر کہا ہے''

اے عاشقانِ مرتضیٰ شمس تبریزی کجا (شمس تبریزی)

قطب الاقطاب کے اشعار سے اسمائے کثیر استعمال ہوئے جن کے بابت عام خیال یہ ہے کہ مختلف اشخاص/ہستیوں کے اسماء ہیں۔ حضرت شاہ شمس نے اپنے کلام میں اس کا ثبوت فراہم کر کے معاملہ واضح طور پر سمجھا دیا ہے۔ اس کے بعد اہلیانِ دانش کے لیے دعوتِ فکر ہے کہ وہ نظرِ عمیق جائزہ لیں اور درست فیصلہ کریں اور ان غلط فہمیوں کو ہمیشہ کے لیے دفن کر دیں کیوں کہ معرفتِ ولی حق ہی حق تک رسائی کا مستند ترین راستہ ہے۔

سوال 7: حضرت شاہ شمس سبزواری تبریزی کے اور بھی بھائی تھے۔ یا آپ اکیلے ہی تھے؟

جواب: حضرت شاہ شمس تبریز کے دو بھائی سیّد عبدالحسین اور سیّد عبدالہادی تھے۔ آپ کے بھائی عبدالحسین کی بیٹی سے آپ کے بڑے بیٹے سیّد نصیرالدین کا عقد ہوا۔ جو لاہور میں مدفون ہیں اور آپ کے چھوٹے بیٹے کی زوجہ سیّد عبدالہادی کی صاحبزادی تھیں۔ محدث و نائب امام حضرت سیّد صلاح الدین محمد نور بخش کے

تین بیٹے، بالترتیب شاہ شمس تبریز، سیّد عبدالحسین اور سیّد عبدالہادی تھے۔

سوال 8: کیا کشمیر میں تشریف لانے والے شمس عراقی ہی شمس سبزواری و تبریزی تھے؟

جواب: حضرت شاہ شمس تبریزی جب اپنے والدِ گرامی محدث نائب امام حضرت سید صلاح الدین محمد نور بخش کے ہمراہ ۹۷۵ھ کو بدخشاں، سکردو و کشمیر تشریف لے گئے تو شمس عراقی کے لقب سے مشہور ہوئے۔ ان کے علاوہ جو شمس عراقی مشہور ہوئے ان کا اصل نام سید محمد اصفہانی تھا جو کہ محض قلمی غلطی کی بنیاد پر شمس عراقی درج ہوا۔ اور مشہور ہو گیا جیسا کہ سید محمد دیباج کے فرزند علی الخالصی، عریضی کے نام سے مشہور ہو گئے تھے۔ دوئم یہ کہ سید محمد اصفہانی حضرت شاہ شمس تبریزی کے عقیدت مندوں میں سے تھے۔ انہوں نے خود کو حضرت شاہ شمس قاسم انوار کا مرید بنا کر تبلیغ کا سلسلہ جاری کیا۔ اس لیے یہ اس بنیاد پر یہ غلط فہمی بھی دور ہو جاتی ہے۔

سوال 9: شنید میں آتا ہے کہ حضرت شاہ شمس اسماعیلی تھے۔ حقیقت کیا ہے؟

جواب: جی ہاں! حضرت شاہ شمس اسماعیلی تھے لیکن یہ بلحاظِ عقیدہ اسماعیلی نہیں تھے۔ بلکہ حضرت امام جعفر صادق کے فرزند حضرت اسماعیل کی اولاد ہونے کی وجہ سے آپ کو اسماعیلی کہا جانے لگا۔ قلندر پاک حضرت سخی لعل شہباز قلندر بھی آپ کی طرح اولادِ اسماعیل ابنِ امام جعفر صادقؑ تھے۔ مسلک کے اعتبار سے آپ کا مسلک آپ کے والد محدث نائب امام سید صلاح الدین محمد نور بخش کا مسلک تھا جو کہ اثناء عشری تھا۔

سوال 10: کیا جلال الدین رومی کے مرشد بھی ملتان والے حضرت شاہ شمس ہی تھے؟

جواب: کلیاتِ شمس، حضرت شاہ شمس سبزواری تبریزی ملتانی ہی کی کلیات ہے۔ اور اسے

مولانا روم جناب جلال الدین رومی نے مرتب کیا ہے اور اس میں اپنے مرشد حضرت شاہ شمس سبزواری تبریزی اور ان کے والدِ گرامی محدث نائب امام کا نام بھی بتا دیا ہے جس کے بعد کسی شک کی گنجائش باقی نہیں رہتی کہ مولانا رومی کے استاد بھی حضرت شاہ شمس سبزواری تبریزی ملتانی ہی تھے۔ مستند تحقیق سے ثابت ہوتا ہے کہ جلا الدین رومی حضرت شاہ شمس تبریز کے ساتھ ملتان آئے اور واپسی پر حضرت شاہ شمس سبزواری تبریزی کی جوتی اپنے ہمراہ لے گئے جسے بعدازاں قونیہ میں دفنا کر وہاں روضہ تعمیر کروایا۔

سوال 11: مولانا رومی کے مرشد سنی مسلک تھے کیا یہ درست ہے؟

جواب: سنی چار آئمہ کے پیروکار جبکہ شیعہ بارہ آئمہ کے پیروکار ہیں۔ اسی بنیاد پر انہیں اثناء عشری کہا جاتا ہے۔ تو دیکھتے ہیں کہ حضرت شاہ شمس اپنے اشعار میں اپنے آئمہ کا تعارف کن الفاظ میں کروا رہے ہیں۔ چار یا پھر بارہ۔ شعر ذیل میں پیش کیا جا رہا ہے:

ماراچہ غم کہ مارا ہشت و چہار امام اَند

ماراچہ غم کہ مارا آلِ عَباسر آمد

ترجمہ: ہمیں کیا غم ہے کہ ہمارے تو بارہ امام ہیں۔ ہمیں کیا غم ہے کہ ہمارے سروں پر آلِ عباء (آلِ رسولؐ) کا سایہ ہے۔ اس شعر سے حضرت شاہ شمس سبزواری تبریزی کا اثناء عشری ہونا واضح ثابت ہوتا ہے اور دوئم یہ کہ آپ اپنے والدِ گرامی کے ساتھ بدخشاں، سکردو کشمیر کے علاقوں میں فقہ احوط اور مسلک اثناء عشری کا پرچار کرتے رہے جو کہ آپ کے والد کے سلسلہ تصوف کی بنیاد پر مسلک اثناء عشری نوربخشی کے نام سے بھی مشہور ہوا۔

سوال 12: حضرت شاہ شمس نے مردہ کو زندہ کردیا کتنی صداقت ہے؟

جواب: یہ ثابت شدہ حقیقت ہے کیوں کہ جس شخص کو آپ نے زندہ کیا وہ کوئی نامعلوم شخص نہیں بلکہ اس کا نام شہزادہ محمد ابنِ احمد نکو بار ابنِ ہلاکو خان ابنِ تولی خان ابنِ چنگیز خان تھا اور یہی وہ شخص تھا جس نے حضرت شاہ شمس کے فرزند حضرت سید علاؤالدین احمد شکر بار سے مل کر حضرت شاہ شمس تبریز کے روضہ کی اوّلین تعمیر کروائی تھی۔آپ کے اشعار سے بھی آپ کے مردہ کو زندہ کرنے کی تصدیق ملتی ہے۔

حکیمم طبیبم بغداد سیّدم

بسے علبیتاں راکہ زغم باز خریدیم

ترجمہ: میں حکیم ہوں طبیب ہوں بغداد پہنچا ہوں۔بہت سے عتیبوں کو جن کے زخم بھر دیے۔

طبیبے فصیحم کہ شاگرد مسیحم

بسے مردہ گرفتم درو روح دمیدیم

ترجمہ: میں طبیب فصیح ہوں مسیح کا شاگرد ہوں بہت سے مردے لیے اور ان میں روح پھونک دی۔

سوال 13: اگر آپ سنی نہیں تھے تو کس مسلک سے تعلق رکھتے تھے؟

جواب: اس کا تذکرہ تصنیف ہذا میں تاریخی حوالہ سے ہو چکا ہے۔لیکن ہر طرح کے شبہات دور کرنے کے لیے حضرت شاہ شمس جعفری سبزواری تبریزی ملتانی کے اشعار سے تفصیلاً آپ کے مسلک کا اظہار تلاش کرتے ہیں۔

محرم اسرار جی ذوالجلال

نامِ پاکش مرتضیٰ و ایلیا است

شہزادہ محمد کا مزار تربت ملتان میں ہے آپ حاجی بغدادی کے نام سے مشہور ہیں۔

ترجمہ: اللہ کے اسرار کے محرم وہی ہیں جن کا نام مرتضیٰؑ والیلیاء ہے۔

بعد او باشد حسنؑ میرو امامؑ
آنکہ در بحر علم اہل اتی اَست

ترجمہ: اس کے بعد میرے امام حسن ہیں جو دریا اہل الیٰ کے موتی ہیں۔

بعد از دیگر امام موموناں
افضل و اکمل شہید کربلا اَست

ترجمہ: اس کے بعد مومنوں کے امام ہیں جو سب سے زیادہ فضیلت والے شہید کربلا ہیں۔

من مطیع عابد ینیم از یقین
باقرؑ در راہ امام مقتدا اَست

ترجمہ: میں یقین کے ساتھ عابدین کا اطاعت گزار ہوں اور امام باقرؒ میرے راہ میں میرے مقتدا ہیں۔

مقتدائے موموناں و متقی
امام جعفر صادقؒ امام باوفا اَست

ترجمہ: مقتدیوں اور مومنوں کے امام حضرت امام جعفر صادق میرے امام ہیں جو امام باوفا ہیں۔

موسیٰ کاظمؑ شہ عالی نسب
آنکہ فرزندش علی موسیٰ رَضا

ترجمہ: موسیٰ کاظم جو اعلیٰ نسب کے ہیں جن کے فرزند علی موسیٰ رضا ہیں میرے امام ہیں۔

چشمِ جانم روشن از مہر تقیؑ

آنکہ مہرش درد دِل ہا را دوا است

ترجمہ: میری آنکھیں نور تقی سے روشن ہیں جن کی محبت دل کے ہر درد کی دوا ہے۔

مہر نقیؑ راہ زان امام پاک دین

داہمی حق راہنمائے اولیاء است

ترجمہ: حضرت امام نقیؑ کو دین کا امام جانو حق کے داعی اور ولی اور اولیاء کے راہنما ہیں۔

روز و شب دارم ہوائے عسکریؑ

دردِ لم مہر وَلی با و ولا اَست

ترجمہ: میں روز وشب محبت امام عسکری میں مبتلا ہوں۔ میرے دل میں ولی صاحب ولا کی محبت موجزن ہے۔

آں محمد مہدیؑ صاحب زماں

جندا جانیکہ باوے آشنا اَست

ترجمہ: وہ جو محمد مہدی جو صاحب زماں ہیں لشکر ہے وہ ذات جوان سے آشنا ہے۔

التجا دارد بہ ایشا شمس الدین

ایں ہما شاہان عالم راہنما اَست

ترجمہ: شمس الدین ان کے دروازے پر التجا کرتا ہے جو تمام شاہان عالم کے راہنما ہیں۔

اس کلام مبارک کے بعد رائی برابر شک باقی نہیں کہ حضرت شاہ شمس سبزواری کتنے اور کن آئمہ کے پیروکار ہیں۔ اگر اب بھی کسی کے قلب و ذہن میں شک

باقی ہے تو وہ ضد میں مبتلا ہے جو شیطان کی صفت اوّل ہے۔

سوال 14: کیا حضرت شاہ شمس تبریز علی کو اللہ مانتے تھے یا ولی اللہ؟

جواب: حضرت شاہ شمس کے ذیل کے اشعار اس سوال کا بہترین جواب پیش کرتے ہیں کہ:

آں امام مبیں وَلی خدا
آفتاب وجود اہلِ صفاء

ترجمہ: آپ امام مبین ولی خدا ہیں۔ آپ آفتابِ وجود اور صفات کے مالک ہیں۔

آں شاہ کہ بادانشِ دیں بود علیؑ بود
مسجود و ملک ساجد معبود علیؑ بود

ترجمہ: علیؑ شاہ دین اور دانشِ دین ہیں۔ علیؑ فرشتوں کے مسجود اور اللہ کو سجدہ کرنے والے ہیں۔

شمسِ تبریز گر خدا طلبی
خوش بگو لا الٰہ الا ھو

ترجمہ: اے شمس تبریز اگر خدا کو چاہتے ہو تو خوشی سے پکار کہ نہیں کوئی سوائے اللہ کے۔

قطب الاقطاب کے درج بالا اشعار واضح اعلان فرما رہے ہیں کہ اللہ واحد ولا شریک ہے اور علی اللہ کے ولی اعلیٰ وارفع ہیں۔

سوال 15: کہا جاتا ہے کہ حضرت شاہ شمس کی کوئی اولاد نہیں اور آپ مجذوب ہیں حقیقت کیا ہے؟

جواب: حضرت شاہ شمس تبریز ولی العصر صاحب اولاد تھے۔ آپ کے دو فرزندان تھے۔ بڑے فرزند سیّد نصیر الدین سبزواری ۵۸۸ ہجری میں سبزوارہ ایران میں پیدا

ہوئے اور دوسرے فرزند سیّد علاؤ الدین احمد شکر بار المعروف زندہ ولی ۵۹۰ ہجری میں سبزوارہ ایران میں پیدا ہوئے۔ ملتان میں حضرت کی تربت کے ساتھ سیّد عالم شاہ کی تربت ہے جو کہ آپ کے پوتے ہیں۔آپ کے بڑے بیٹے سیّد نصیر الدین کی تربیت قلعہ لاہور کے اندر موجود ہے اور چھوٹے فرزند سیّد علاؤ الدین احمد شکر بار کی تربت مزارِ انور جے پور راجستھان (بھارت) میں واقع ہے۔آپ کے پوتے سیّد کبیر الدین کفرِ شکن کا مزار اوچ شریف بہاولپور میں واقع ہے۔ آپ کے چھوٹے بیٹے کی اولاد سے آپ کے پوتے حضرت شمس الدین ثانی خواجگی الٰہ آباد دریائے گنگا کے کنارے واقع ہے۔آپ کی اولاد کے ہزاروں مزارات ہندوستان اور پاکستان میں جابجا واقع ہیں۔ آزاد کشمیر میں مظفر آباد میں آپ کی اولاد کے مزارات واقع ہیں۔ راولاکوٹ تہار سیّداں میں آپ کی اولاد کے چشم و چراغ سیّد اختر علی شاہ سبزواری کا مزار مبارک واقع ہے۔

اسی طرح بابا سیّد کرم علی شاہ بابا سیّد معظم علی شاہ شہید بابا کا مزار مری میں ہے۔ سیّد سخی سبزواری کا مزار پنڈی کہوٹہ میں ہے۔ جموں میں پیر مٹھا کا مزار ہے۔ پیر سیّد اسماعیل ولد سیّد لال شاہ کا مزار پیر پنجال ہندوستان کے قریب واقع ہے۔ اس کے علاوہ حضرت بابا محمد علی شاہ سرکار کا مزار پٹھان کوٹ میں موجود ہے۔ حضرت سیّد نذر حسین شہید کا مزار شریف بنگال میں واقع ہے۔ باغ آزاد کشمیر میں سیّد غلام عباس سرکار کا مزار واقع ہے۔

پاکستان و ہندوستان بلکہ جنوبی ایشیا میں جس قدر مزارات اولادِ حضرت شاہ شمس سبزواری جعفری تبریزی کے موجود ہیں اس قدر کسی اور کے نہیں ہیں۔ اگر اس کے بعد بھی آپ بے اولاد ہیں تو سوائے بغض کے کوئی اور امر موجود نہیں۔ اگر

آپ مجذوب ہیں تو دیوان حضرت شاہ شمس اور واقع کتب مولانا روم کو کیا کہیں گے کیونکہ یہ کمالِ ہوش پر دلالت کرتے ہیں نہ کہ مجذوبیت پر۔

سوال 16: اگر آپ کی اولاد تھی اور آپ کے فرزندان کے نام بتائیں۔

جواب: گزشتہ سطور میں تفصیلاً آپ کے فرزندان کے اسماء اور تذکرہ ہو چکا ہے۔ یادداشت کی تازگی کے لیے دوبارہ تحریر ہے۔ بڑے فرزند سیّد نصیر الدین سبزواری۔ پیدائش ۵۸۸ ہجری سبزوارہ ایران مدفون لاہور قلعہ۔ چھوٹے فرزند سیّد علاؤالدین احمد شکر بار المعروف زندہ پیر پیدائش ۵۹۰ ہجری سبزوارہ ایران مدفون جے پور راجستھان (بھارت) آپ دونوں اصحاب بھی صاحب اولاد ہیں۔ جس کا تذکرہ پچھلے صفحات میں موجود ہے۔

سوال 17: حضرت شاہ شمس الدین نے شادی کب کی اور زوجہ محترمہ کا نام کیا تھا؟

جواب: حضرت کی شادی ۵۸۶ ہجری میں ہوئی اور آپ کی زوجہ محترمہ کا نام بی بی حافظہ جمال تھا جو سیّد جمال الدین شاہ کی صاحبزادی تھیں۔ آپ حضرت کی دوسری شادی کمیا خاتون بنت حضرت جلال الدین سے ہوئی۔ بی بی کمیا کے بطن سے کوئی اولاد نہ ہوئی اور بی بی کمیا کا انتقال ۶۴۴ ہجری میں ہوا۔ آپ کے دونوں فرزندان بی بی حافظہ جمال کے بطن سے ہوئے۔

سوال 18: حضرت شاہ شمس تبریز بابا کمال جندی اور ابوبکر زنبیل باف کے مرید ہیں۔ اس کی حقیقت کیا ہے؟

جواب: حضرت شاہ شمس ولی آل محمد مذکورہ حضرات میں سے کسی کے مرید نہیں تھے۔ آپ خود اپنی بیعت کا اظہار اپنے والد کی بابت کرتے جس کا ثبوت بھی آپ کے اپنے ہی اشعار میں ملتا ہے۔

اے صلاح جہاں صلاح الدین
شمع دو جہاں صلاح الدین

ترجمہ: اے صلاح الدین آپ جہاں بھر کے لیے اصلاح کا ذریعہ ہیں۔ اے صلاح الدین آپ دو جہانوں کے لیے شمع (روشنی) ہیں۔

آپ مزید فرماتے ہیں:

اے صلاح الدین ھادی معدنِ نور ضیاء
بغیر شمس تبریزی نداند کسے رازش

ترجمہ: اے صلاح الدین ہدایت کرنے والے جو روشنی کی کان ہو تمہارے رازوں سے شاہ شمس تبریزی کے علاوہ کوئی آشنا نہیں ہے۔

اس کے بعد آپ والد کی بیعت سے متصل اپنے مکمل سلسلہ طریقت کا بھی اظہار آمدہ سطور میں فرمارہے ہیں۔

مار اچہ غم کہ مارا احمد شداست ہمدم
مار اچہ غم کہ مارا حیدر راز روح بہر آمد

ترجمہ: ہمیں کیا غم ہے کہ احمدِ مرسلؐ ہمارے دوست ہیں اور ہمیں کیا غم کہ ہمیں حیدر کرارؓ اپنی روح سے بہتر لگتے ہیں۔

مار اچہ غم کہ مارا ہشت و چہارم امام اند
مار اچہ غم کے مارا آلِ عباسر آمد

ترجمہ: ہمیں کیا غم ہے کہ ہمارے امام بارہ ہیں اور ہمیں کیا غم ہے کہ ہمارے سر پر آلِ عباءؑ کا سایہ ہے۔

مار اچہ غم کہ ولدیم شہ صلاح الدین را

مار اچہ غم کے زیزداں دو از دہ در

ترجمہ: ہمیں کیا غم ہے کہ ہم اولادِ صلاح الدین ہیں اور ہمیں کیا غم ہے کہ ہمیں اللہ سے بارہ دروازے ملے۔

اور اپنے سلسلہ مریدی کے کسی سے بھی موجود ہونے کی نفی اس شعر میں فرمارہے ہیں:

معتقد پیر گشتہ ہر مرید

شمسِ اعلیٰ دامنِ حیدر گرفت

ترجمہ: ہر پیر کسی نہ کسی پیر کا مرید ہے۔ لیکن شمسِ اعلیٰ کے ہاتھوں میں صرف دامنِ حیدرؑ کرار ہے۔

ان اشعار سے ولی آلِ محمدؐ حضرت شاہ شمس تبریز آپ کی بیعت اور آپ کے سلسلہ طریقت کا برملا اظہار ہو جاتا ہے کہ آپ کی بیعت آپ کے والد سے ہے اور سلسلہ طریقت بلاشرکتِ اغیار چہادہ معصومینؑ سے ملتا ہے۔

سوال 19: کہا جاتا ہے کہ دیوانِ شمس جلال الدین رومی کی تخلیق ہے۔ کیا یہ حقیقت ہے؟

جواب: کلام شمس دراصل حضرت کا اپنا کلام ہے۔ جلا الدین رومی کے صرف فرمابرداری مرشد کا حق ادا کرتے ہوئے اسے جمع کر کے کتابی صورت دی ہے۔ چند اشعار جو اپنے مرشد کی شان میں ہیں وہ جلال الدین رومی کے ہیں۔ اس کے علاوہ آپ بھی مصنف کے طور پر مستند حیثیت رکھتے ہیں۔ شاہ شمس کی اپنی مرتب کردہ تصانیف بھی موجود ہیں۔ جن میں (۱) کلیاتِ شمس (۲) دیوانِ شمس (۳) مرغوب القلوب (۴) رموزِ عشق (۵) رموزِ حقیقت یہ پانچوں کتب آپ کی اپنی تصنیف

کردہ ہیں جو آپ کے مصنف ہونے کی بہترین دلیل ہے۔ کلیاتِ شمس اور دیوانِ شمس جلال الدین رومی کی ترتیب کردہ ہیں جبکہ باقی تینوں آپ کی اپنی تصنیفات ہیں۔ مثال کے طور پر دیوانِ شمس کے چند اشعار پیشِ خدمت ہیں:

از دل و جاں دھان شمس الدین

خوب گفتی شمس تبریز سخن

ترجمہ (۱): شمس تبریز کی آواز دل و جان سے سن اے شمس تو نے کتنے خوبصورت اشعار کہے ہیں۔

اے عاشقانِ مرتضیٰ شمس تبریزی کُجا

من شمس نور مصطفیٰ من عاشق دیرینہ ام

ترجمہ (۲): مرتضیٰ کے عاشقو میں شمس تبریزی کہاں ہوں میں تو نورِ مصطفیٰ کا سورج اور دیرینہ عاشق ہوں۔

ان اشعار سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ان اشعار کے خالق حضرت شاہ شمس تبریز کے علاوہ کوئی دوسرا نہیں ہوسکتا۔

سوال 20: آپ نے کسی قصاب سے گوشت مانگا تھا۔ وہ کیا معاملہ ہے؟

جواب: دراصل گوشت مانگنے کا معاملہ لغو ہے۔ اصل واقع یوں ہے کہ شہزادہ محمد بن احمد جو کہ آپ کے زندہ کردہ تھے۔ آپ کے ساتھ بغداد سے ملتان آئے تھے۔ جب انہوں نے آپ سے بھوک کا شکوہ کیا تو آپ کے نعرہ مستانہ پر جنگل سے مادہ آہو ہرن حاضر ہوا۔ جس کو ذبح کیا گیا اور پکانے کی غرض سے آگ کی حاجت ہوئی۔ آپ نے شہزادہ محمد بن احمد نگو بار کو آگ لانے بھیجا جو پورے شہر کا چکر کاٹ کر بھی آگ حاصل نہ کر سکے اور بالآخر ایک حلوائی کی دکان پر آگ طلب

کی۔ جواباً حلوائی نے دریافت کیا کہ تم کس کے عقیدت مند ہو۔ شہزادہ محمد نگو بار نے جواب دیا کہ شاہ شمس تبریز کا تو حلوائی نے گرم دودھ سے چمچہ نکال کر شہزادہ محمد کے منہ پر دے مارا۔ شہزادہ محمد روتا ہوا شاہ شمس کے پاس آیا جسے اس حالت میں دیکھ کر آپ کو جلال آ گیا اور آپ نے سورج کو یوں مخاطب کیا:

ائے آفتاب ائے آفتاب گرمی مکن گرمی مکن

ترجمہ: اے آفتاب گرمی نا دکھا گرمی نا دکھا۔

نرمک برو نرمک برو من عاشق دیرینہ اَم

ترجمہ: نرمی کر نرمی کر میں پرانہ عاشق ہوا۔

آپ کا یہ کہنا تھا کہ سورج سوا نیزے کی دوری تک آن کھڑا ہو گیا اور پورا ملتان جل اٹھا جس پر تمام لوگ آپ کے قدموں پر آ کر گرے اور منت زاری اور واسطے دے کر آپ کو سورج واپس کرنے پر آمادہ کیا۔ جس جگہ یہ واقع پیش آیا اسے آج بھی سورج کنڈ کہا جاتا ہے اور وہاں ہر سال میلہ لگتا ہے۔ اس روز ہر سال سورج کنڈ میں گرمی کی شدت میں بے پناہ اضافہ ہو جاتا ہے۔

سوال 21: کیا حضرت شاہ شمسؒ نے سورج محض شہزادہ محمد کے لیے اتارا تھا؟

جواب: نہیں ایسا نہیں تھا کیونکہ جب کسی نے شاہ شمس تبریز سے سوال کیا کہ آپ نے اتنی بڑی کرامت کا سہارا صرف آگ نہ ملنے پر کیوں لیا؟ بلکہ آپ نے آگ کیوں نہ جلالی تو آپ نے فرمایا کہ میں دراصل دنیا پر مولائے کائنات علیؑ کی کرامت کی حقیقت کو عیاں کرنا چاہتا تھا کیونکہ یہ لوگ سورج کو پلٹانے کے واقع کی نفی کرتے ہیں۔ میں نے عیاں کر دیا کہ اگر میں غلام علیؑ ہو کر سورج کو بلا سکتا ہوں تو میرے آقا کے لیے کیا دشواری تھی۔ آج کے واقعہ کے بعد کوئی معجزاتِ

امیر المومنین کا انکار کرنے کی جسارت نہیں کر سکے گا۔

سوال 22: حضرت شاہ شمس کی کھال کیوں اُتاری گئی تھی؟

جواب: کھال زدنی کا واقعہ بغداد میں پیش آیا تھا۔ جن ایام میں آپ بغداد کے ایک سرائے میں قیام پذیر تھے۔ بغداد کے کچھ نامور علماء ومشائخ آپ کے معتقد بن بیٹھے اور آپ کے مریدین میں شامل ہو گئے۔ ان علماء میں قاضی قطب الدین کاشانی، ملا احمد جام، سیّد نعمت اللہ کاشانی اور بہاؤ الدین بلا گرداں قابلِ ذکر ہیں۔

اس بات کا علم جب دیگر علماء کو ہوا تو ان کو یہ بات نا گوار گزری۔ آپ نے حاکم وقت احمد نکو بار سے شکایت کی کہ حضرت شاہ شمسؒ یہاں کسی نئے مسلک کی تبلیغ میں مشغول ہیں۔ جس پر احمد نکو بار نے آپ کو طلب کیا اور بغداد چھوڑ جانے کا حکم دیا۔ آپ بغداد چھوڑ کر حضرت امام موسیٰ کاظمؑ کے روضہ پر حاضری کے لیے تشریف لے گئے۔ آپ کے تشریف لے جانے کے بعد احمد نیکو بار کو خبر ملی کہ اس کا فرزند شہزادہ محمد بن احمد نکو بار انتقال کر گیا ہے نکو بار نے تمام علماء کو بلا بھیجا اور ان سے کہا تمہاری وجہ سے میرا شہزدہ انتقام کر گیا ہے۔

تم لوگوں نے مجھے حضرت شاہ شمس کے خلاف اُکسایا اور میری بدسلوکی سے ان کی دل آزاری ہوئی ہے۔ جیسے بھی انہیں تلاش کر کے واپس لاؤ ورنہ میں تمہیں قتل کرا دوں گا۔ جس پر تمام علماء خائف ہو کر مہلت کے لیے منت کش ہوئے اور آپ کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے۔ بالآخر روضہ امام موسیٰ کاظمؑ پر آپ سے ملاقات ہوئی تمام واقعہ بتایا اور آپ کو منت سماجت سے واپسی کے لیے آمادہ کیا کہ اگر آپ واپس نہ گئے تو ہمیں قتل کر دیا جائے گا۔ خدارا ہماری جان بخشی کی

خاطر واپس تشریف لے چلیں۔ آپ ان کی ساجت دیکھ کر واپس آ گئے اور احمد نکوبار سے کہا کہ ایسا ہرگز ممکن نہیں کہ تمہاری غلطی کی سزا شہزادے کو ملے تم غلط سوچ رہے ہو۔ احمد نکوبار نے گڑگڑا کر عرض کی کہ آپ کی ناراضگی ہی شہزادے کی موت کی صورت میں میرے لیے سزا تجویز ہوئی۔ خدارا مجھے معاف کر دیں۔ میں شہزادے کو کھو کر نہیں جی پاؤں گا۔

اس پر حضرت شاہ شمس اس کمرے میں تشریف لے گئے جہاں شہزادے کی میت تھی اور اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی کہ اے اللہ اگر شہزادہ کی موت کی وجہ میری ناراضگی ہے تو مالک میں نے احمد نکوبار کو معاف کیا تو قادر مطلق ہے۔ تو بھی انہیں معاف فرما۔ پھر آپ نے شہزادہ محمد بن احمد نکوبار کی میت کے قریب جا کر کہا کہ قم باذن اللہ کہ اللہ کی مرضی سے اٹھ کھڑا ہو۔ اس پر شہزادہ اٹھ بیٹھا۔ جب علما کو اس کی خبر ملی تو ایک نیا الزام عائد کیا کہ شاہ شمس نے شہزادہ کو جادو کے ذریعے اس حال میں لا کھڑا کیا تھا اور بعدازاں جادو ختم کر کے اسے اٹھا دیا۔

آپ جادوگر ہیں اور شریعتِ اسلام میں جادو کی سزا یہ ہے کہ آپ کی کھال اتار دی جائے۔ احمد نکوبار نے علماء کو بہت سمجھایا لیکن وہ بغض کی آخری حدوں کو چھو رہے تھے۔ اپنے مطالبہ سے باز نہ آئے۔ آپ نے احمد نکوبار سے کہا کہ علماء سے کہو کہ میں جانوں اور علماء جانیں۔ جس پر علما نے ایک تیز دھار چھری لا کر کھال اتارنے کی کوشش کی لیکن آپ کا ایک بال بھی نہ کاٹ سکے جس پر علماء نے کہا کہ اگر آپ اسلام کے اس حکم پر عمل پیرائی سے روکیں گے تو ہم اسلام چھوڑ کر کسی اور مذہب کے پیروکار ہو جائیں گے۔

حضرت شاہ شمسؒ نے کہا کہ اس اسلام کی خاطر میرے جدامجد حضرت امام حسین

علیہ السلام نے اپنا سب کچھ قربان کیا۔ آج اگر بغداد کے لوگ اس مذہب حق سے منہ پھیر لیں گے تو قربانی حسین علیہ السلام کا مقصد کمزور ہو گا۔ اگر مذہب اسلام کی آبیاری کے لیے میری کھال درکار ہے تو میں دریغ نہیں کروں گا۔ آپ نے ایک سیاہ کمبل منگوایا اور کچھ دیر میں کھال اُتار کر علماء کے حوالے کر دی کہ یہ لو اپنی شرط پوری کر لو لیکن کلمہ محمدؐ پڑھتے رہو۔ آپ اس کے بعد کاظمین روضہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام پر حاضر ہوئے وہاں سے نجف اشرف روضہ مولائے کائنات علیہ السلام پر حاضری دی۔ جہاں آپ کو حکم ملا کہ یہاں مت رکو ہندوستان تشریف لے جاؤ۔ حکم مولاؑ پا کر آپ ہندوستان کے لیے عازمِ سفر ہوئے تو شہزادہ محمد بن احمد نکوبار بھی آپ کے ساتھ تیار ہو گیا۔

اس نے اپنے والدین سے کہا کہ اگر مجھے زندہ دیکھنا چاہتے ہو تو مجھے اجازت دو کیونکہ میں اس لعنت کدہ خطہ میں نہیں رہنا چاہتا۔ جہاں ولی آلِ محمدؐ کے ساتھ ایسا سلوک روا رکھا گیا ہو۔ والدین نے شہزادہ کو آپ کی خدمت میں دے دیا۔ آپ کے عقیدت مند جن میں مولانا روم، سیّد عبدالہادی، سیّد نعمت اللہ، قاضی قطب الدین، بہاؤ الدین بلاگرداں بصرہ سے براستہ دریا عمان ۹ دن کا مسلسل سفر طے کر کے کراچی ہندوستان وارد ہوئے۔ ۶۶۵ ہجری کو یہ قافلہ ملتان پہنچا۔

سوال 23: حضرت شاہ شمس تبریز کے والد اور والدہ کا نام کیا تھا؟

جواب: حضرت شاہ شمسؒ کے والد کا اسم گرامی سیّد صلاح الدین محمد نور بخش سبزواری تھا۔ آپ نائب امام کے لقب سے بھی مشہور تھے۔ آپ ۲۵ شعبان ۵۳۴ ہجری کو سبزوارہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا نام حضرت سیّد علی اسلام الدین تھا۔ آپ کو ۶۶۴ ہجری کو دریا میں ڈبو کر شہید کر دیا گیا۔ آپ کا مزار مبارک دریائے

روغنی کے کنارے افغانستان میں واقع ہے۔ حضرت شاہ شمس اپنے اشعار میں اپنے والد کا تعارف کچھ یوں کراتے ہیں:

مار اچہ غم کہ ولدیم شاہ صلاح الدین را

ترجمہ: ''ہمیں کیا غم کہ ہم اصلاح الدین کی اولاد ہیں۔''

سوال 24: حضرت شاہ شمسؒ کے والد کیا کرتے تھے اوران کی تعلیمی قابلیت کیا تھی؟

جواب: حضرت شاہ شمسؒ تبریز کے والد محدث نائب امام تھے۔ آپ کی شہرہ آفاق کتب فقہ احوط، مشورہ اولیاء اور شجرہ اولیاء ہیں جو کہ عربی اور فارسی زبان میں ہیں۔ مولانا روم جلال الدین رومی کے علم وحکمت سے عالم واقف ہیں ہی اور مولانا روم کہتے ہیں۔

مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم

تا غلام شمس تبریزی نہ شد

ترجمہ: کہ میں مولوی اس وقت تک مولانا روم نہیں بن سکا جب تک کہ شاہ شمس تبریزی کا غلام نہ بنا اور اب دیکھیے کہ شاہ شمس اپنا مرشد وہادی اور رہبر کس کو مانتے ہیں۔ انہی کے شعروں سے جان لیتے ہیں۔

اے صلاح الدین ھادی معدن نور ضیاء

بغیر شمس تبریزی نداند کسے رازش

ترجمہ: اے صلاح الدین، اے میرے ہادی، اے روشنی کی کان تیرے رازوں سے شمس تبریزی کے سوا کوئی واقف نہیں۔ اب قارئین اندازہ لگالیں کہ مولانا روم خود کو شاہ شمس کا غلام ہونے کو اپنی علمی سند قرار دے رہے ہیں اور شاہ شمس اپنے والد گرامی کو ہادی قرار دے رہے ہیں تو آپ کے والد گرامی کی علمی استعداد پر

اس سے بڑھ کر بات کرنا سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہوگا۔

سوال 25: آپ کے والد نوربخش تھے تو آپ بھی نوربخشی تھے؟

جواب: جی ہاں! طریقت میں آپ کا سلسلہ نوربخشی اثنا عشری تھا کیونکہ سلسلہ طریقت میں آپ کا لقب نوربخش تھا۔ یعنی روشنی عطا کرنے والا اسی نسبت سے آپ کا سلسلہ بھی نوربخشی تھا۔

سوال 26: حضرت شاہ شمس تبریز کے والد محدث نائب امام سیّد صلاح الدین محمد نوربخش سبزواری نے جو فقہ احوط تحریر فرمائی وہ کس طرز پر تھی؟

جواب: حضرت نائب امام کی تصنیف کردہ فقہ احوط بطرز توضیح المسائل تھی۔ جس میں شرعی مسائل موجود تھے۔ اس کے علاوہ حضرت آدمؑ سے نبی آخرالزماںؐ تک کے حالات اور احادیث، حوالہ جات، آیاتِ قرآنی اور سیرت وفرامین آئمہ معصومین کی روشنی میں احکامِ شریعہ کی بجا آوری کے طریقے درج تھے۔



القابات حضرت شاہ شمس تبریزی ملتانی m

(۱) حضرت شاہ شمس تبریز
(۲) شاہ شمس تبریزی
(۳) شاہ شمس الدین
(۴) حضرت شاہ شمس الحق
(۵) حضرت شاہ شمس قاسم انوار
(۶) حضرت شاہ شمس عراقی
(۷) حضرت شاہ شمس پرندہ
(۸) حضرت شاہ شمس اسماعیلی
(۹) حضرت شاہ شمس عراقی
(۱۰) حضرت شاہ شمس غریب
(۱۱) حضرت شاہ شمس سبزواری
(۱۲) شمس مغربی
(۱۳) حضرت شاہ شمس حیدری
(۱۴) حضرت شاہ شمس حسینی
(۱۵) حضرت شاہ شمس جعفری
(۱۶) حضرت شاہ شمس ملتانی

یہ سب کے سب القابات کلیاتِ شمس میں موجود ہیں۔ جو کہ حضرت جلال الدین رومی نے جمع کی ہیں جس میں حضرت شاہ شمس الدین تبریزی، سبزواری، ملتانی اوران کے والدمحترم حضرت سیّد صلاح الدین نور بخش سبزواری علیہ رحمہ کا بھی تذکرہ موجود ہے۔

سوال 27: حضرت شاہ شمس کے والد کہاں دفن ہیں؟

جواب: حضرت شاہ شمس کے والد حضرت محدث نائب امام سیّد صلاح الدین محمد نور بخش سبزواری ۶۶۴ ہجری کو دریا میں ڈبو کر شہید کر دیے گئے۔ آپ دریائے روغنی کے کنارے افغانستان میں مدفون ہیں۔

سوال 28: حضرت شاہ شمس کا مزار درحقیقت کہاں پر واقع ہے؟

جواب: حضرت شاہ شمس الدین تبریزی، جعفری، عراقی، شمس حسینی ایک ہی تھے۔ ان کا مزار درحقیقت ملتان میں واقع ہے جو شہزادہ محمد بن احمد نکوبار بغدادی اور حضرت شاہ شمس تبریزی کے فرزند سیّد علاؤ الدین احمد شکر بار المعروف زندہ پیر نے تعمیر کروایا ہے۔

سوال 29: جو روضہ ہائے شاہ شمس قونیہ اور تبریز میں ہیں وہ کس کے ہیں؟

جواب: یہ دونوں مزارعات حضرت جلال الدین رومی نے تعمیر کروائے جب حضرت شاہ شمس ملتان تشریف لائے تو رومی بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ واپسی پر رومی آپ کی جوتی اپنے ہمراہ لے گئے جسے بعد ازاں قونیہ میں دفن کیا اور مزار تعمیر کروایا۔ جبکہ تبریز میں آپ کے روضہ کی تعمیر اور بوجہ شاہ شمس کی تبریز سے محبت اور وہاں دفن ہونے کی خواہش پر تعمیر کروایا کیونکہ تبریز میں آپ کو دیدار مولائے کائنات حضرت علیؑ کا شرف حاصل ہوا تھا۔

سوال 30: حضرت شاہ شمس کا شجرہ کس ترتیب سے رواں تھا؟

جواب: (۱) ولی عصر قطب الاقطاب حضرت شاہ شمس تبریزی سبزواری (۲) ابن حضرت سیّد صلاح الدین محمد (۳) ابن حضرت سیّد علی اسلام الدین سبزواری (۴) ابن حضرت سیّد عبدالمومن بادشاہ مصر و افریقہ (۵) ابن حضرت سیّد خالد الدین

سبزواری (۶) ابن حضرت سیّد محبّ الدین سبزواری (۷) ابن حضرت سیّد محمود سبزواری (۸) ابن حضرت سیّد محمد معصوم سبزواری (۹) ابن حضرت سیّد ہاشم علی (۱۰) ابن حضرت سیّد احمد ہادی (۱۱) ابن حضرت سیّد منتظر باللہ (۱۲) ابن حضرت سیّد عبدالمجید (۱۳) ابن حضرت سیّد غالب الدین (۱۴) ابن حضرت سیّد محمد منصور (۱۵) ابن حضرت سیّد اسماعیل ثانی (۱۶) ابن حضرت سیّد محمد عریضی (۱۷) ابن حضرت سیّد محمد اسماعیل قطب (۱۸) ابن حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام (۱۹) ابن حضرت امام محمد باقر علیہ السلام (۲۰) ابن حضرت امام زین العابدین علیہ السلام (۲۱) ابن حضرت امام حسین کریم شہید کربلا علیہ السلام (۲۲) ابن امام علی علیہ السلام

نوٹ: یہ تمام سوالات بصورت ابہام لوگوں کے اذہان میں شکوک وشبہات پیدا کرتے رہے ہیں۔ان کا مفصل جواب آپ کے کلام کی روشنی میں انتہائی احتیاط اور تحقیق کے طویل مراحل طے کرنے کے بعد ذمہ داری کے ساتھ تلاش اور پیش کیے گئے ہیں۔جس کے بعد آپ کے شجرہ طیبہ،عقائد مسلک اور سلسلہ طریقت سے متعلق کوئی اشکال باقی نہیں رہتا۔تمام سوانح شاہ شمس جعفری سبزواری تبریزی ملتانی اور کلام سے کہیں چار آئمہ اور کسی کے ہاں سوائے ان کے والد بیعت اور سلسلہ طریقت کا کوئی تذکرہ نہیں ملتا۔تصنیف ہذا میں آپ سے متعلق تمام قیاس آرائیوں کو باطل ثابت کر دیتا ہے اور انتہائی سادہ و عام فہم زبان میں ہر خاص و عام کے لیے تحقیق کے در وا کر دیے گئے ہیں۔

○○○

معراج حضرت شاہ شمس تبریزی ملتانی m

صبح گشتم چناں بادۂ انوار مست

آفتاب آسا فتادم بردر و دیوار مست

ترجمہ: میں صبح کی نوری شراب سے اس طرح مست ہوگیا۔آفتاب کی طرح درودیوار پر مست پڑ گیا۔

جبرایل آمد براق آور دوگفتا برنشین

جام بر دست اند بہرت منظر بسیار مست

ترجمہ: جبرائیل براق لے کر آئے اور مجھے کہا بیٹھ جاؤ بہت سے نظارے ہاتھوں میں پیالے لیے مست و منتظر ہیں۔

بر نشستم برد و بر چرخم براق ہمہ چوں برق

دبدم آنجا قطب رابا کوکب تیار مست

ترجمہ: میں بیٹھ گیا اور بجلی کی طرح براق آسمان پر لے گیا میں نے وہاں قطب کو تیار

ستارے کے ساتھ مست دیکھا۔

در کشادن آسمان ھارابہ پیشم آمدند
ابشرو گویاں ملائک جملہ از دیدار مست

ترجمہ: آسمان کے دروازے کھولے میرے سامنے آئے۔شراب زہد سے مست ملائکہ ابشرو کہتے ہوئے آئے۔

ماہ نو را اوّل منظر چناں دیدم کہ بود
ماہی یونس دروں لجۂ خونخوار مست

ترجمہ: ماہ نو کو پہلی نظر میں ایسے دیکھا جیسے کہ تھی یونس کی مچھلی اس خونخوار ندی کے بھنور میں مست۔

از سپھر چارمین روح اللہ آمدیش من
ساغر خورشید برکف از مے انوار مست

ترجمہ: چوتھے آسمان سے روح اللہ میرے پاس آئے۔نورانی شراب کا ساغر خورشید مست ہو کر اپنے ہاتھ میں لیے ہوئے۔

دست اوبگر فتم و با خود بہ بالا بردمش
برگذشتم از سواد عرصہ اغیار مست

ترجمہ: اس کا ہاتھ پکڑا اپنے ساتھ اوپر لے گیا غیروں کے میدان کی حدوں سے مست گزر گیا۔

بحر ظلمت ماند پس و بحر نور آمد رپیش
گفت بگزار و بینجا ماتارسی بایار مست

ترجمہ: ظلمت کا سمندر پیچھے رہ گیا اور نور کا سمندر سامنے آگیا عقل نے کہا یہاں چھوڑ

دے تاکہ مخمور دوست تک پہنچ جائے۔

یار مست است مے بردست پیشش آوریم

بوئے این ساغر کند سد زاھد و ہشیار مست

ترجمہ: ہمارا محبوب مخمور ہے اس کے ہاتھ میں شراب اس کے سامنے لاتے ہیں۔اس ساغر کی خوشبو صد ہزار زاہد و ہشیار کو مست کرتی ہے۔

برلب دریائے اعظم کشتئ دیدم دراو

احمد مرسلؐ بحال و حیدر کرارؓ مست

ترجمہ: دریائے اعظم کے کنارے کشتی دیکھی اور اس میں احمد مرسلؐ اور حیدر کرارؓ کو اپنے حال میں مست دیکھا۔

آدم و نوح و خلیل از بادہ وحدت خراب

عیسیٰ از موسیٰ و از موسیقار مست

ترجمہ: شراب وحدت سے آدم نوح خلیل سب مخمور تھے عیسیٰ قمری سے اور موسیٰ ساز سے مست تھے۔

دست من بگرفت حیدر اندر آں کشتی نشاند

بگزار یندیم ازاں دریائے گوھر بار مست

ترجمہ: حیدر نے میرا ہاتھ پکڑا اس کشتی میں بٹھایا اور اس موتی برسانے والے دریا سے مجھے گزار دیا۔

انبیاء اولیاء نظارہ کرد گربوند و من

میشدم خوش خوش خراماں درعقب بسیار مست

ترجمہ: انبیاؑء اولیاء سب دیکھ رہے تھے اور میں پیچھے پیچھے خوش خوش خراماں بہت مست

ہو رہا تھا۔

ازمقام قاب قوسینم او ادنیٰ کشید
گفتم آنجا راز باشافعی ، ابرار مست

ترجمہ: قاب وقوسین اوراوادنیٰ کے مقام سے لے گئے اس جگہ میں نے شافی ابرار کو مست ہوکرراز کہا۔

بادہ از یدخدا نوشیدم و بوسیدمش
آستیں افشاں گرفتم دامن دلدار مست

ترجمہ: میں نے اللہ کے ہاتھ سے شراب پی اور بوسہ دیا آستین لٹکاتے مخمور دلدار کا دامن پکڑا۔

(رباعیات حضرت شاہ شمس الدین تبریزی ملتانی)

پرورد نیاز و نعمت آں دوست مرا
بر دوخت مرقع از رگ پوست مرا
تن خرقہ و اندر و دِل ، صوفی
عالم خانقاہ اشیخ دوست مرا

ترجمہ: اس محبوب دوست نے مجھے لاڈ پیار سے پالا میرے جسم پر جلد اور کھال سے گودڑی سی دی۔ میرا جسم خرقہ ہے اوراس کے اندر دل صوفی ہے۔ یہ ساری دنیا خانقاہ ہے اوروہ دوست میرا مرشداور شیخ ہے۔

آں دِل کہ شد حسان اور از اسرارِ خدا
زنہار من مرا چوں تنہامہ شمر
کہ او جملہ نمک شد بنمک زارِ خدا

ترجمہ: وہ دل جو کہ محبت انوار کے قابل ہوگیا۔اس کا جمال اسرار خدا سے مال مال ہو گیا۔میرے وجود کو ہرگز تنہا خیال نہ کرنا کیونکہ وہ اللہ نمک کی کان میں سارے کا سارا نمک ہوگیا۔

دیدم در خواب ساقی زیبا را
بر دست گرفتہ ساغر صہبا را
گفتم بخیالش کہ غلام او ری
شاہد کہ بجائی خورجہ باشی مرا

ترجمہ: عالم خواب میں ساقی پر جمال کو دیکھا جو ہاتھ میں شراب کا پیالہ لیے تھا۔میں نے اپنے پیدارا میں کہا کہ تو اسی کا نور ہے۔ممکن ہے کہ تو ہی میرے مالک کی جگہ ہو۔

از تو جدا شدہ است آغوش مرا
از گریہ کس نے دیدہ خاموش مرا
در جان و دل و دیدہ فراموش نہ ای
از بہر خدا مکن فراموش مرا

ترجمہ: جب سے مجھ سے تیری گود الگ ہوگئی ہے کسی نے مجھے گریہ وزاری سے خاموش نہیں دیکھا۔دِل وجان اور آنکھوں سے دور نہیں ہے۔خدا کے لیے مجھے فراموشی کی نذر نہ کردے۔

باعشق رواں شد از عدم مرکب ما
روشن زشراب وصل دائم شب ما
زاں کہ حرام نیست در مذہب ما
تا صبح عدم خشک نہالی لب ما

ترجمہ: عدم ہی سے ہماری سواری عشق کے ساتھ چلی ہے۔ ہماری راتیں شراب وصل سے ہمیشہ روشن ہیں۔ اس لیے کہ یہ شراب ہمارے مذہب میں حرام نہیں اور یہی وجہ ہے کہ آپ صبح عدم تک ہمارے ہونٹ خشک نہ پائیں گے۔

بدون تو برگ و باغ زرد است بیا
اے آنکہ چوں آفتاب فرد است بیا
ایں مجلس عیش بے تو سردست بیا
عالم بے تو غبار و گردست بیا

ترجمہ: اے میرے محبوب تیرے بغیر باغ اور پتے زرد ہیں۔ اے وہ کہ جو آفتاب کی مانند واحد ہے۔ یہ محفل عیش و آسائش تیرے بغیر سرد ہے اور یہ ساری دنیا تیرے بغیر صرف گرد و غبار ہے۔

انجیر فروش را چہ بہتر جاناں
انجیر فروشی اے برادر جاناں
سر دست زئیم و مست میریم جاناں
ہم ست دواں دواں بہ محشر جاناں

ترجمہ: انجیر فروش کے لیے انجیر فروشی سے بہتر اور کیا ہوگا میری جان دیوانہ وار جئیں اور دیوانہ وار مر جائیں اور عالم ہستی میں ہی قیامت کی طرف دوڑ جائیں میری جان۔

عشق است طریق و راہ پیغمبر ما
ما زادہ عشق و عشق شد مادر ما
ایما در مانہفتہ در چادر ما
پنہاں شدہ از طبیعت کافر ما

ترجمہ: عشق ہمارے پیغمبرؐ کا طریقہ اور راستہ ہے۔ ہم عشق کے جنے ہوئے ہیں۔ عشق ہماری ماں ہے۔ یہ اشارہ ہمارے اندر چھپا ہوا ہے۔ ہماری چادر کے اندر جو ہماری طبیعت سے کافر کی طرح پوشیدہ ہے۔



امیر المؤمنین حضرت علی علیہ السلام کے دَر پر

حضرت شاہ شمس تبریز m

ساقیٔ باوفا منم دَم ہمہ دَم علیؑ علیؑ
صوفیٔ باصفا منم دم ہمہ دم علیؑ علیؑ

ترجمہ: میں ساقی باوفا ہوں میری ہر سانس ہر وقت علیؑ علیؑ کا نعرہ لگاتی ہے۔ میں وہ صاف دل صوفی ہوں جس کی ہر سانس میں علیؑ علیؑ کا ذکر ہے۔

عاشقِ مرتضےٰ منم دم ہمہ دم علیؑ علیؑ
مطرب خوش نوا منم دم ہمہ دم علیؑ علیؑ

ترجمہ: میں عاشق علی مرتضےٰ ہوں ہر سانس میں علیؑ علیؑ یاد کرتا ہوں میں خوش الحان مغنی ہوں جس کی ہر سانس میں علیؑ علیؑ کا نغمہ ہے۔

آدم باصفا توئی یوسفِ مہ لقا توئی
خضرِ رہِ خدا توئی دم ہمہ دم علیؑ علیؑ

ترجمہ: آدم صفی اللہ آپ ہی ہیں حسنِ یوسف آپ ہی کا پرتو ہے جادۂ حق کے خضر و رہنما آپ ہی ہیں کہ میری ہر سانس میں علیؑ علیؑ کی صدا ہے۔

عیسیٰ مریمی توئی ، احمدِؐ ہاشمی توئی
شیرِ نر خدا توئی دم ہمہ دم علیؑ علیؑ

ترجمہ: عیسیٰ بن مریم آپ ہی ہیں احمدؐ ہاشمی آپ ہی ہیں اسد اللہ غالب آپ ہی ہیں میری ہر سانس میں علیؑ علیؑ کی صدا ہے۔

شمس توئی قمر توئی بحر توئی و بر توئی
مالکِ خشک و تر توئی دم ہمہ دم علیؑ علیؑ

ترجمہ: سورج آپ ہی ہیں چاند آپ ہی ہیں بحر و بر آپ ہی ہیں خشک و تر کے مالک آپ ہی ہیں میری ہر سانس میں علیؑ علیؑ کی صدا ہے۔

شاہِ شریعتم توئی پیرِ طریقتم توئی
حق بحقیقتم توئی دم ہمہ دم علیؑ علیؑ

ترجمہ: میرے شاہ شریعت و پیر طریقت آپ ہی ہیں۔ حق تو یہ ہے کہ میری حقیقت آپ ہی ہیں میری ہر سانس میں علیؑ علیؑ کی صدا ہے۔

ہمدم سیّد البشر راجع شمس و القمر
باب شبیر و ہم شبر دم ہمہ دم علیؑ علیؑ

ترجمہ: حضرت رسول خدا صلعم کے ہم نفس سورج اور چاند کو لوٹانے والے اور حضرت حسنین کے پدر بزرگوار آپ ہی ہیں میری ہر ہر سانس میں علیؑ علیؑ کی صدا ہے۔

سیّد سرورِ اکرمؐ گفتہ بہ تو کہ ابنِ عم
لحمک لحمیت ، دم ، دم ہمہ دم علیؑ علیؑ

ترجمہ: حضرت نبی کریمؐ نے ارشاد فرمایا کہ میرے ابن عم تمہارا گوشت میرا گوشت ہے۔ تمہارا خون میرا خون ہے میری ہر سانس میں علیؑ علیؑ کی صدا ہے۔

آیۂ انما برت تاج زلافتیٰ سرت
شمس غلامِ قنبرت ، دم ہمہ دم علیؑ علیؑ

ترجمہ: آیتِ انما کا خرقة آپ کے زیب تن لافتیٰ کا تاج آپ کے سرِ مبارک پر ہے شمسؔ آپ کے قنبرؔ کا غلام ہے ہر سانس میں علیؑ علیؑ کی صدا ہے۔



اشعارِ حضرت شاہ شمس

بجز اثنا عشر ہر کو امام و پیشوا دارد
نہ بر قول خدا اقرار و نہ مصطفیٰ دارد

ترجمہ: جس کا آئمہ اثنا عشری کے علاوہ کوئی امام و پیشوا ہے نہ وہ خدا کو مانتا ہے نہ مصطفیٰ پر ایمان رکھتا ہے۔

از بعد نبی ہر کہ باغیر تو کند رہی
از ملت اسلام لاشود خارج و فاروق

ترجمہ: نبیؐ کے بعد جس نے علیؑ کے علاوہ کسی غیر کی طرف رخ کیا وہ دینِ اسلام سے فارغ اور علیحدہ ہے۔

ایں کیست کہ مثل تو بود بعد پیغمبرؐ
ایں ذات تیرا غیر نبیؐ مثل و نہ لائق

ترجمہ: وہ کون ہے جو بعد از نبیؐ تیرے جیسا ہے تو وہ جس کی کوئی دوسری مثال نہیں ہے۔

سلطان ہر دو کون بیائد کہ شمس الدین

بعنے کہ گشت طالب انوارِ مرتضیٰؑ

ترجمہ: اے دو جہانوں کے بادشاہ آ و آخر کہ شمس الدین انوار مرتضیٰؑ کا طلبار ہو گیا۔

سر علیؑ است بیگماں گفت خدا یا مصطفےؐ

ترجمہ: علیؑ بے شک راز ہے خدا یا مصطفےؐ نے کہہ دیا ہے۔

در تبریز از و یقین باز نگر یہ شمس الدین

ترجمہ: تبریز میں اسی یقین کے ساتھ شمس الدین نے پھر سے دیکھا۔

ایں سر شنواز شمس الحق تبریز

ترجمہ: شمس الحق تبریزی سے یہ راز سن لو۔

کز نقد وجود دو جہاں بود علیؑ بود

ترجمہ: علیؑ کے وجود سے ہی دو جہاں کا وجود ہے۔



سیّدنصیرالدین سبزواری ابنِ شاہ شمس تبریزی m

سیّدنصیرالدین سبزواری ابن حضرت شاہ شمس تبریزی ۵۸۸ ہجری کو سبزوارہ ایران میں پیدا ہوئے۔ آپ بے حد حسین وجمیل تھے۔ حسن، مانندِ حسن یوسفؑ تھا۔ آپ گہوارے میں یوں دمکتے تھے جیسے چاند زمین پر آن اترا ہو۔ ابتدائی تعلیم اپنے چچا جناب عبدالہادی سے حاصل کی رموزِ فکر میں اپنے دادا حضرت سیّد صلاح الدین محمد نور بخش اور والد شاہ شمس تبریز سے مستفیض ہوئے۔

آپ کے دادا آپ سے بے پناہ محبت رکھتے تھے۔ اکثر سفر پر انہیں اپنے ہمراہ رکھتے تھے۔ طریقِ محمدؐ وآل پر عمل پیرا ہونے کے آداب سکھاتے۔ جب سیّد نصیرالدین سبزواری سنِ بلوغت کو پہنچے تو آپ کا عقد آپ کے چچا سیّد عبدالحسین کی صاحبزادی مطلع انوار سے کردی گئی جن کے بطن سے آپ کو دو فرزندان عطا ہوئے جن کے اسماء گرامی بالترتیب (۱) سیّد کمال الدین سبزواری (۲) اور سیّد شہاب الدین سبزواری۔ سیّد کمال الدین سبزواری کے پانچ فرزندان بالترتیب (۱) سیّد جلال الدین سبزواری (۲) سیّد صلاح

الدین سبزواری (۳) سیّد زین العابدین سبزواری (۴) سیّد خیر الدین سبزواری (۵) سیّد جمال الدین سبزواری۔ سیّد کمال الدین سبزواری کا مزار سندھ میں ہے۔

سیّد نصیر الدین سبزواری کے دوسرے فرزند سیّد شہاب الدین کے ہاں سات فرزندان ہوئے جن کے اسمائے گرامی بالترتیب (۱) سیّد صدر الدین، (۲) سیّد بدر الدین (۳) سیّد شمس الدین، (۴) سیّد غیاث الدین، (۵) سیّد نصیر الدین ثانی اور (۶) سیّد رکن الدین سبزواری ہیں۔

سیّد شہاب الدین کے فرزند اکبر حاجی سیّد صدر الدین کے پانچ فرزندان بالترتیب (۱) سیّد ظہیر الدین (۲) سیّد حسن (۳) سیّد کبیر الدین کفر شکن (۴) سیّد شاہ تاج الدین تریل اور (۵) سیّد صلاح الدین تھے۔ سیّد کبیر الدین کفر شکن کا روضہ اوچ شریف میں ہے۔ آپ ایک ولی کامل اور برگزیدہ ہستی گنے جاتے ہیں۔

حضرت سیّد کمال الدین نصیر الدین سبزواری کی اولاد میں اولیاء کاملین کا ایک طویل سلسلہ موجود ہے جن کے مزارات مبارکہ جابجا موجود ہیں۔ سیّد نصیر الدین سبزواری کا انتقال سنہ ۶۸۲ ہجری کو ہوا۔ آپ کا مزار مبارک تہہ خانہ قلعہ لاہور میں واقع ہے۔

آپ حضرت سیّد نصیر الدین ابن حضرت شاہ شمس تبریز کی اولاد میں اولیا کاملین کا ایک طویل سلسلہ موجود ہے جن کے مزارات جابجا موجود ہیں۔ حضرت سیّد نصیر الدین ابن حضرت شاہ شمس تبریز ۵۸۸ ہجری کو سبزوارہ ایران میں پیدا ہوئے اور ۶۸۲ ہجری کو لاہور میں وفات پائی۔ آپ کا مزار مبارک لاہور شاہی قلعہ تہہ خانہ میں آج بھی موجود ہے۔

نوٹ: تاریخ اوچ میں درج ہے کہ حضرت سیّد حسن دریا کا پورا نام جن کا حضرت سیّد کبیر الدین حسن دریا ہے۔ ان کا سلسلہ سہروردی تھا اور ان کی اولاد کا سلسلہ اثنا عشری ہے۔ یہ بالکل غلط ہے۔ باپ نے جو تعلیم دی اولاد کو اولاد اسی پہ قائم ہوئی۔ اور آپ

خود بھی شیعہ اثنا عشری تھے۔آپ کے دادا حضرت شاہ شمس تبریزی بھی شیعہ اثنا عشری تھے۔ بلکہ حضرت حسن دریا نے سب سے پہلے اوچ میں شیعہ اثناء عشری کی تبلیغ کی۔

تاریخ اُوچ میں درج ہے کہ حضرت سیّد کبیر الدین کا سلسلہ سہروردی تھا جبکہ ان کی اولاد اثنا عشری ہے۔ مضحکہ خیز بات یہ ہے کہ حضرت سیّد کبیر الدین کفر شکن جنہیں کبیر الدین حسن دریا بھی کہا گیا ہے۔ حضرت شمس الاولیاء شاہ شمس تبریزی سبزواری کے پڑپوتے ہیں جو کہ مسلک اثنا عشری کے بزرگ اور مبلغ تھے۔آپ کا سلسلہ طریقت بلا تعطل ان کی اولاد میں منتقل ہوتا چلا گیا اور یہ تمام لوگ علمی و روحانی استفادہ اپنے بزرگوں کی صحبت سے ہی حاصل کرتے رہے۔

مصنف تاریخ اوچ نے خود تحریر و تسلیم کیا ہے کہ سیّد کبیر الدین کی اولاد اثنا عشری تھی اور ہم نے بھی زیرِ نظر کتاب کے ابتدائی باب میں شاہ شمس تبریزی سبزواری کے مسلک کی مدلل وضاحت کر دی ہے۔ تو موجودہ تسلسل کو دیکھتے ہوئے صرف سیّد کبیر الدین کا سہروردی ہونا کیونکر ممکن ہے کیونکہ سیّد کبیر الدین اپنے والد کے شاگرد اور مرید تھے اور ان کے والد اپنی جد کے اسی طرح سیّد کبیر الدین کی اولاد جو کہ اثنا عشری ہے اپنے والد سیّد کبیر الدین ہی سے تعلیم یافتہ اور روحانی فیوض حاصل کر چکی ہے۔

یہاں میں ایک گزارش ضروری خیال کرتا ہوں کہ تاریخ اوچ کے مصنف نے ذاتی سوچ کی تکمیل کے لیے بد دیانتی سے کام لیا ہے جو کہ ایک غیر صحتمندانہ طرزِ عمل ہے۔ تاریخ کے کسی بھی مصنف کے لیے کم از کم منصف مزاج ہونا ضروری ہے تا کہ آئندہ نسلوں تک درست معلومات کی فراہمی ممکن ہو سکے۔ تاریخ اوچ کے مصنف نے ان امور کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے دروغ گوئی کا مظاہرہ کیا ہے۔ جس کی درستگی ضروری تھی۔ مندرجہ بالا سطور تاریخ کا ریکارڈ درست کرنے کے لیے درج کی جا رہی ہیں۔

مخدوم حضرت سیّد علاؤالدین احمد شکر بار زندہ پیر
ابنِ حضرت شاہ شمس تبریزی ملتانی m

(آپ مصنف کے جدِامجد ہیں)

ولیٔ کامل سیّد علاؤالدین احمد شکر بار المعروف زندہ پیر ۵۹۰ ہجری کو سبزوارہ ایران میں پیدا ہوئے۔آپ کی والدہ ماجدہ کا اسم گرامی سیّدہ حافظہ جمال تھا۔آپ انتہائی پرہیزگار خاتون تھیں۔ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ سیّد علاؤالدین شکمِ مادر میں تھے۔ایک شخص آیا اور آپ کی طرف رخ کر کے گویا ہوا کہ السلام علیکم یا ولی اللہ۔شکم مادر سے واپس جواب آیا کہ وعلیکم السلام یا خضر ولی اللہ۔اسی سبب آپ کی پیدائش کے بعد آپ کو جنم پیر کے لقب سے شہرت حاصل ہوئی۔آپ کی والدہ کثرت سے تلاوت کلامِ پاک میں مشغول رہتیں تھیں۔

اسی سبب معجزانہ طور پر آپ کو شکم مادر میں ہی حفظِ قرآن کا اعجاز حاصل ہوا۔جب آپ کی عمر پانچ برس ہوئی تو آپ اپنے دادا محدث نائب امام کے ہمراہ ایک ایسی محفل میں

تشریف لے گئے جہاں کم سن بچوں سے قرآن کریم سنا جا رہا تھا۔ آپ کے کم سن ہونے کی وجہ سے محفل کی ابتدا آپ سے کی گئی۔ آپ نے دادا کے حکم سے سورہ سجدہ کی تلاوت شروع کی جب مقام سجدہ آیا تو آپ نے سجدہ بجالایا۔ دیکھنے والے مبتلائے حیرت تھے کہ اس قدر کم سن بچہ اور اس حد خوبصورت آداب قرأت جو یقیناً داد طلب تھے۔ ہرگز کسی عام بچہ سے متوقع نہ تھے۔

بچپن ہی سے آپ کی نظروں میں کمال کی تاثیر تھی۔ عالم یہ تھا کہ اگر کسی جزام کے مریض کو دیکھتے تو وہ فوراً شفایاب ہو جاتا۔ ابتدائی تعلیم چچا عبدالہادی سے حاصل کی۔ نہج البلاغہ (خطبات حضرت علیؑ) بھی حفظ کیا۔ آپ دس سال کی عمر میں ایک عالم باعمل اور ولیٔ کامل مشہور تھے۔ جب آپ کے دادا حضرت سیّد صلاح الدین محمد نور بخش اور والد حضرت شاہ شمس تبریز سفر مصر و شام سے واپس لوٹے تو علاؤالدین احمد شکر بار سن بلوغت کو پہنچ چکے تھے۔

آپ کی شادی آپ کے چچا عبدالہادی کی صاحبزادی نورالانوار سے کردی گئی۔ اسی طرح نصیرالدین سبزواری جو آپ کے بڑے بھائی تھے کی شادی چچا عبدالحسین کی صاحبزادی مطلعِ انوار سے ہوئی۔ یہ شادیاں سنہ ۶۱۴ ہجری کو عمل میں آئیں۔ ۶۱۵ ہجری کو علاؤالدین احمد شکر بار تیسری مرتبہ حج کے لیے روانہ ہوئے (اس سے قبل بھی آپ ایک مرتبہ اپنے دادا اور ایک مرتبہ اپنے والد کے ہمراہ حج اور زیارات نجف، کربلا و کاظمین کا شرف حاصل کر چکے تھے) حج بیت اللہ کے بعد کافی وقت مدینہ منورہ میں گزارا اور پھر مکہ معظّمہ تشریف لاکر مسجد حرام میں عبادت میں مشغول ہو گئے۔

اتفاق سے اسی دوران حاجبِ کعبہ کا انتقال ہو گیا۔ مسئلہ یہ درپیش ہوا کہ حاجبِ کعبہ کا بیٹا کم سن تھا اور یہ ذمہ داری نبھانے سے قاصر تھا۔ اس موقع کو غنیمت جان کر حاجبِ

کعبہ کے بھائی نے مطالبہ کر دیا کہ میرا بھائی (حاجبِ کعبہ) انتقال کر گیا ہے۔اس کا بیٹا کم سن ہے لہٰذا یہ ذمہ داری مجھے سونپ دی جائے جبکہ شیخ مکہ اس کے مطالبہ کے قطعاً حق میں نہیں تھا۔شیخ مکہ کے خیال میں اگر یہ منصب مرحوم حاجبِ کعبہ کے بھائی کو سونپ دیا تو یہ اس کی اولاد میں منتقل ہوتا رہے گا۔جو کہ مرحوم حاجبِ کعبہ کی اولاد سے ناانصافی ہوگی۔اسی پریشانی میں شیخ مکہ کو نیند نے آن لیا۔خواب میں ایک بزرگ وارد ہوئے جنہوں نے شیخ مکہ کو مخاطب کر کے کہا پریشان مت ہو سامنے دیکھ جب سامنے دیکھا تو حضرت علاؤالدین شکر بار کو مسجدِ حرام میں مشغولِ تلاوت پایا۔

اُس بزرگ نے فرمایا کہ جب تک حاجبِ کعبہ کا بیٹا جوان نہیں ہوتا اس شخص کو یہ منصب سونپ دیا جائے۔شیخِ کعبہ جب نمازِ فجر کے لیے مسجدِ حرام میں داخل ہوا تو جناب علاؤالدین احمد شکر بار کو اسی مقام پہ مشغولِ تلاوت پایا جو خواب میں دیکھ چکا تھا۔شیخ کعبہ حضرت کے قریب آ کے بیٹھا اور آپ کو خواب کا پورا حال سنا ڈالا اور آپ کو اس منصب کی پیش کش کی جو آپ نے خوش دلی سے قبول کی۔شیخ کعبہ نے چابیاں آپ کو دی جو کہ آپ نے بسم اللہ والحمدللہ کے ساتھ تھام لیں۔

آپ حاجبِ کعبہ کے لڑکے کے اہل ہو جانے تک یہ ذمہ داری نبھاتے رہے۔ اس اعزاز کی تاریخ کعبہ میں نظیر نہیں ملتی کیونکہ آپ کے بعد اور آپ سے قبل کسی غیر عربی کو یہ منصب حاصل نہ ہو سکا۔آپ کے والد حضرت شاہ شمس تبریز اور آپ کو قادرِ مطلق نے بہت نوازا۔آپ کے والد کو تبریز میں دیدارِ پاک امام علی علیہ السلام نصیب ہوا اور آپ کو جائے ظہورِ امام علیؑ کی زیارت نصیب ہوئی۔جس سے لاکھوں حجاج محروم رہتے تھے۔

مولائے کائنات نے نبیؐ کے ہاتھوں میں آنکھ کھولی۔تلاوت کلامِ پاک کا شرف بھی حاصل کیا۔اور زبانِ نبویؐ چوس کر پہلی گھٹی لی۔اس مقام کے خادم ہونے کا اعزاز پا کر

آپ واپس اپنے وطن روانہ ہوئے۔ ریگستان میں ایک چرواہے سے ملاقات ہوئی۔ آپ نے اس سے نام دریافت کیا جس پر اس نے اپنا نام بھلن بتایا۔ آپ کی نظروں کی تاثیر دیکھ کروہ آپ کا گرویدہ ہوگیا۔ آپ نے کہا کہ میرے ساتھ چلوگے۔ تو کہنے لگا کہ ان بکریوں میں کچھ پڑوسیوں کی ہیں کچھ میری ہیں۔ پڑوسی کی اس کو واپس کردوں اور والدہ سے اجازت طلب کرلوں۔ بکریوں میں موجود ایک بکرے کی طرف اشارہ کر کے آپ نے دریافت کیا یہ کس کا ہے؟ جس پر چرواہ گویا ہوا کہ یہ میرا ہے۔

جس کو ساتھ رکھنے کی ہدایت آپ نے فرمائی۔ چرواہا بھلن بکریوں کا قصہ نمٹا نے اور والدہ سے اجازت لینے کے بعد بکرے کو ساتھ لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ آپ کے ہاتھ پر بیعت کی اور اسلام قبول کیا اور آپ کے ساتھ روانہ ہو گیا۔ راستے میں کھانے کا وقت ہوا تو بکرا ذبح کر دیا گیا۔ سب نے کھانا کھایا اور بکرے کی کھال سے دوعدد نقارے بنائے گئے (نقارہ جنگ کی اطلاع کے لیے بجانے کے کام آتا تھا) آپ کی صحبت اور فیضان نظر کا اثر تھا کہ بھلن شیخ بھلن عربی کے نام سے مشہور ہوا جو ایک بہادر جرنیل اور سپہ سالار بنا جسے بعد از وفات حاجب بابا علاؤالدین احمد شکر بار کے مزار کے سامنے دفن کیا گیا۔ سبزوارہ ایران میں آپ کو سیّد احمد کے نام سے جانا جاتا تھا۔ واپسی پر آپ کا والہانہ استقبال کیا گیا۔ بعدازاں آپ کو سبزوارہ میں بھی حاجب کے لقب سے پکارا جانے لگا۔

○○○

لقب شکر بار کے ملنے کا واقعہ

حاجب حضرت علاؤالدین احمد شکر بار شہر مراکش میں بسلسلہ تبلیغ دین حق تشریف لے گئے۔ واپسی کے سفر کے دوران آپ ایک ضعیفہ کے گھر قیام پذیر ہوئے۔ کچھ وقت کے بعد ضعیفہ اظہارِ شرمندگی کرتے ہوئے گویا ہوئی۔ بیٹا تم سوچ رہے ہو گے کہ میں نے تمہیں کھانے کا نہیں پوچھا۔ دراصل میرے گھر میں کھانے کے لیے کچھ موجود نہیں شکر بہت کم مقدار میں ہے۔ اگر روٹی کے ساتھ پیش کروں تو پانی میٹھا نہیں ہو پائے گا۔ اگر پانی میں ڈال کر شربت بنا دوں تو روٹی کے ساتھ دینے کے لیے کچھ نہیں۔

حاجب علاؤالدین کو اس بوڑھی عورت کی صاف گوئی بہت پسند آئی۔ آپ نے بوڑھی عورت کے پاس کچھ دیر رکنے کا فیصلہ کیا اور کہا، مائی مجھے تو بھوک لگی ہے۔ آپ کے گھر میں جو بھی شکر ہے روٹی پر رکھ کر لے آؤ۔ بوڑھی عورت نے ایسا ہی کیا ساری شکر روٹی پر رکھ کر لے آئی اور سادہ پانی کا گلاس بھی رکھ دیا آپ نے کہا مائی ساری شکر میرے لیے لے آئی ہو اپنے لیے کیا بچا رکھا ہے۔ مائی نے کہا بیٹا ہمارے علاقے میں تبلیغ کے لیے ایک نوجوان

آتا ہے اس کا کہنا ہے کہ مہمان کی خاطر داری کو اوّلیت دو اپنی فکر بعد میں کرو۔

حاجب علاؤالدین احمد نے کہا مائی تم نے اس نوجوان کو دیکھا یا ملاقات ہوئی؟ مائی نے جواب دیا نہیں۔اس پر حاجب علاؤالدین احمد نے کہا مائی تم بھی عجیب ہو صرف سنی سنائی پے یقین کر لیتی ہو۔مائی نے کہا بیٹا اگر بات اچھی اور نیک ہو تو صرف سن کر ہی یقین کر لینا چاہیے۔ہم نے نبی کریمؐ کو بھی تو نہیں دیکھا نہ اللہ کو دیکھا ہے لیکن یقین تو ہے۔آپ نے مائی سے کہا مائی تھوڑی شکر اور لا دو اور کچھ پانی بھی میٹھا کر دو۔مائی آہ بھر کر بولی بیٹا اگر ہوتی تو ضرور لاتی قریب دوکان بھی موجود نہیں ہے۔بہت دور ایک دکان ہے جس سے میں ایک آدھ ماہ میں جا کر ضرورت کی اشیاء لاتی ہوں۔کاش شکر آسمان سے برستی تو مہمان کبھی بنا مدارت کے واپس نہ جاتا۔

حاجب حضرت علاؤالدین احمد نے مسکرا کر کہا مائی آج کے بعد تمہیں شکر لانے نہیں جانا پڑے گا۔۔۔بوڑھی عورت بولی بیٹا! میں اپنے کام کے لیے کسی کو تکلیف نہیں دیتی میں خود کسی روز جا کر شکر لے آؤں گی۔آپ نے کہا مائی تمہیں کہیں نہیں جانا پڑے گا شکر خود تمہارے آنگن میں آجائے گی۔۔۔بوڑھی بولی کہاں سے؟ تو آپ نے فرمایا آسمان سے۔۔۔بوڑھی بولی بیٹا ضعیفہ سمجھ کر مذاق کر رہے ہو۔۔۔آپ نے کہا نہیں مائی شکر تمہارے آنگن میں آئے گی بلکہ آچکی ہے۔

جاؤ لا دو مجھے بھی دو اور اپنے لیے بھی لے لو۔بوڑھی آنگن میں پہنچی تو دیکھا درحقیقت شکر برس رہی تھی۔بوڑھی عورت نے شکر جمع کی آپ کو میٹھا پانی بنا کر دیا۔آپ طعام سے فارغ ہو کر روانہ ہونے لگے تو بڑھیا سے گویا ہوئے مائی تمہارے خیالات نیک ہیں میرے لیے دعا کرنا۔بڑھیا نے کہا بیٹا مجھے اپنا نام بتا دو تا کہ میں تمہارے لیے تمہارے نام سے دعا کر سکوں آپ نے فرمایا مائی شاہ شمس تبریزی کے بیٹے علاؤالدین احمد کے لیے

دعا کرنا۔ روانگی کے بعد بڑھیا کے آنگن میں کافی دیر تک شکر برستی رہی۔ اور اس کے بعد ہر جمعرات کو برسنے لگی۔ لوگوں کو اس بات کی خبر ہوئی تو بہت دور دراز سے اس کرامت کی زیارت کے لیے حاضر ہونے لگے۔ لوگ بڑھیا کے آنگن سے اپنی ضروریات کے مطابق شکر لے جاتے جس سے بیماروں کو شفا نصیب ہو جاتی۔

لوگوں نے بڑھیا سے اس کرامت کی حقیقت دریافت کی تو بڑھیا نے تمام واقعہ سنا ڈالا۔ تحقیق کرنے پر لوگوں کو معلوم ہوا کہ صاحب کرامت ہستی دراصل حضرت حاجب سیّد علاؤ الدین احمد ابن شاہ شمس تبریز ہیں جس کے بعد آپ کو حضرت علاؤ الدین احمد شکر بار (شکر برسانے والے) کے نام سے شہرت حاصل ہوئی۔

۶۶۵ ہجری کو بغداد میں حضرت شاہ شمس تبریزی کی کھال زدنی کا واقعہ پیش آیا اور حضرت شاہ شمس با اجازت امیرِ کائناتؑ ہندوستان روانہ ہوئے۔ ملتان آمد اور کرامتِ سورج کے بعد جب اہلیانِ ملتان نے آپ کا فقید المثال استقبال کیا اور آپ کو ملتان میں رہائش پذیری کی دعوت دی تو آپ نے اپنے بھائی عبدالہادی کو سبزوارہ روانہ کیا کہ میرے اہلِ خانہ کو ملتان لے آؤ۔۔۔ ۶۶۶ ہجری کو آپ کے اہلِ خانہ ملتان پہنچ گئے۔۔۔ حضرت شاہ شمس نے اپنے دونوں بیٹوں کو ہندوستان کے مفصل حالات بتانے کے بعد تبلیغ کے لیے روانہ کیا۔

بڑے بیٹے حضرت سیّد نصیر الدین کو پنجاب، سرحد اور سندھ جبکہ چھوٹے فرزند حضرت سیّد علاؤ الدین احمد شکر بار کو راجستھان، الٰہ آباد، فتح پور، بہادر پور کے علاقوں کے لیے مقرر فرمایا۔ اس عرصہ میں حضرت سیّد علاؤ الدین احمد شکر بار کے ہاں اولاد نہ تھی۔ حضرت شاہ شمس الدین تبریزی کی دعاؤں کے طفیل ۶۶۹ ہجری کو سیّد علاؤ الدین شکر بار کو فرزند عطا ہوا جس کا نام دادا حضرت شاہ شمس نے اپنے نام پر شاہ شمس ثانی رکھا۔ حضرت شمس

الدین ثانی نے عرصہ چھ سال تک اپنے دادا حضرت شاہ شمس تبریز کی صحبت اور آغوشِ محبت میں پرورش پائی اور اسرارِ رموزِ عشق کی دولت سے فیض یاب ہوئے۔

٦٧٥ ہجری کو ولی آلِ محمد حضرت شاہ شمس جعفری سبزواری اس دارفانی سے پردہ پوش ہوئے۔تو پورا ملتان کیفیتِ سوگ میں غرق تھا۔آپ کی تکفین وتدفین کے بعد آپ کی وصیت وخواہش کے مطابق حضرت علاؤالدین احمد شکر بار شہزادہ محمد نکو بار اور صدرالدین نے آپ کے روضہ مبارک کی تعمیر کی۔ان امور کی انجام دہی کے بعد آپ کے حکم کی روشنی میں آپ کے فرزندان آپ کے تجویز کردہ علاقوں کی طرف بغرضِ تبلیغ روانہ ہو چلے۔حضرت علاؤالدین احمد شکر بار پنجاب اور راجستھان کے راجواڑوں سے ملحقہ علاقہ باگڑ کی طرف روانہ ہوئے۔

راستے میں آپ کو یاد آیا کہ حضرت شاہ شمس تبریز کی وصیت کے مطابق ان کے پوتے حضرت شاہ شمس ثانی کا علاقہ تبلیغ الہ آباد ہے۔لہٰذا براستہ الہ آباد سفر اختیار کرتے ہوئے آپ الہ آباد پہنچے اور شہر کے مضافاتی علاقہ میں خیمہ زن ہوئے۔راجوڑا مانکپور کے کچھ وظیفہ خوروں نے راجہ مانکپور سے کہا کہ یہ لشکر آپ پر حملہ آور ہونے کا ارادہ رکھتا ہے۔

راجہ مانکپور نے آپ سے وضاحت طلب کی۔آپ نے بارہا یقین دہانی کرائی لیکن حاشیہ برداروں کے بہکاوے میں آتے ہوئے راجہ کو کسی طور بھی اطمینان نہ ہوا جس پر پہلا معرکۂ جہاد سجا۔مجاہدین اسلام اس بے جگری سے معرکہ آرا ہوئے کہ راجہ مانکپور چند گھنٹوں میں ہی شکست سے دوچار ہوا۔اور قلعہ مانکپور فرزندِ ولی آلِ محمد کے قبضہ میں آ گیا۔ اس کے بعد آپ نے قلعہ راجہ کو واپس کرتے ہوئے باگڑ کا رخ کیا۔جہاں مانکپور کی فتح کی خبر آپ سے پہلے پہنچ چکی تھی۔راجہ جھانجھر ایک معقول انسان تھا۔

اس نے شہر سے باہر آ کر آپ کا استقبال کیا اور عزت وتکریم سے آپ کو محل میں

لے آیا۔آپ کی بیعت قبول کی اور ایک درخواست کی کہ یہ بات میری رعایا سے پوشیدہ رکھی جائے۔آپ نے اس کی درخواست قبول کر لی۔ بعدازاں راجہ جھانجھر نے آپ کو راجہ نہڑ کے کفریہ عقائد سے آگاہ کرتے ہوئے اس کی سرکوبی کے لیے درخواست کی۔

آپ نے راجہ نہڑ کو پیغام بھجوایا کہ اسلام قبول کرے۔ بصورتِ دیگر جزیہ ادا کرے اور نہڑ کے جو افراد مسلمان ہو چکے یا ہوں گے ان کے جان و مال کی حفاظت کی ضمانت دے لیکن طاقت کے نشہ میں چورسری پال نے نہ صرف آپ کی شرائط تسلیم کرنے سے انکار کر دیا بلکہ آپ کو اڑتالیس گھنٹوں میں علاقہ چھوڑنے کا پیغام بھجوا دیا۔ حضرت علاؤ الدین احمد شکر بار کو بخوبی اندازہ ہو چلا تھا کہ جنگ بہر صورت برپا ہو گی۔آپ نے فرزند حسینی ہونے کا حق ادا کرتے ہوے سنتِ حسینی کو زندہ کیا اور اپنے ہمنواؤں سے گویا ہوئے ''جنگ ہو گی جو کوئی اپنے وطن واپس جانا چاہتا ہے کوئی شرمندگی محسوس نہ کرے ہاتھ بلند کر کے اور سامانِ سفر سمیٹ کر روانہ ہو جائے۔ کچھ دیر خاموشی کے بعد کوئی بھی ہاتھ بلند نا ہوا توقف کے بعد آپ نے اصحاب سے سوال کیا جو اس معرکہ حق و باطل میں حصہ لینا چاہتا ہے ہاتھ بلند کرے جس پر تمام موجود افرا نے ہاتھ بلند کیے۔آپ نے فرمایا پھر وعدہ کرو کہ ثابت قدم رہو گے۔سب نے وعدہ کیا اور فضا نعرہ تکبیر،نعرہ رسالت اور نعرہ حیدری سے گونج اُٹھی اور دھرتی مجاہدین حق کی زندہ آوازوں سے لرزہ خیز ہوئی۔

حضرت علاؤ الدین احمد شکر بار نے ایک ماہر سپہ سالار کی صورت میں بنام پنجتن پاکؑ فوج کو پانچ دستوں میں تقسیم کیا اور چار دستوں کو مختلف سمتوں میں روانہ کیا۔آپ نے خود فوج کے مرکزی حصہ میں شمولیت اختیار کی۔جنگی حکمتِ عملی کو نہ سمجھ پاتے ہوئے سری پال کے سپاہیوں نے جب دستوں کو دیکھا تو خیال کیا کہ لوگ علاقہ چھوڑ کر جا رہے ہیں۔

اس کی اطلاع انہوں نے راجہ نہڑ کو دی۔ دوسرے دن شام کو خبر ملی کہ مسلمان شہر

کے عقب میں ابھی خیمہ زن ہیں اور قلیل تعداد میں ہیں۔ ایسی حالت میں انہیں با آسانی مغلوب کیا جا سکتا ہے۔ اگلی صبح کا سورج طلوع ہوا تو طاقت کے نشہ میں چور راجہ ہزاروں پیادوں، گھوڑوں، اونٹوں اور ہاتھیوں کے لشکر سمیت مجاہدینِ اسلام پر حملہ کے لیے آن وارد ہوا۔

راجہ سری پال کا خیال تھا کہ مٹھی بھر مسلمانوں کو کچھ ہی دیر میں مغلوب کر لیا جائے گا لیکن اسے خبر نہیں تھی کہ خونِ حیدری کا ابال اس کے نشہ کو تنکوں کی مانند بہا لے جائے گا۔

کفار نے پہلا حملہ خالی خیموں پر کیا، اور خیموں کو آگ لگا کر عمر سعد لعین سے اپنی نسبت ثابت کی۔ اسی اثناء میں حسینی فوج کے مجاہدین اللہ اکبر، یا رسول اللہؐ اور نعرہ حیدری کی صدائیں بلند کرتے ہوئے کفار کی صفوں پر ٹوٹ پڑے۔ یا علیؑ کی صدائیں اور تلواروں کی جھنکار نے بدر و حنین کی یاد تازہ کر دی اور مٹھی بھر فدائین حق نے جنگ میں جوانمردی کے وہ جوہر دکھائے کہ چشم فلک بھی رشک سے سارے منظر کی داد دینے پر مجبور ہوئی۔ کفار کے لشکر میں ہلچل مچی ہوئی تھی۔ شام کو جنگ کے فریقین لاشیں سنبھالنے کے لیے علیحدہ ہوئے تو معلوم ہوا کہ صرف ۳۰۰ مجاہدین نے جامِ شہادت نوش کیا اور ایک ہزار سے زائد کفار واصلِ جہنم ہوئے۔ کہا جاتا ہے کہ مسلمانوں نے شہداء کی تدفین مکمل کر کے نمازِ عشاء ادا کی جبکہ کفار دوسری صبح تک مردوں کو جلانے کے عمل سے فراغت حاصل نہ کر سکے۔

دوسرا روز بھی حالتِ جنگ میں گزرا اور حاجبِ کعبہ سیّد علاؤ الدین احمد شکر بار کا لشکر غالب رہا۔ تیسری صبح بغیر طبل بجے راجہ کی فوج نے اچانک حملہ کر دیا لیکن سپاہ حیدری نے اس چال کو بھی پسپائی سے دوچار کر دیا۔ کفار کی پچھاڑ دیکھ کر سپہ سالا فوج حسینی حاجب کعبہ علاؤ الدین احمد شکر بار اپنے جوانوں کو مردانہ وار مقابلہ پر دیکھ کر سبحان اللہ، ماشاء اللہ کی صدائیں لگاتے اور جوانوں کے حوصلے مزید بلند ہو کر آسمان کو چھو جاتے۔

میدانِ جنگ مجاہدینِ حق کے گھوڑوں کی ٹاپوں سے لرزتا رہا حتیٰ کہ سری جے پال کے ہاتھی اور اونٹ بے قابو ہو گئے اور اپنے ہی لشکر کو روندنے لگے۔ مسلمانوں کی اس قلیل فوج نے راجہ کے مست لشکر کو کھنڈرات کی طرف دھکیل دیا۔ سری جے پال کو پسپائی اختیار کرنا پڑی اور وہ اپنے خاندان کے افراد اور باقی ماندہ فوج کے ہمراہ فرار ہونے میں بمشکل کامیاب ہوا۔ تیسرے دن کے پہلے حصہ میں جے پال نگر مجاہدینِ اسلام کے زیرِ قبضہ آچکا تھا۔ صدیوں سے بت پرستی کا مسکن رہنے والے جے پال نگر میں مندروں کی گھنٹیوں کی ٹن ٹن کی جگہ آذانوں کی صدائیں گونجنے لگیں اور فضائیں درود و سلام کی صداؤں سے مسحور ہو گئیں۔ توحیدِ الٰہی کا پرچار ہونے لگا۔ ہندوؤں کو امان دی گئی۔ جو شہر چھوڑ کر جانے لگے انہیں اجازت دی گئی کہ وہ اپنے مال و اسباب کے ساتھ بحفاظت کوچ کر سکتے ہیں۔

پیرِ طریقت، رہبرِ شریعت ولی ہند جب وعظ شروع کرتے تو لوگوں پر ایسا اثر ہوتا تھا کہ لوگ جوق در جوق مسلمان ہوتے چلے گئے اور دینِ محمدؐ پھلنے پھولنے لگا۔ یہ علاقہ جو سری پال نگر مشہور تھا۔ اب نہار شریف کے نام سے موسوم ہو گیا۔ ایک شب کا واقعہ ہے کہ جب حاجبِ کعبہ فضائل جہاد اور مقامِ شہادت پر درس دے رہے تھے جو جذبہ شوقِ شہادت سے سرشار مولانا قمر الدین قابلی نے عرض کی کہ یا ولی اللہ ہم مقام شہادت کیونکر حاصل کر سکتے ہیں جبکہ ہم پر حملہ کرنے والے کو آپ کی تلوار پہلے ہی واصل جہنم کر دیتی ہے۔ آپ نے فرمایا اللہ کی رحمت سے کبھی مایوس نہیں ہونا چاہیے وہ خالق چاہے تو تلواروں کے سائے میں بھی مقامِ شہادت عطا نہ کرے اور چاہے تو گھر میں بیٹھے ہوئے یہ مرتبہ عظیم عطا کر دے۔

حدیث نبویؐ میں بھی ہے کہ جو محبت اہلِ بیتؑ میں مرا وہ شہید ہے اور اگر بغضِ آلِ محمدؐ میں مرا تو کافر کی موت مرا۔ اپنے دل میں محبت آلِ بیت کو روشن رکھو تو جس حال میں رخصت ہو گے مقامِ شہادت پر فائز ہو جاؤ گے۔ اگر خالقِ برحق کو منظور ہوا تو ہم سب

منصب شہادت پر ضرور فائز ہوں گے۔ ادھر ولی کامل دعوت و تبلیغ میں مشغول تھے تو دوسری طرف راجہ جھانجھر اور راجہ نہار کے درمیان نہار پناہ شریف پر قبضہ واپس حاصل کرنے پر حکمت عملی طے پا چکی تھی۔ یہ دونوں راجگان سالہ بہنوئی تھے۔ ان کے درمیان اتفاق ہوا کہ مکاری سے چھپ کر اچانک نہار پر حملہ کیا جائے۔

سری پال کی باقی رہ جانے والی فوج اور جھانجھر کی تازہ دم فوج نے اچانک نہار پر حملہ کر دیا اس رات بابا حضرت علاؤ الدین احمد شکر بار نماز شب ادا کر رہے تھے۔ وضو میں مصروف مجاہدینِ حق نے تلوار اُٹھالی اور جواں مردی سے مقابلہ کرتے ہوئے منصبِ شہادت پر فائز ہوئے اور جو نماز ادا کر رہے تھے انہیں یہ سعادت دورانِ نماز حاصل ہوئی۔ حضرت حاجبِ کعبہ سیّد علاؤ الدین احمد شکر بار المعروف زندہ پیر کو بھی حالتِ سجدہ میں شہید کر دیا گیا۔ یہ خبر پھیلتے ہی مسلمان جمع ہوگئے جو دو حصوں میں بٹ گئے۔ ایک گروہ نے مقابلہ کیا اور دوسرا عمائدین کو دفن کرنے میں مصروف ہوگیا۔ عمائدین کے مزارات علیحدہ علیحدہ بنائے گئے جبکہ باقی شہدا کی اجتماعی تدفین کر کے گنج شہدا بنا دیا گیا۔

آپ کی تاریخِ شہادت سنہ ۶۸۷ ہجری بمقام نہار شریف راجستھان عمل میں آئی۔ آپ کی پسندیدہ غذا بکرے کا گوشت اور باجرے کا ملیدہ تھی۔ آپ کے مریدین آج بھی نیاز انہیں دو اجناس کی صورت ہدیہ کرتے ہیں۔

ولی اللہ دے مردے ناہیں کردے پردہ پوشی
کی ہویا جے دنیا وچوں ٹر گئے نال خموشی

(میاں محمد بخش)

آپ کی پسندیدہ سواری ہاتھی کی ہوا کرتی تھی۔ آپ اکثر بھورے رنگ کے ہاتھی پر سوار ہوا کرتے تھے۔ آپ کو سلطان الباکڑ بھی کہا جاتا ہے کیونکہ آپ کے مزار کے

مضافات میں ۱۲ گاؤں آباد ہیں۔ اور ان میں بارہ قومیں آباد ہیں۔ آپ کو ان بارہ قبائل کا حاکم مانا جاتا ہے۔ جے پور بھارت میں آپ کے مزار اقدس سے دور دراز سے زائرین آتے ہیں۔ بیماروں کو لاعلاج امراض حتیٰ کہ کینسر کے مرض سے بھی معجزانہ طور پر شفا نصیب ہوتی ہے۔ آپ کا عرس مبارک ہر سال اسلامی تاریخ کے حساب سے ۲۵ رجب تا ۲۷ رجب تک منعقد کیا جاتا ہے جس میں ہزاروں زائرین حاضری دیتے ہیں۔



حضرت بابا شکر بار m کی نسل میں قائم رہنے والی کرامات

آپ جب کسی جزام والے کو دیکھتے تھے وہ ٹھیک ہو جاتا تھا یہ کرامات نسل درنسل سفر کرتی ہوئی میں مصنف کے پردادا حضرت سیّد عاشق علی کربلائی شیر سوار تک پھر دادا حضرت سیّد غلام عباس شاہ شمسی سبزواری تک قائم رہی۔

آپ m کی کرامتِ عجیب

جس کی بدولت آپ کو زندہ پیر کہا جاتا ہے

آپ کے ظاہری دنیا سے وصال کے بعد بھی آپ بروزِ جمعرات بعداز نمازِ عشاء ہاتھی پر سوار ہو کر ایک قافلہ کے ہمراہ نماز کی ادائیگی کے لیے مدینہ منورہ تشریف لے جاتے ہیں۔ دیرو کے پہاڑوں سے گزرنے کے دوران آپ کا قافلہ واضح طور پر دیکھا جا سکتا ہے اور ہاتھی کی گھنٹی کی آواز واضح طور پر سنائی بھی دیتی ہے۔ آپ کا قافلہ روشنی کے سمندر کا نظارہ پیش کر رہا ہوتا ہے۔ نمازِ جمعہ کی ادائیگی کے بعد مغرب کے بعد آپ نہار شریف تشریف لے آتے ہیں اور لوگ اسی طرح آپ کی واپسی کا نظارہ کرتے ہیں۔



آپ m کی اولاد کا تسلسل

حضرت سیّد علاؤالدین احمد شکر بار المعروف زندہ پیر کو ایک فرزند عطا ہوا جس کا نام خود حضرت شاہ شمس تبریز نے اپنے نام پر شاہ شمس الدین ثانی المعروف خواجگی رکھا۔ حضرت شاہ شمس ثانی خواجگی کا بھی ایک فرزند سیّد اسد اللہ تھا۔ سیّد اسد اللہ کا بھی ایک فرزند سیّد ظہیر الدین سبزواری جبکہ سیّد ظہیر الدین سبزواری کے سات فرزندان بالترتیب سیّد محمد شہاب الدین، سیّد محمد راجی، سیّد مخدوم عالم، سیّد بہاؤالدین، سیّد رکنِ عالم، سیّد حسام الدین اور سیّد لاون شاہ تھے۔ آپ حضرت مخدوم سیّد علاؤالدین احمد شکر بار زندہ پیر ابن حضرت مخدوم شاہ شمس الدین تبریزی ۵۹۰ ہجری کو سبزوارہ ایران میں پیدا ہوئے۔ اور ۶۸۷ ہجری کو بمقام نہار شریف راجستھان میں شہادت پائی۔ آپ کا مزار مبارک نہار شریف راجستھان میں ہے۔

○○○

منقبت ہدیہ عقیدت درشان جدِ پاک

حضرت سیّد علاؤ الدین احمد شکر بار(m)

ہر سمت آرہی تھی صدائے ثناء حق
دیکھا تھا پھر جہاں نے اک معجزہ حق
دنیا میں ایک دین کے مہمان کی آمد
پیدائشی اُس حافظ قرآن کی آمد

آتے ہی جس نے کر دیا ایمان کا اظہار
دنیا میں علمِ حق کے لیے آئے شکر بار

رہتے تھے لحظہ لحظہ عشق علیؑ میں گم
خود کر دیا تھا ذات کو ذاتِ جلی میں گم
دھڑکن پکارتی تھی صدا یا علیؑ یا علیؑ
وردِ زبان تھی اِک ندا یا علیؑ یا علیؑ

ہر دم غمِ حسینؑ میں آنکھیں تھیں اشکبار
دنیا میں علمِ حق کا لیے آئے شکر بار

وہ لشکر حیدری کے تھے سپہ سالار بہادر
سایۂ فگن تھی والی تطہیر کی چادر
پھر دین کی آئی روشنی تیرا جہان میں
پرچم لگایا دین کا ہندوستان میں

ہاتھوں میں لیے عزم کی حیدری تلوار
دنیا میں علم حق کا لیے آئے شکر بار

لڑنے کو منکروں سے وہ تیار ہوئے تھے
کفر اور منافقت سے وہ بیزار ہوئے تھے
نادِ علیؑ پڑھتے تھے وہ دشمن پر ٹوٹ کر
گرتا تھا منکروں کا لہو پھوٹ پھوٹ کر

کوشش سے اُن کی آنے لگی دین پر بہار
دنیا میں علم حق کا لیے آئے شکر بار

وارث شہادتوں کے تھے سو ہو گئے شہید
عاشق تھے عشقِ آلِ محمدؐ میں کھو گئے
وہ خوش نصیب کملی کے سائے میں سو گئے

نعرہ تھا عاشقان کا ہم ہوں تیرے نثار
دنیا میں علم حق کا لیے آئے شکر بار

دنیا کا شہنشاہ تھا حیدر کا وہ فقیر
ابدی حیات پا کے جو کہلایا زندہ پیر
واہ اللہ اولاد میں جاری تمہارا فیض
مانے ہے دل سے دنیا یہ ساری تمہارا فیض

کیا کھل سکے کسی پر تیری ذات کے اسرار
دنیا میں علم حق کا لیے آئے شکر بار

(ہدیہ عقیدت طالب نگاہِ دعا: زوار مخدوم سیّد ذوالفقار علی جعفری شمسی سبزواری)

حضرت مولانا سیّد شمس الدین ثانی خواجگی جد امجد مصنف ابنِ حضرت سیّد علاؤ الدین احمد شکر بار المعروف زندہ پیر m

حضرت مولانا شمس الدین خواجگی ۶۶۹ ہجری کو ملتان میں پیدا ہوئے۔آپ کی والدہ کا اسم گرامی بی بی نور الانوار بنت سیّد عبدالہادی تھا۔آپ کی پیدائش کے موقع پر آپ کے والد سیّد علاؤ الدین احمد شکر بار اور دادا حضرت شاہ شمس الدین تبریز کے ہاں خوشی بصورتِ جشن منائی گئی۔اذاں و اقامت کے بعد آپ کے دادا نے آپ کو اپنی گود میں لیا، چوما اور اپنی زبان آپ کے منہ میں دی اور آپ کو رموزِ عشق و معارف سے نوازا۔۔۔

حضرت شاہ شمس تبریزی کی آپ سے محبت مثالی تھی جس کی وجہ سے آپ کا سیّد علاؤ الدین احمد شکر بار کی اکلوتی اولاد ہونا تھا۔ ۶۶۶ ہجری جب حضرت شاہ شمس ملتان میں موجود ہوئے تو حضرت علاؤ الدین احمد شکر بار نے آپ سے اپنی اولاد سے بابت سوال کیا جس پر آپ نے چند لمحے توقف کے بعد جواب دیا کہ تمہارے ہاں تین سال بعد ایک فرزند

کی پیدائش ہوگی جو میرا ہمشکل ہوگا اور اس کا نام میں اپنے نام پر رکھوں گا۔ ایسا ہی ہوا۔

۶۶۹ ہجری کو علاؤالدین احمد شکر بار ے کے ہاں حضرت شمس الدین ثانی خواجگی کی ولادت ہوئی جو ہو بہو ہمشکل شاہ شمس تبریزی تھے۔ عرصہ چھ سال تک حضرت شمس الدین ثانی خواجگی اپنے دادا جناب شاہ شمس تبریز کی صحبت میں کسبِ فیض سے آشنائی حاصل کرتے رہے۔ ۶۷۵ ہجری کو جب شاہ شمس تبریز نے دار فانی سے پردہ پوشی اختیار کی تو شمس الدین ثانی غم کی کیفیت میں غرق ہوتے چلے گئے۔ آپ نے کلام کرنا چھوڑ دیا۔ اور تُربت شاہ شمس پر بیٹھے رہنا معمول بنالیا۔ ایک سال بعد جب شاہ شمس تبریز کا روضۂ مبارک تعمیر ہو چکا تو بھی آپ دادا کے روضے میں ہی تشریف فرما رہے کسی سے بات نہ کرتے۔

ایک روز حضرت علاؤالدین احمد شکر بار حضرت شاہ شمس تبریز کے روضۂ مبارک میں تلاوت قرآنِ پاک سے فارغ ہو کر گویا ہوئے۔ مرشد و والد گرامی آپ نے ہی شمس الدین ثانی کو تبلیغ کے لیے مقرر فرمایا تھا مگر اس نے تو خاموشی کی چادر اوڑھ لی ہے۔ اس جملہ پر شمس الدین ثانی نے سر جھکا لیا۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے آپ اپنے دادا کی قبر مبارک سے کوئی خاص ہدایت حاصل کر رہے ہوں۔ کچھ دیر بعد سر اٹھایا اور گویا ہوئے ''چلیے بابا جان'' یہ ایک سال بعد آپ کا پہلا کلام تھا۔ دس سال کے سن میں آپ قرآن و حدیث اور رموزِ عشق و معارفت کی منازل طے کر چکے تھے۔

جب حضرت علاؤالدین احمد شکر بار دور دراز علاقوں میں تبلیغِ دین کے لیے سفر اختیار کرتے تو حضرت شاہ شمس الدین ثانی خواجگی حضرت سید صدر الدین ابن شہاب الدین ابن نصیر الدین کے ہمراہ پنجاب و سندھ کے علاقوں کی طرف دعوتِ اسلام کی غرض سے روانہ ہو جاتے۔ آپ نہایت خوش الحانی سے تلاوت فرماتے۔ لوگوں کا ہجوم جمع ہو جانے پر سید صدر الدین آپ کو تلاوت کا کہتے جس پر آپ تلاوتِ کلامِ پاک فرماتے جس کا اتنا

گہرا اثر ہوتا کہ لوگ جوق در جوق دائرۂ اسلام میں داخل ہوتے جاتے آپ کی خوش الحانی کی بدولت محفل پر سکتہ طاری ہو جاتا اور سید صدر الدین وعظ کا سلسلہ جاری فرماتے۔

سید علاؤ الدین احمد شکر بار حضرت شاہ شمس کا روضہ تعمیر کروانے کے بعد ٦٧٩ ہجری کو تبلیغی مشن پر روانہ ہو گئے تھے۔ علاؤ الدین احمد شکر بار تین سالہ تبلیغ کے بعد ٦٨٢ ہجری کو واپس ملتان تشریف لائے اور اپنے بھائی نصیر الدین کی وفات کے قبل آخری چند ایام اپنے بھائی کے ساتھ گزارے۔ ٦٨٢ ہجری کو سید نصیر الدین سبزواری کا انتقال ہو گیا۔ اس وقت شمس الدین خواجگی کا سن مبارک ١٣ سال کو پہنچ چکا تھا۔

سید علاؤ الدین احمد شکر بار اپنے بھائی کی تدفین کے بعد پھر سے سفرِ تبلیغ پر روانہ ہوئے۔ آپ کا سفر ٦٨٣ ہجری سے ٦٨٥ ہجری تک محیط ہے۔ اس کے بعد واپس ملتان تشریف لائے اور ٦٨٦ ہجری میں سید شمس الدین ثانی خواجگی کا عقد ہمراہ بی بی کنیز فاطمہ بنت سید صدر الدین سے کروا دیا۔ آپ کی شریکِ حیات بی بی کنیز فاطمہ کا نام بھی ولی آل محمد حضرت شاہ شمس تبریز نے ہی تجویز کیا تھا اور یہ بھی تجویز فرما دیا تھا کہ اس بی بی کا عقد شمس الدین ثانی خواجگی سے کیا جائے۔

بی بی کنیز فاطمہ کی پیدائش سید صدر الدین ابنِ شہاب الدین ابن سید نصیر الدین کے ہاں ٦٧٠ ہجری کو ہوئی تھی۔ ٦٨٧ کو دورانِ تبلیغ اور جہاد حضرت سید علاؤ الدین احمد شکر بار کو دورانِ نماز شہید کر دیا گیا۔ اس خبر کے ملتان پہنچتے ہی صفِ ماتم بچھ گئی۔ سید شمس الدین ثانی خواجگی نے معہ اہلِ خانہ راجستھان کا سفر اختیار کیا اور اپنے والد کی تربت پر سب سے پہلے پہنچنے کا فریضہ انجام دیا۔ والد کی قبر انور کو سلام کیا اور گویا ہوئے۔ بابا آپ کے ادھورے مشن تبلیغ کو آپ کا بیٹا شمس الدین ثانی پورا کرے گا۔ اس کے بعد آپ دادا حضرت شاہ شمس الدین تبریز کی طرف سے تجویز کردہ علاقوں کی طرف سفر اختیار کر گئے۔

جن میں صوبہ یو۔پی (اتر پردیس) شامل تھا۔آپ نے صوبہ یو۔پی کے شہرالہ آباد کے مضافاتی علاقہ مانک پورکواپنا مسکن بنایا۔دعوت وتبلیغ دین کے پہلے مرحلہ میں آپ نے بچوں کوتعلیم قرآنی سے فیض یاب کرنے کے لیے دریا گنگا کے کنارے کھلی فضا میں تدریسِ قرآن کا آغاز فرمایا۔

لوگ بچوں کومحوِ تدریس دیکھتے تو آپ کے پاس جمع ہو جاتے۔جس کا فائدہ اٹھاتے ہوئے آپ وعظ ونصیحت فرماتے۔آپ کی زبان میں ایسی تاثیر تھی کہ ایک ہی وقت میں سیکڑوں اشخاص داخل دائرۂ اسلام ہو جایا کرتے تھے۔ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک عورت جوآپ کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہوئی تھی اپنے بیٹے کو لے کرآپ کے پاس آئی کہ میرا یہ بیٹا نابینا ہے۔

پڑھ لکھ تو نہیں سکتا چلوآپ کی صحبت میں بیٹھ کر دینِ حق کے متعلق کچھ سن لے گا۔ تو اس کا بھلا ہو جائے گا۔آپ نے اپنا دستِ مبارک بچے کی آنکھوں پر پھیرا تو اس کی بینائی لوٹ آئی۔آپ کی اس کرامت کی بدولت آپ کا شہرہ دُور دور تک ہوا۔اورلوگ آپ سے رجوع کرنے لگے۔آپ تمام آنے والوں کو دعوتِ اسلام دیتے اورلوگ آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کرتے چلے جاتے۔دعوتِ تبلیغ دینِ حق کا یہ سلسلہ دن بدن ترقی کرتا گیا اورلوگ نورِ اسلام سے اپنے قلوب کومنور کرتے رہے۔۶۹۰ ہجری کو حضرت شمس الدین ثانی خواجگی کے ہاں فرزند کی ولادت ہوئی جس کا نام القاب علی المرتضیٰ کی مناسبت سے اسد اللہ رکھا گیا۔جس کے معنی اللہ کا شیر ہے۔

ایک دن آپ دریائے گنگا کے کنارے مصروف تدریس تھے۔ہلکی بارش ہورہی تھی کہ بہت سے لوگ دریا کے کنارے جمع ہونا شروع ہو گئے۔حضرت شمس الدین ثانی نے لوگوں سے دریافت کیا کہ وہ دریا کے کنارے جمع کیوں ہو رہے ہیں جس پر انہوں نے کہا

''ہر سال بارشوں کے موسم میں یہ دریا آبادی کا رُخ کرتا ہے اور اس کی طغیانی ہماری فصلوں کو برباد کردیتی ہے۔

آپ ان لوگوں کو ساتھ لے کر اس مقام پر تشریف لے گئے جہاں سے دریا آبادی کا رُخ کرتا تھا۔ آپ نے دریا کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ ''اے دریا! خواجگی تمہیں حکم دیتا ہے کہ آج کے بعد یہ راستہ تبدیل کرلے اور دوسری طرف راستہ اختیار کر۔ دیکھتے ہی دیکھتے دریا نے اپنا رُخ تبدیل کیا اور دوسری طرف کو مڑ گیا۔ قریب سات ہزار لوگ یہ ماجرا دیکھ رہے تھے۔

اس کرامت کے بعد آپ کو حضرت شمس الدین خواجگی کا لقب دیا اور لوگ آپ کو خواجگی صاحب پکارنے لگے۔ کرامت دیکھنے والوں میں کثرت غیر مسلموں کی تھی جو موقع پر ہی داخلِ اسلام ہوئے۔ اور فلاح پانے والوں میں شامل ہوئے۔ انہی لوگوں میں ضلع راولپنڈی کا ایک خاندان بھی تھا جو کہ یہاں مہمان ہوا تھا۔ جب وہ لوگ بھی مسلمان ہو گئے جب واپس جانے لگے تو آپ کے پاس حاضر ہوئے اور آپ سے عرض کی کہ اے خواجگی صاحب ہمارے علاقہ کے لوگ غیر مسلم ہیں جب ہم واپس جائیں گے تو یہ لوگ ہمیں تنگ کریں گے۔ آپ نے فرمایا تم لوگ واپس جاؤ اگر تمہیں کسی نے تنگ کیا تو میں خود تمہاری داد رسی کے لیے آجاؤں گا۔ وہ لوگ واپس اپنے علاقہ ضلع راولپنڈی آ گئے۔ آہستہ آہستہ جب لوگوں کو ان کے مسلمان ہو جانے کی خبر ہونے لگی تو وہاں کے لوگوں نے ان پر عرصہ حیات تنگ کردیا۔ ایک دن مظالم سے تنگ آکر ان لوگوں نے خواجگی بابا کو پکارا اور گھر کی صفائی ستھرائی کرادی کہ حضرت شمس الدین خواجگی تشریف لائیں گے۔ لوگ اس خاندان کے سربراہ کا مذاق اڑانے لگے کہ یہ کہا کرتا تھا کہ میں جب پکاروں گا میرا پیر آجائے گا۔ یہی کوئی عصر کا وقت تھا کیا لوگوں نے دیکھا کہ ایک پرندہ اڑتا ہوا آرہا ہے جس نے پنجہ میں

ایک دھاگہ پکڑ رکھا ہے اور پیچھے اسی دھاگہ پر حضرت شاہ شمس الدین ثانی خواجگی چلتے ہوئے تشریف لا رہے ہیں۔

یہ کرامت دیکھتے ہی لوگ ششدر رہ گئے اور آپ کی تشریف آوری کے ساتھ ہی آپ کے ہاتھ پر بیعت کر کے دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے۔ تین دن قیام کے بعد جب آپ واپس جانے لگے تو لوگوں نے اصرار کیا کہ آپ واپس نہ جائیں۔ آپ کی یہاں ضرورت ہے۔ آپ نے فرمایا مجھے واپس جانا ہے لیکن اپنی محبت کی نشانی یہ دھاگہ پرندہ یہیں چھوڑ جائے گا۔ وہ دھاگہ آج بھی ان نسلوں سے سفر کرتا ہوا موجود ہے جو ایک جگہ دفن ہے۔ آپ کی تشریف آوری کے دن یہ لوگ اس دھاگہ کو نکال کر غسل دیتے ہیں۔ اور دوبارہ دفن کر دیتے ہیں۔

آپ واپس الٰہ آباد پہنچ کر دعوتِ دینِ حق میں مصروف رہے۔ اس وقت آپ کا فرزند اسد اللہ ۱۸ سال کے سن مبارک کو پہنچ چکا تھا جو کہ حفظِ قرآن کے علاوہ دیگر تعلیمی منازل بھی طے کر چکا تھا۔ آپ نے ایک سادات گھرانے میں اسد اللہ کی شادی کروائی۔ ساری ذمہ داری اپنے بیٹے کے سپرد کر کے آپ عبادتِ الٰہی میں مشغول ہو گئے ۷۰۹ ہجری بروز جمعہ بمطابق ۱۰ شعبان آپ انتقال فرما گئے۔ آپ کا مزار کڑا الٰہ آباد صوبہ اتر پردیش ہندوستان میں واقع ہے۔ آپ کی اولاد برصغیر کے ہر خطہ میں موجود ہے۔

بھارت کے علاقوں فتح پور، جے پور، بہادر پور، الٰہ آباد جبکہ کشمیر میں جموں، ضلع پونچھ، آزاد کشمیر میں پونچھ، باغ اور پاکستان میں لاہور، سیالکوٹ، حیدر آباد اور کراچی میں آپ کی اولاد کثرت سے موجود ہے۔ آپ کے فرزند مخدوم سید اسد اللہ کے ہاں ۷۴۹ ہجری میں ایک فرزند نے جنم لیا جس کا نام مخدوم سید ظہیر الدین رکھا گیا۔ مخدوم ظہیر الدین کے ہاں سات فرزندان نے ولادت پائی۔ جن کے اسمائے گرامی بالترتیب (۱) مخدوم سید شہاب

الدین مبارک (۲) سید محمد راجی شاہ، (۳) سید مخدوم عالم (۴) سید رکن عالم (۵) سید بہاؤ الدین (٦) سید حسام الدین اور (۷) سید لاون شاہ تھے۔

آپ کی تربت مزار پر لکھے ہوئے اشعار

برائے خدائے عزیزانِ من

ترجمہ: خدا کے لیے اے میرے عزیزاں۔

نو یسیّد برگور من ایں سخن

ترجمہ: میری تربت پر یہ شعر لکھ دینا۔

کہ چوں خواجگی در تہہ خاکِ شد

ترجمہ: جس زمین خاک میں خواجگی دفن ہو جائے۔

نگو شد کہ خس گم جہاں پاک شد

ترجمہ: اچھا ہوا کہ وہ سارا جہاں پاک ہوگیا۔



ہدیہ عقیدت

منقبت حضرت مخدوم سید شاہ شمس الدین ثانی خواجگی m

وقارِ ہند ہے تو ہی شمس ثانی ہے
گواہ ہے دہر کہ حیدرؒ کی تو نشانی ہے

تمہارے در پہ جو آیا جھولی بھر کے گیا
ہو لاکھ تیرا مقدر مگر سنور کے گیا
زبانِ خلقِ خدا پر تیری کہانی ہے

وقارِ ہند ہے تو ہی شمس ثانی ہے
گواہ ہے دہر کہ حیدرؒ کی تو نشانی ہے

ترانہ حیدریؒ ہندوستان میں گونجا
تمہارے نام کا ڈنکا جہاں میں گونجا
آلہ آباد میں تیرا کوئی نہ ثانی ہے

وقارِ ہند ہے تو ہی شمس ثانی ہے
گواہ ہے دہر کہ حیدرؑ کی تو نشانی ہے

جہاں میں تو نے لقب خواجگی کا پایا ہے
یہ تاج سر پر تیرے خضرؑ نے سجایا ہے
بجا کہ پیری سے بڑھ کر تیری جوانی ہے

وقارِ ہند ہے تو ہی شمس ثانی ہے
گواہ ہے دہر کہ حیدرؑ کی تو نشانی ہے

جو نعرہ حیدریؑ تیری زباں پہ آیا
پھریرا پرچم غازی کا تو نے لہرایا
سو طے ہے منکر حیدرؑ کی موت آنی ہے

وقارِ ہند ہے تو ہی شمس ثانی ہے
گواہ ہے دہر کہ حیدرؑ کی تو نشانی ہے

نبیؐ کا خاص ہے تو مولا علیؑ کا پیارا ہے
تمہارے بس میں یہ ہندوستان سارا ہے
تو شاہ شمس کا پوتا پدر کا جانی ہے

وقارِ ہند ہے تو ہی شمس ثانی ہے
گواہ ہے دہر کہ حیدرؑ کی تو نشانی ہے

طالبِ دعاونگاہ
زوارمخدوم سیّد ذوالفقار علی
جعفری شمسی سبزواری

حضرت سیّد شاہ حسین جعفری مروندی المعروف سیّد سخی لعل شہباز قلندر m

قلندرِ دوراں سخی لعل شہباز قلندر سے ہر خاص و عام واقف ہے۔آپ کے مرتبہ تصوف کا شہرہ جابجا سنائی دیتا ہے لیکن اگر تاریخی کتب کا مطالعہ کیا جائے تو آپ کے حالاتِ زندگی اور سلسلہ تصوف سے متعلق عجیب وغریب متضاد باتیں ملتی ہیں۔کوئی لکھتا ہے کہ آپ بارہ سال تک کڑاہی میں پک کر لال ہو گئے تو لعل کہلائے۔کوئی آپ کو فلاں کا مرید قرار دیتا ہے تو دوسرا آپ کے سلسلۂ طریقت کو کہیں اور منسلک کرتا دکھائی دیتا ہے۔

یہاں تک بھی سننے کو ملتا ہے کہ شہباز قلندر ملتان گئے اور بہاؤالدین ملتانی کے قدموں پہ جا گرے جس پر انہوں نے قلندر پاک کو اپنی مریدی میں لیا اور لعل شہباز کا نام بھی دیا۔یہ باتیں عام ہیں اور لوگوں کی مقامِ قلندر سے ناآشنائی کا برملا اظہار ہیں۔عقیدت مند اور اندھی عقیدت کا شکار ہوتے ہوتے اس حال تک جا پہنچے ہیں کہ مقامِ قلندر کی معرفت

سے یکسر نابلد ہو چکے ہیں۔

کسی متوازن ذہن میں یہ خیال نہیں آیا کہ مقام قلندر اگر اس قدر آسانی سے دستیاب ہوتا تو عالمِ دنیا میں فقط اڑھائی قلندر ہی کیوں ہوتے دس، بیس یا پچاس کو یہ مقام حاصل کیوں نہیں ہو گیا۔ پھر دوسری بحث یہ بھی ہے کہ فلاں کاظمی ہے اور وہ فلاں گردیزی سے افضل ہے۔ فلاں نقوی فلاں جعفری سے بڑھ کر ہے اور فلاں سبزواری فلاں شیرازی سے سبقت پر ہے۔ بدبختی یہ ہے کہ قولِ محمدؐ کو بھی فراموش کرنے سے باز نہیں رہ سکتے کہ ہم میں پہلا بھی محمدؐ ہے درمیان والا بھی محمدؐ ہے اور ہم سب کے سب (بارہ امام) محمدؐ ہیں۔

جب میں پہلی مرتبہ سہون شریف حاضری کے لیے گیا تو عجیب صورتِ حال پیش آئی ہم جب چادر چڑھانے اور دُعا کے لیے اندر داخل ہونے لگے تو ایک شخص نے آواز دی کہ ادھر آؤ ہم نے کہا جی بھائی آتے ہیں بس دعا کر کے آتے ہیں۔ اس نے جواب دیتے ہوئے پھر کہا ادھر کیا رکھا ہے سب کچھ تو اِدھر ہے۔

مجھے اس کی بات بُری لگی مگر میں خاموش رہا جب ہم چادر چڑھا کر واپس باہر آئے تو میں اس شخص کے پاس جا کر کھڑا ہو گیا۔ میرا خیال تھا کہ شاید یہاں حاضری وسلام کی روایات مختلف ہوں۔ جس سے آگاہی حاصل کر لینا مناسب ہو گا۔ میں نے اس شخص سے پوچھا کہ بتاؤ کیا کہنا چاہتے ہو تو اس نے عجیب بات کہی کہ یہ ساری قلندری حضرت مرشد پاک سخی سرمست کی ہے۔ میں اگر آپ کو سخی سرمست کی کرامات بتا دوں تو آپ حیران ہو جائیں گے۔ حضرت سخی سرمست جب مستی میں آ جاتے تھے تو اپنا سر ہتھیلی پر رکھ کر دھمال ڈالتے تھے اور دمادم مست قلندر کی صدائیں بلند کرتے تھے۔ میں اس کی بات سن کر مسکرایا وہ

حاشیہ: حضرت سخی لعل شہباز قلندر اور بہاؤالدین زکریا کی عمر میں ۳۰ سال کا فرق ہے۔ بہاؤالدین قلندر پاک سے ۳۰ سال چھوٹے ہیں۔ قلندر پاک کی تاریخ ولادت ۵۳۸ جب کہ بہاؤالدین زکریا کی تاریخ ولادت ۵۶۸ ہے۔

پھر گویا ہوا ہاں بھائی میں سچ کہہ رہا ہوں۔ میں نے کہا سنو بھائی قلندر کے در پر رہ کر اور قلندر کا کھا کر ایسی باتیں بنانا کہاں کی عقیدت ہے۔ فوراً غصہ میں آ گیا اور کہنے لگا میں نے کچھ غلط تو نہیں بولا۔ اس پر میں نے جواب دیا۔ سخی سرمست قلندر جب دمادم مست قلندر کہہ کر دھمال ڈالتے تھے اور سر جدا ہو جاتا تھا تو آپ بتاؤ جس قلندر کے نام میں اتنی طاقت ہے کہ سر جدا ہو کر حالتِ دھمال قائم رہے اس قلندر پاک کے بارے میں یہ کہنا کہ ادھر کچھ نہیں سب اُدھر ہے یقیناً مضحکہ خیز بات ہے۔ حضرت سخی سرمست میرے لے سر کا تاج ہیں مگر تمہاری ہرزہ رسائی سے سخی سرمست کو خوشی نہیں بلکہ رنج ہوتا ہوگا۔ میری اس گفتگو سے وہ شخص خاموش ہو گیا۔ اور ہم نے اپنی راہ لی۔

مقامِ قلندر ایسے ہے جیسے مولائے کائناتؑ اور آئمہؑ کے بعد ابوزر، قنبر اور میسم ہیں۔ جس طرح محمدؐ پاک علم کا شہر اور علیؑ اس کا دروازہ ہیں بالکل اسی طرح آئمہ علم کا شہر اور قلندر دروازہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ قلندر نائب امام ہوتا ہے اس کا ہر عمل آئمہ کا حکم تصور ہوتا ہے۔ اور قلندر کا سلسلہ فیض کسی پیر کا محتاج نہیں ہوتا بلکہ یہ بذریعہ آئمہ معصومینؑ علی المرتضیٰؑ سے متصل ہوتا ہے۔ قلندر فرماتے ہیں:

من آں درم کہ در بحر جلال اللہ بود استم

ترجمہ: میں جلالِ الٰہی کے سمندر کا دروازہ ہوں۔

نہ تو ظاہری طور پر قلندر کسی کا مرید ہو سکتا ہے نہ شاگرد ثبوت کے طور پر اگر قلندر کا غسل، کفن اور تدفین کسی عام آدمی کے ہاتھوں عمل پذیر نہیں ہو سکتی تو وہ کسی کا شاگرد کیونکر ہو سکتا ہے۔ قلندر پاک سخی لعل شہباز قلندر نے اپنی تدفین و تکفین سے متعلق خود فرمایا دیا تھا کہ ایک عالی جناب تشریف لائیں گے وہی میرا غسل و کفن انجام دیں گے اور جنازہ بھی پڑھائیں گے۔ ایسا ہی ہوا ایک عالی جناب تشریف لائے غسل کفن دیا اور جنازہ پڑھایا جو

سب کے سامنے ہوا مگر کوئی نہیں جانتا تھا کہ وہ ہستی مبارک کون تھی۔ اگر غسل کفن، دفن اور جنازہ پڑھانے والی ہستی کو کوئی نہیں پہچان سکا تو تعلیم پر اور معلم کا پتا بتانا کسی کے بس میں کیونکر ہوسکتا ہے۔ اگر کوئی مولوی قلندر کا جنازہ پڑھانے کا اہل نہیں ہوسکتا تو قلندر کا استاد کیونکر ہوسکتا ہے۔ مقام افسوس ہے جس نے جو سنا لکھ مارا نہ تحقیق کی زحمت کی نہ ہی مقام کو سمجھنے کی تکلیف مناسب سمجھی۔

غضب تو یہ ہے کہ لکھ مارا کہ لعل شہباز قلندر بارہ سال تک گرم تیل کے کڑا میں پکتے رہے اور سرخ ہو گئے جس پر انہیں لعل کہا جانے لگا۔ عقل کے ماروں نے یہ تک غور نہیں کیا کہ سرخ والا ''لال'' ہوتا ہے جبکہ شہباز قلندر ''لعل'' ہیں۔ ''لعل'' کا معنی سرخ نہیں بلکہ موتی ہے۔ جو الفاظ کا فرق سمجھنے سے قاصر ہو وہ مولوی اور قلندر میں فرق نہ کر سکے تو اس سے کسی طرح کا شکوہ کرنا بھی ناانصافی ہے۔ ہاں پڑھنے والوں اور تعین کرنے والوں کی عقل پہ ماتم واجب تصور ہوگا۔

آپ قلندر پاک کا کڑا میں عرصہ ایک روایت کے مطابق ۱۲ سال بتایا جاتا ہے۔ آپ کے تیل کے کھولتے کڑاہ میں پکنے کی وجہ لقب لعل پانا نہیں تھا بلکہ اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ کے والدِ محترم سیّد ابراہیم کبیر الدین کو حضرت کریم کربلا الصلوۃ والسلام نے حکم دیا کہ جاؤ اور شادی کر لو آپ نے عرض کی کہ یا مولا کریم میں آپ کا روضۂ مبارک چھوڑ کر کیونکر جا سکتا ہوں۔

تو امام حسین علیہ صلوٰۃ والسلام کی طرف سے جواب ملا کہ جب میرے نانا محمدؐ معراج پر تشریف لے گئے تو آپ کی ملاقات ایک پاک مست روح سے ہوئی آپؐ نے دعا فرمائی تھی کہ اے پاک پروردگار اس کو میرے حسینؑ کی نسل میں شامل کر میرے نانا محمدؐ کی دعا سے اس لعل کو تمہارے گھر تشریف لانا ہے۔ یہی وہ ہستی ہے جو ایسی منزلت حاصل کرے گی

کہ دین محمدؐ کومنور کرنے والی روشنی سے دہر کومنور کردے گا اور یہی وہ شہباز بنے گا جو تبلیغ دین کے لیے جابجا محو پرواز رہے گا یہی وجہ ہے آپ کے القابات لعل اور شہباز کی جو امام حسین صلوٰۃ والسلام نے آپ کے والد سے ارشاد فرمائے۔

آپ قلندر پاک کا اصل اسمِ گرامی مبارک شاہ حسین تھا۔ بعدازاں جب آپ کے نانا نے اس زمانہ کوسادات کش پایا تو مصلحتاً آپ کا نام تبدیل کر کے عثمان رکھ دیا کہ شائد بوجہ اس نام مقدس کے کوئی بغض کی بنیاد پر آپ کو ایذا نہ پہنچادے۔ قلندر پاک کے والد بزر بزرگوار کا روضہ امام کریم کربلا کے روضہ کے قریب احاطہ حرم میں موجود ہے۔

آپ محترم کو ابراہیم جوابی کے لقب سے بھی شہرت حاصل ہے آپ کے لقب جوابی کی حقیقت کچھ یوں بیان کی جاتی ہے کہ آپ کو کریم کربلا کے روضہ پر سلام اور کسی بھی کیے گئے سوال کا جواب ملتا تھا۔ جبکہ آپ کا پورا اسمِ گرامی سیّد ابراہیم کبیرالدین کربلائی ہے اور آپ کے والد حضرت سید شمس الدین بت شکن نجف اشرف میں مدفون ہیں۔ سید شمس الدین بت شکن اپنے دور کے کامل ولی اور مستند عالم دین تھے۔ سید شمس الدین بت شکن کے والد سید نور محمد سبزواری کا روضۂ مبارک سبزوارہ ایران میں ہے۔

سید محمد نور سبزواری کے والد ماجد سید احمد سبزواری کا روضہ بھی سبزوارہ ایران اور سید احمد سبزواری کے والد سید ہادی سبزواری کا روضہ بھی سبزوارہ ایران میں ہے اور ان کے والد سید احمد کا روضہ بھی قاہرہ میں واقع ہے۔ سید ہادی کے والد سید مہدی اور سید مہدی کے والد سید محمد قاہرہ میں مدفون ہیں۔ سید محمد کے والد منتخب باللہ یمن میں جبکہ منتخب باللہ کے والد عبدالمجید بت شکن کا مزار طین مصر میں واقع ہے۔ عبدالمجید بت شکن کے والدِ ماجد سید غالب الدین محمد آباد عراق جبکہ سید غالب الدین کے والد سید محمد منصور خاقانی بھی محمد آباد عراق میں ہی مدفون ہیں۔

سید محمد منصور کے والد جناب سید محمد اسماعیل ثانی کا روضہ بھی محمد آباد عراق میں ہی موجود ہے۔ سید محمد اسماعیل ثانی کے والدِ محترم جناب سید محمد عریضی کا روضہ محمد آباد میں ہے۔ یہ علاقہ بھی آپ کے نام محمد آباد کے نام سے موسوم ہے۔ سید محمد عریضی کے والد مکرم جناب سید محمد اسماعیل قطب جنت البقیع میں مدفون ہیں اور سید محمد اسماعیل قطب کے والدگرامی جناب امام جعفر صادق علیہ السلام بھی جنت البقیع میں اور آپ کے والد امام محمد باقر علیہ السلام کا گہوارہ نور مزار اقدس بھی جنت البقیع میں ہے۔

آپ کے والد گرامی معتبر امام زین العابدین علیہ السلام بھی جنت البقیع میں موجود ہیں۔ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کا گلوبند جو پتھر کا تھا کو حاصل کرنے کے لیے شہباز قلندر نے تیل کے کڑھا میں چھلانگ لگا لی۔ روایت کے مطابق آپ قلندر بارہ سال تک کھولتے تیل کے اس کڑھے میں رہے اور اسی کی بدولت قلندر ہونے کی سند پائی۔

حقیقت حال کچھ یوں تھی کہ آپ کے والد مکرم سید ابراہیم کبیر الدین کربلائی المعروف ابراہیم جوابی نے حکم دیا کہ ہزاروں لوگ اس گلوبند کی خواہش لیے اس کڑھے میں بھن گئے۔ تم جاؤ اور یہ گلوبند حاصل کر کے مولا امیر کائنات کے قلندر بن جاؤ۔ آپ نے مزید فرمایا جاؤ ہمارے طالب بابا جمال مجرد سے دونوں امانتیں (گلوبند اور اعصا) حاصل کرو۔ یہ دونوں امانتیں بابا سید جمال مجرد نے ابراہیم کبیر الدین سے حاصل کی تھیں۔ حضرت سید جمال مجرد کا سلسلۂ نسبت جناب امام عالی مقام امام رضا علیہ السلام سے ملتا ہے۔ (بحوالہ کنز النساب، ملفوظِ کمالیہ۔۹۰۰ ہجری) شجرہ کا تسلسل اور مزارت مبارک کا سلسلہ آگے بڑھاتے ہوئے امام زین العابدین کے والد طاہر جناب امام عالی مقام امام حسین کا روضۂ مبارک کربلا معلیٰ اور آپ کے والد ماجد و مکرم امام علی علیہ السلام نجف اشرف میں جلوہ

افروز ہیں۔

واضح طور پر قلندر پاک کا شجرۂ نسب بھی ہے اور قلندر کا شجرہ طریقت بھی یہی ہے۔ جو یہ ثابت کرتا ہے کہ قلندر پاک کو ہرگز گوارہ نہیں کہ وہ اپنے مرتب سے زیباہی کمتر کسی کو مرشد بنالے۔ مقامِ قلندر کو سمجھنے کے لیے کچھ اہلِ علم اور اہلِ تصوف اور معتبر حضرات سے مدد لیتے ہیں۔

مشہورِ زمانہ عالم دینِ حق مولانا جلال الدین رومی حضرت شاہ شمس تبریز کے مرتبہ کے متعلق فرماتے ہیں:

مولوی ہرگز نہ شد مولانا روم
تا غلام شمس تبریزی نہ شُد

ترجمہ: مولوی کسی طور پر بھی مولانا روم نہ ہوتے اگر وہ شمس تبریزی کی غلامی اختیار نہ کرتے۔

مولانا روم کے اس شعر سے مقامِ شمس کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ آپ کی علمی استعداد کس قدر بلند ہے۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت شاہ شمس تبریز اس قدر بلند مقام رکھتے ہوئے قلندر پاک لعل شہباز قلندر کے متعلق کیا اظہار فرماتے ہیں:

عجیب دیدم بدرگاہِ قلندر نجف چوں مشہد نورِ منور
طوافِ تربت شاہ سرور ثواب عاصیاں راحجِ اکبر

یہاں ولی آلِ محمدؐ قلندر پاک کی تربت کے طوائف کیے تو آپ کو حجِ اکبر کا درجہ دیتے ہیں۔ مزید دیکھتے ہیں کہ سخی لعل شہباز قلندر خود اپنے بارے میں کیا فرماتے ہیں:

حیدری ام قلندر ام مستم
بندۂ مرتضٰی علیؑ ہستم

پیشواء تمام رندانم

کہ سقے کوئے شیر یزدانم

ترجمہ: قلندر پاک فرماتے ہیں کہ میں حیدری ہوں مست قلندر ہوں، علی المرتضیٰؑ کا غلام ہوں ۔تمام جامِ ولایت کے طلب گاروں کے لیے ساقی کا درجہ رکھتا ہوں ۔ وجہ یہ ہے کہ حضرت امیر کائنات کی گلی ولائیت کا ماشکی ہوں ۔

یہاں ایک عقدہ بیابانگِ دہل کھلتا ہے کہ عالمِ دین کے لیے ولی آل محمدؐ اور ولی کے لیے قلندر کا سہارا ضروری ہے اور جب قلندر کا بیان صاف فرما رہا ہے کہ تمام طالبان فیض ولایت کے لیے پیشوا، وراہنما کا درجہ رکھتا ہوں تو غیر محتاط مؤرخین کا یہ کہنا کہ قلندر پاک کو سندھ میں داخل ہونے کے لیے کسی کی اجازت درکار تھی ۔سراسر لغو بیانی کے سوا کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ عام فہم بات ہے کہ جرنیل کو کسی بھی ذیلی درجے کے مرکز کا دورا کرنے کے لیے صوبیدار کی اجازت درکار نہیں ہوتی بلکہ اسے اطلاع دینی ہوتی ہے کہ ہمارا استقبال کرواور اہتمام کرو کہ ہم نے وہاں آنے کا فیصلہ کرلیا ہے۔

مزید وضاحت کے لیے سیرت بوعلی قلندر کے مصنف ارتضیٰ کرمائی اپنی تصنیف کے صفحہ نمبر ۱ے پر تحریر کرتے ہیں کہ نفسحات الانس میں تحریر ہے کہ مولانا رومی کی خدمت میں کسی نے امامت کی درخواست کی اسی محفل میں شیخ صدرالدین قونوی بھی موجود تھے۔ مولانا رومی نے جواب دیا کہ ہم ابدال لوگ ہیں کہیں بھی آجا سکتے ہیں ۔قابلِ ذکر بات ہے کہ اگر مولانا روم ابدال ہیں تو ان کے آقا و مرشد شاہ شمس کس مرتبہ کمال پر فائز ہوں گے اور قلندر کا مرتبہ کس قدر فضیلت کا حامل ہوگا۔ جس کے لیے شمس تبریزی فرماتے ہوں کہ تربت قلندر کا ایک طواف حجِ اکبر کا ثواب رکھتا ہے۔

قارئین کی راہنمائی کے لیے مزید تحریر ہے کہ جس کتاب سے ارتضی کرمانی نے یہ

واقعہ لیا ہے وہ مولانا عبدالرحمان جامیؒ کی تصنیف نفحات الانس ہے جو ایک مستند تصنیف تصور کی جاتی ہے۔ موضوع کو واپس گرفت میں لیتے ہوئے قلندر پاک کی مشہور زمانہ رباعی میں ایک بڑی غلط فہمی کا بھی ازالہ کرتا چلوں جو آج بھی پڑھنے، سمجھنے والوں سے سوال کر رہی ہے۔ شعر فہم اور ادب سے وابستہ افراد یقیناً اس کاوش کو اگر نظر انصاف دیکھیں تو اس تحقیق پر دادِ تحسین میرا حق ہوگا۔ قلندر پاک رباعی کے تیسرے مصرعہ میں خود کو تمام رندوں کا پیشوا بتا رہے ہیں کہ میں تمام ولایت کے طالبان کو مے ولایت پلانے والا ہوں۔ تو دوسرا مصرہ میں سگ کا استعمال نہ صرف مقام قلندر کے منافی ہے بلکہ شعری ضابطوں کی بھی کھلی نفی ہے بلکہ قبل کے مصرع کی مناسبت سے قلندر خود کو علی المرتضیٰؑ کے کوچہ ولایت کا ماشکی ہوں اور ماشکی سقہ ہوا کرتا ہے نہ سگ۔

اور شعر فہم حضرات بخوبی آگاہ ہیں کہ ربط کا تقاضا بھی یہی ہے کہ پلانے والا سقہ یعنی ماشکی ہی مناسب ترین استعمال ہے نہ کہ سگ (کتا) پلانے کے معاملے سے کسی طرح میل کھاتا ہے۔ یہ تاریخی مغالطہ ہے جس کو بعد از عمیق تحقیق پورے خلوص و نیت سے تحریر کر دیا گیا ہے جو کہ ایک ضروری امر تھا۔ روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ حضرت غازی عباس علمدار کا ایک لقب سقہِ سکینہ یعنی ''سکینہ کا ماشکی'' یعنی بی بی طاہرہ سکینہ کو پانی پلانے والا۔ تو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ پلانے والا ''سقہ'' یعنی ماشکی ہوا کرتا ہے نہ کہ سگ (کتا) ہوا کرتا ہے۔ مرتبہ قلندر کو سمجھنے کے لیے حضرت سخی شہباز قلندر کے ذیل اشعار مقامِ قلندر پر بزبانِ قلندر خوب روشنی ڈال رہے ہیں:

دو صد کُہن کر دم لباسِ فقر بو شیدم
بر آن برج من بودم ہزاراں یک رسد مستم

ترجمہ: ''کہ میں نے دو صدیوں تک لباس پرانے کر ڈالے پھر فقر کا لباس پہنا میں اس

برج پر تھا جہاں ہزاروں میں سے ایک پہنچتا ہے۔‘‘

بلاشبہ ایسا کلام قلندر پاک کو ہی زیب ہے اور وہی اس دعویٰ کے بہتر حقدار بھی ہیں۔ تو اس سے بڑھ کر کیا ناانصافی ہوگی کہ آپ قلندر زماں سے من گھڑت بیعت اور شاگردیاں منسوب کر رہے ہیں۔ جن کا آپ کے مرتبہ اقدس سے دور دور تک کوئی رابطہ وواسطہ دکھائی نہیں پڑتا۔ جیسا کہ سید بوعلی قلندر از ارتضٰی کرمانی صفحہ نمبر۔۔۔ کہ بوعلی قلندر ایک مستند عالمِ دین تھے۔ جو کہ شعبہ درس وتدریس سے منسلک تھے۔

ایک دفعہ ایک مجذوب نے آپ کو کہا کہ اے شرف دین تم جس مقصد کے لیے پیدا کیے گئے ہو وہ اور ہے اس پر آپ نے اپنی تمام کتب دریا برد کر دیں اور لباس فقیری اختیار کیا۔ لعل شہباز قلندر کے متعلق مصنف مذکورہ اپنی اسی تصنیف میں تحریر کرتے ہیں کہ حضرت سخی لعل شہباز قلندر نے رموز تصوف حضرت بوعلی قلندر کی خدمت میں رہتے ہوئے سیکھے۔ ایسے ہی خیالات کا اظہار محمد حسیب قادری اپنی کتاب سیرت بوعلی قلندر کے صفحہ نمبر ۹۶ پر تحریر کرتے ہیں۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ حضرت لعل شہباز قلندر کی تاریخ پیدائش آپ کی خاندانی کتاب ملفوظ کمالہ میں ۵۳۸ ہجری درج ہے اور اسی طرح تاریخ وفات ۶۵۰ ہجری ہے اور یہی تواریخ علاوہ اور ملفوظ کمالیہ، کنز النساب، گلزار شمس، لعل شہباز، دیوانِ قلندر، قلندر نامہ، قلمی مکتوبات میں بھی درج ہیں اب آگے دیکھئے حضرت بوعلی قلندر کی تاریخ ولادت ۶۰۵ ہجری اور وفات ۷۲۴ ہجری بتائی جاتی ہے۔ اس حساب سے جب حضرت بوعلی قلندر پیدا ہوئے تو سخی لعل شہباز قلندر کی سن ۶۷ سال تھی اور آپ اس سن میں ایک مجتہد اور قلندر کا مرتبہ حاصل کیے ہوئے تھے اور جب لعل شہباز قلندر کی وفات ہوئی تو بوعلی قلندر کا سن ۴۵ سال تھا۔ اور لعل شہباز کا سن بوقت وصال ۱۱۲ سال بنتا ہے۔ دوسری طرف بوعلی قلندر ابتدائی

عرصہ میں تعلیم حاصل کرتے رہے۔ پھر درس وتدریس سے منسلک رہے۔ پھر کسی نامعلوم مجذوب کی ہدایت پر کتابیں دریا برد کر کے دریا میں چلہ کش ہوئے اور عرصہ ۳۶ سال کی مسلسل دریا میں چلہ کشی کے نتیجہ میں بوعلی کا خطاب بھی ملا اور مقامِ قلندر بھی حاصل کیا۔

اگر آپ کی تعلیم ایک عالمِ دین اور مدرس بنتے تک ۲۰ سال تک محیط ہو جو کہ ممکن نہیں کیونکہ ۲۰ سالہ نوجوان اس زمانہ میں عالمِ دین اور مدرس نہیں ہو سکتا تھا اور پھر تدریس کا عرصہ شامل کر لیا جائے جس میں ۳۶ سالہ چلہ کشی بھی شامل کر لی جائے تو یہ عرصہ تقریباً ۹۰ سال پر محیط بنتا ہے جبکہ لعل شہباز قلندر کی وفات کے وقت بوعلی قلندر صرف ۴۵ سال کی سن کو پہنچے تھے۔

پھر بھلا سخی لعل شہباز قلندر بوعلی قلندر سے کسبِ فیض اور علم تصوف اور فیوض و برکات کیونکر حاصل کر سکتے ہیں اگر اوائل عمری بوعلی اور آخری حصہ میں لعل شہباز قلندر اور بوعلی قلندر کی ملاقات ہوئی ہو تو اس دور میں بوعلی بوعلی قلندر نہ تھے جبکہ شرف الدین تھے اور شاہ حسین سخی لعل شہباز قلندر مرتبہ قلندری پر فائز تھے تو پھر لعل شہباز قلندر فیض حاصل کرنے والے ہرگز نہیں ہو سکتے بلکہ فیض تقسیم کرنے کا مرتبہ حاصل کر چکے تھے۔

آپ لعل شہباز قلندر تمام سالکین کے پیشواء کا درجہ پا چکے تھے جبکہ شرف الدین ابھی درس وتدریس میں مشغول ہوئے ہوں گے۔ اگر بوعلی اور لعل شہباز کی ملاقات کے وقت بوعلی کی سن ۲۵ سال بھی فرض کر لی جائے تب بھی لعل شہباز قلندر کا سن ۹۲ سال بنتا ہے اور حضرت لعل شہباز قلندر کا بوعلی قلندر کی خدمت میں رہنا بعید از قیاس ہے۔ اسی طرح کی بہت سی من گھڑت روایات مصنّفین نے چند نامعلوم مؤرخین کا حوالہ دے کر قلندر پاک سے منسوب کر دی ہیں۔ جن میں نہ مورخین کا کوئی تعارف موجود ہے اور نہ ہی کسی مستند کتاب کا حوالہ دیا گیا ہے۔ بعض مقامات پر قلندر زمان حضرت لعل شہباز قلندر کی بیعت اور مریدی کا

سلسلہ بعض ایسے حضرات سے منسوب کیا گیا ہے جو قطعاً ثابت شدہ نہیں ہوسکتا۔ حالانکہ خود ارتضٰی کرمانی اپنی کتاب سیرت بوعلی کے صفحہ ۲۹ پر درج کرتے ہیں کہ " قلندر وہی ہے جس کو سردار سلاسل حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فیض وشرف تعلیم حاصل ہو" اور پھر کئی مواقعوں پر مصنف مذکورہ لعل شہباز قلندر کے حوالہ سے اپنی اس بات کی نفی کرتے پائے گئے ہیں۔ اسی طرح کی غیر مصدقہ اور غیر محتاط روایات میں درج ہے کہ جب قلندر پاک ملتان پہنچے تو بہاؤالدین زکریا ملتانی کے قدموں پر گر پڑے۔ بہاؤالدین نے اٹھایا اور سینے سے لگایا:

حالات کے قدموں میں قلندر نہیں گرتا
گر جائے ستارہ تو زمین پر نہیں گرتا
گرتے ہیں سمندر میں بڑے شوق سے دریا
لیکن کبھی دریا میں سمندر نہیں گرتا

اسی طرح کہا جاتا ہے کہ قلندر پرواز کر رہے تھے تو کسی پیر صاحب نے انہیں زمین پر اتارا اور آپ کے پر کاٹ دیئے۔ آپ عرصہ پانچ سال تک وہاں پانی بھرتے رہے اس کے بعد آپ کو پر واپس کر دیئے اور کہا کہ آئندہ کبھی ایسی جسارت نہیں کرنا۔ ایسی لغویات سے مقام قلندر کی کھلم کھلا توہین کا ارتکاب کیا گیا ہے۔

حضرت لعل شہباز قلندر اپنے سلسلہ طریقت کو اپنے اشعار میں خود واضح کیے دے رہے ہیں جس کے بعد کسی کو شک دامن گیر نہیں ہوتا۔ شعر ملاحظہ ہوں:

پیر من شاہ من اللہ من است
نور ایمان حب شاہ من است

ترجمہ: علی المرتضٰیؑ میرے رہبر اور اللہ کی جانب سے میرے پیر میں۔ مولائے کائنات کی محبت ہی میرے ایمان کی روشنی ہے۔

سایہ لطف او پناہ من است
صادقم شاہ من گواہ من است

ترجمہ: ان کی مہربانی کا سایہ میرے سر پر میں سچ کہتا ہوں کہ میرے مولا میری سچائی کے گواہ ہیں۔

ان اشعار میں آپ نے اپنے مرشد کا اعلان کردیا ہے۔ اگر آپ کے عربی و فارسی کلام کا مطالعہ کیا جائے تو آپ کے مرشد سے متعلق واضح اشارے موجود ہیں۔ آپ ولی مادرزاد قلندر ثابت ہیں۔ آپ کے اشعار آپ کو بے مثل ثابت کرتے ہیں۔

بے چوں بے چگونم بے شبہ بے نمونم
برفراز آں کہ چونم مطلب تو آشیانم

ترجمہ: میں بے مثل ولاجواب ہوں۔ عقل کی پرواز سے بالاتر ہوں۔ میرے جیسا کوئی نہیں ہے۔ میں ایسی بلندی پر ہوں جہاں میں نے خود کو محفوظ کرلیا ہے۔ اے محبوب گویا میں نے آپ کو ہی اپنی ذات کا ملجا و مرکز بنالیا ہے۔

اسرارِ خرابات بہ مستانِ خرابات
خفاش چہ داند کہ بہ خورشید سواریم

ترجمہ: مرشد کامل کی درگاہ کے راز ہیں مستانوں کے راز ہیں۔ چمگادڑ سورج پر سواری کرنے والوں کو کیا سمجھ پائیں گے۔

یہاں قلندر نے خود ہرزہ رسائی کرنے والوں کی اوقات واضح کردی ہے۔ ارتضیٰ کرمانی نے مقامِ قلندر کے حوالہ سے سیرت پاک بوعلی شاہ قلندر کے حوالہ سے صفحہ نمبر ۷۵ پر شاہ حسین بلخی کا ایک خوبصورت شعر درج کیا ہے جو مقامِ قلندر بیان کررہا ہے۔ اور بہت سے مندرجات کتاب ہذا اس مقام کو نفی پر منتج بھی ہیں جو کہ قابلِ مذمت تضاد ہے۔

قلندر کے بیاید در عبارت

قلندر کے بلخد در اشارت

ترجمہ: قلندر کا مرتبہ بیان کرنا ناممکن ہے اور قلندر تعریف و توصیف سے بلند ہے۔ قلندر خود فرماتے ہیں کہ:

در عقل نہ گنجیم کہ آں نور خدایم

در فہم نہ آیئم کہ بے نام نشائیم

ترجمہ: ''میں وہ خدائی نور ہوں جو عقل میں نہیں سما سکتا اور نہ ہی کوئی ہمارا نشان تک پا سکتا ہے۔''

درج بالا اشعار سے واضح ہوتا ہے کہ مقامِ قلندر کسی عام ذہن کی سمجھ میں نہیں سما سکتا اور جب کوئی اسے فہم میں لانے کی جسارت کرے گا تو نتیجہ ایسے ہی بے جوڑ مندرجات سامنے آئیں گے جیسے کہ مذکورہ کتابوں سے بطور حوالہ پیش کیے گئے ہیں۔ دراصل اولیاء کرام معرفت مناصب کا فہم و ادراک رکھتے ہیں۔ ان کے ہاں درجات کی نفی موجود نہیں ہے۔ یہ عقیدت مندوں اور غیر سند یافتہ مصنفین اور معتقدین ہوتے ہیں جو مقامِ قلندر اور مقامِ اولیاء کو سمجھنے سے قاصر ہیں۔ اور سنی سنائی کو مرکز مان کر گستاخی کا ارتکاب کر بیٹھتے ہیں۔ حالانکہ یہ خود نہیں جان رہے ہوتے کہ دراصل جس ہستی کو بلند ثابت کرنے کے لیے یہ اشخاص گستاخی کا ارتکاب کرتے ہیں۔ اس کے اپنے اقوال و عقائد اس کے برخلاف ہوتے ہیں اور وہ متبرک ہستی اس جسارت سے کبھی خوش نہیں بلکہ رنجیدہ ہوتی ہے کیوں کہ کوئی بی ولی اپنے مرشد کی شان گھٹانے کو اچھا خیال نہیں کرتا ہے۔

اتفاقاً مجھے اپنا ایک واقعہ ذہن میں آ رہا ہے جو اس موضوع سے مطابقت رکھتا ہے کہ ایک دفعہ میں اپنے گھر سے شہر کی طرف روانہ ہوا تو راستہ میں ایک دوکان پر دو اشخاص

بحث میں اُلجھے ہوئے تھے کہ حضرت امام حسینؑ افضل ہیں یا حضرت عمرؓ میں قریب سے گزرا تو انہوں نے مجھے آواز دی کہ آپ ہمارے اس گتھی کو سلجھا دیجیے۔

میں نے گزارش کی کہ حضرات ایسی بحث میں اُلجھنا فضول ہے جس کے متعلق آپ نہ جانتے ہوں۔ وہ اس جواب سے مطمئن نہیں ہوئے اور مجھے اظہارِ خیال پر مجبور کرنے لگے۔ میں نے کہا محترم امام حسینؑ اہلِ بیت ہیں اور حضرت عمرؓ امت ہیں جس پر ایک شخص نے ذرا برہم ہوتے ہوئے کہا شاہ صاحب بات دلیل سے کرنی چاہیے۔ میں نے قریب واقع مدرسہ سے ایک طالبِ علم کو بلا بھیجا۔ اور صحیح بخاری منگوا کر انہیں حضرت امام حسینؑ اور حضرت عمرؓ کے بیٹے کا واقعہ دکھایا۔ جو کچھ یوں ہے۔ ایک بار حضرت عمرؓ کا بیٹا روتا ہوا حضرت عمرؓ کے پاس آیا اور شکایت کی کہ حضرت حسینؑ نے مجھے کہا ہے کہ تم ہمارے غلام کی اولاد ہو۔ جس پر حضرت عمرؓ نے کہا جاؤ اور حضرت امام حسینؑ سے لکھوالاؤ میں ان کا غلام ہوں۔ اور کہا جب میں اس دنیا سے رخصت ہو جاؤں تو یہ امام حسینؑ کا لکھا ہوا جملہ میرے کفن میں رکھ دینا تا کہ جب نکیرین مجھ سے سوال کی غرض سے قبر میں آئیں تو میں انہیں یہ بتا سکوں کہ مجھ سے کوئی سوال نہ کرو میں حسینؑ ابنِ علیؑ کا غلام ہوں۔

اس واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ امت میں اختلافات دراصل کم علمی سے پھوٹتے ہیں۔ اصل میں اہلِ بیت کے مرتبہ کے مقابل کسی کو لانا تعلیماتِ خلفاء راشدین اور تعلیماتِ صحابہ کی بھی نفی ہے۔ جس پر صحابہ کو خوشی نہیں بلکہ رنج ہوتا ہے۔ ایسا ہی معاملہ اولیاء کے ہاں بھی ہے۔ کوئی ولی مرتبہ کے برخلاف کوئی بات نہیں کرتا۔ یہ مریدین ہیں جو محبتِ مرشد اور اعتقاد کے زیرِ اثر اپنے ہی مرشد کی تعلیمات کو فراموش کر رہے ہوتے ہیں۔ جس سے خود ان کے مرشد کی ناراضگی ان کا مقدر بن جاتی ہے۔

مقامِ قلندر کا ادراک کرنے کے لیے ایک خاص نکتہ پہ غور کیجیے کہ اپنے وقت کے

غوث وقطب استاد العلماء، جدِ سادات بخاریہ پاک و ہند حضرت سید جلال الدین شیر شاہ حیدر بخاری جب واردِ اوچ شریف ہوئے تو اپنے فرزند باکمال حضرت سخی سرمست کو حضرت سخی لعل شہباز قلندر کی خدمت میں تحصیلِ علم کے لیے پیش کر دیا۔ یہ حضرت سید جلال الدین شیر شاہ حیدر بخاری کی نگاہ کامل تھی جس نے یہ دیکھ لیا تھا کہ خطہ پاک و ہند میں تحصیل فیوضِ روحانی میں سب سے بڑی یونیورسٹی کا درجہ حضرت سخی لعل شہباز قلندر کو حاصل ہے جبکہ خود حضرت سید جلال الدین بھی قطب دوراں کے درجہ پر فائض تھے تو فرزند کے حصول مراتب کے لیے لعل شہباز کے ہاں توجہ مرکوز کرنا مقام قلندر کا بیان تھا۔ حضرت سخی سرمست قلندر نے مریدی لعل شہباز میں آٹھ سال تحصیلِ علوم معرفت حاصل کیے اور لعل شہباز قلندر کے وزیر کا درجہ حاصل کیا۔ قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ جب غوث زمان قطب دوراں استاد العلماء کو بھی اپنے فرزند کو حصولِ علم و معرفت کے لیے شہباز قلندر کے ہاں مریدی میں دینا ہو تو قلندرِ آل محمدؐ کو کوئی مولوی اپنی خدمت پر مامور کیونکر کر سکتا ہے۔ لیکن معاملہ فہم و فراست سے تعلق رکھتا ہے۔ کسی شاعر نے اس بابت کیا خواب کہا ہے۔

صلائے عام ہے یارانِ نکتہ داں کے لیے

تحریر ہذا میں کرامات لعل شہباز کو حصہ نہیں بنایا گیا بلکہ صرف ان غلط روایات کو درست کرنے کی کوشش کی ہے۔ جو آپ قلندر کے متعلق گردش کرتی ہیں۔ جیسے لقب لعل کے حوالہ سے ''لال'' حالانکہ لعل لقب کی وجوہاتِ تسمیہ ملفوظِ کمالیہ میں دو بیان کی گئی ہیں۔

نمبر ا یہ کہ امام کریم کربلا حضرت امام حسینؑ نے آپ کے والدِ گرامی حضرت ابراہیم کبیر الدین کربلائی جوابی سے ارشاد فرمایا کہ میرے نانا سے دورانِ معراج ایک پاک مست روح سے ملاقات ہوئی۔ میرے نانا محمدؐ نے دعا کی کہ اے خالق اس پاک روح کو میرے حسینؑ کی نسل میں شامل فرمانا اور وہ لعل تمہارے گھر آئے گا۔

دوسری وجہ یہ کہ جب آپ کیفیت جذب و مستی میں ہوتے تو آپ کے پسینہ کے قطرے موتی (لعل) بن جاتے۔ کوئی تیسری بات لعل پر دلالت نہیں آتی۔ آپ قلندر پاک کے لباس کا سرخ ہونا امامِ عالی مقام امام حسینؑ کی نسبت سے ہے۔ آپ کیوں کہ امام حسینؑ کی شہادت کا نتیجہ سے اور امام کریم سے خاص نسبت ہونے کی وجہ سے آپ لباس سرخ زیب تن فرماتے تھے۔ جب جنت سے لباسِ حسنین کریمین حضرت جبرائیل لائے تو حسن مجتبیٰ کا لباس سبز اور امام حسینؑ کا لباس سرخ تھا۔ جو کہ مقامِ شہادت بیان کر رہا ہے۔ قلمی ملفوظ بھی انہیں دو وجوہات کی تصدیق کرتا ہے۔ آپ حسینی سید تھے۔ حضرت سخی شہباز قلندر ۵۳۸ ہجری کو مروند میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا اسمِ گرامی حضرت ابراہیم کبیرالدین کربلائی جوابی تھا۔



شجرۂ پاک سخی لعل شہباز قلندر m

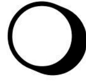
والدِ ماجد کا روضۂ مبارک کربلا معلیٰ میں حرم امام کے اندر واقع ہے۔ حضرت سخی لعل شہباز قلندر نے ۶۵۰ ہجری کو سہون شریف سندھ میں وفات پائی۔ آپ کا روضۂ مبارک سہون شریف میں ہے۔ آپ کا شجرۂ مبارک حضرت سخی لعل شہباز قلندر ابنِ مخدوم ابرہیم کبیر الدین جوابی کربلائی ابنِ حضرت سید شمس الدین بت شکن ابنِ حضرت سید نور محمد سبزواری ابنِ حضرت سید محمود سبزواری ابنِ حضرت سید احمد سبزواری ابنِ سید ہادی سبزواری ابنِ سید مہدی سبزواری ابنِ سید محمد ابنِ حضرت سید احمد ابنِ سید محمد مہدی ابنِ سید منتخب باللہ ابنِ سید عبد المجید ابنِ حضرت غالب الدین ابنِ سید منصور خاقانی ابنِ سید اسماعیل ثانی جعفری ابنِ سید محمد عریضی ابنِ سید محمد اسماعیل قطب ابن حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ابنِ امام محمد باقر علیہ السلام ابنِ امام زین العابدین ابنِ امام حسین علیہ السلام ابنِ حضرت امام علی المرتضیٰ علیہ السلام۔

رباعی شانِ اقدس حضرت سخی لعل شہباز قلندر m

مولا کے قدم جس جا پہ پڑے
وہ خاک بنے پھر خاکِ شفا
اس خاکِ شفا کا اک ذرہ
افلاک جہاں کا ناز ہوا
یہ نازِ ولایت جب چمکا تو شہباز ہوا
میں اس کی فضیلت کیا لکھوں
جو فقرِ جہاں میں راز ہوا

(ہدیہ عقیدت زوار مخدوم سید ذوالفقار علی جعفری شمسی سبزواری)

○○○



حیدری ام قلندرم مستم

ترجمہ: حیدری ہوں قلندر رہوں مست ہوں۔

بندہ مرتضٰی علیؑ ہستم

ترجمہ: علی مرتضٰی کا بندہ غلام ہوں۔

رہبر سالکم عار فانم

ترجمہ: عارفوں اور سالکو کا رہبر ہوں۔

ہادی عاشقانم مستانم

ترجمہ: عاشقوں اور مستانوں کا ہادی ہوں۔

پیشواہ تمام رندانم

ترجمہ: تمام جام ولایت پینے والوں کا پیشوا ہوں۔

کہ سقے کوئے شیریز دانم

ترجمہ: اِس لیے کہ میں مولا علیؑ کی کلی کا ماشکی ہوں۔



کلامِ قلندر زمان سخی لعل شہباز قلندر m

حضرت قلندر زماں سخی لعل شہباز قلندر سرکار کا کلام آپ کے مسلک اور آپ کے آئمہ کے تعارف کا مکمل آئینہ دار ہے۔تصنیف ہذا میں آپ کی کرامات اور آپ کے طریق پر طویل بحث ممکن نہیں کیونکہ قلندر کی ذات کا ہر پہلوکئی کتب کا تقاضا کرتا ہے۔تصنیف کا موضوع مسلک اولیاء ہے۔سو ہم نے اپنی طرف سے کسی اضافہ یا قیاس کو کبھی معیار نہیں بنایا۔اس حوالہ سے قلندر کا کلام پیشِ خدمت قارئین ہے جو کہ سب سے مستند دلیل ہے۔خلوص اور امانت کو شرط اوّل مان کر نمونہ کلام قلندر پاک چھاپ لینا ہی تعارف مسلک کے لیے کافی ہے۔

من آں درم کہ در بحر جلال اللہ بو دا ستم

ترجمہ: میں جلال الٰہی کے سمندر کا دروازہ ہوں۔

اللہ کے جلال کا سمندر مولا علیؑ ہیں اور قلندر فرما رہے ہیں کہ میں اِس سمندر کا دروازہ ہوں۔

○○○

منقبت

جام مہر علیؑ زدر دستم
بعد از جام خوردن آں مستم
کمر اندر قلندری بستم
از دل پاک حیدری ہستم

حیدری ام قلندرم مستم
بندۂ مرتضٰی علیؑ ہستم

ترجمہ: علیؑ کی محبت کا جام ہاتھوں میں ہے۔ یہ جام پی کر نشے میں مست ہوا ہوں۔ میں نے قلندر ہونے پر کمر کس لی ہے۔ میں تو اب دل و جان سے حیدری ہوں۔ میں حیدری ہوں، قلندر ہوں، مست ہوں۔ علیؑ المرتضٰی کا بندہ اور غلام ہوں

از مے عشق شاہ سر مستم
بندۂ مرتضٰی علیؑ ہستم

من بغیر علیؑ نہ دانستم
علیؑ اللہ از ازل گفتم

حیدری ام قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علیؑ ہستم

ترجمہ: حضرت علیؑ کے عشق کی مے سے سرشار ہوں۔علیؑ مرتضیٰ کا غلام ہوں۔ میں علیؑ کے سوا(کسی دوسرے کو) نہیں جانتا پہچانتا۔ میں نے ازل سے علیؑ اللہ کہا ہے۔ میں حیدری ہوں۔قلندر ہوں۔مست ہو۔علیؑ مرتضیٰ کا بندہ اور غلام ہوں۔

اسد اللہ است ید اللہ است
ولی اللہ است مظہر اللہ است
حجت اللہ قدرت اللہ است
بے نظیر ذات اللہ است

حیدری ام قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علیؑ ہستم

ترجمہ: وہ اسداللہ(اللہ کا شیر) ہیں۔یداللہ(اللہ کا ہاتھ) ہیں۔ولی اللہ ہیں۔مظہر خدا ہیں۔اللہ کی حجت ہیں۔اللہ کی قدرت ہیں۔بے شک اللہ تعالیٰ کی ذات بے مثال اور بے نظیر ہے۔ میں حیدری ہوں۔قلندر ہوں۔مست ہو۔علیؑ مرتضیٰ کا بندہ اور غلام ہوں۔

شاہ اقلیم ہل اتیٰ خوانم
مالک تخت کل کفی خوانم

صاحب سیف لا فتیٰ خوانم
ولیٔ تاج انما خوانم

حیدری ام قلندرم مستم
بندۂ مرتضٰی علیؑ ہستم

ترجمہ: میرے نزدیک علیؑ ''ہل اتیٰ'' کے بادشاہ ہیں۔ وہ میرے لیے کل کفیٰ کے تحت کے مالک ہیں۔ صاحب سیف لافتیٰ کی تلوار ہیں۔ تاج انما کے سلطان ہیں۔ میں حیدری ہوں۔ قلندر ہوں۔ مست ہو۔ علیؑ مرتضٰی کا بندہ اور غلام ہوں۔

آں چہ در وصف مرتضٰی گفتم
سراسر حق و برسلا گفتم
حرف حق است برشما گفتم
بہ از قول مصطفیٰ گفتم

حیدری ام قلندرم مستم
بندۂ مرتضٰی علیؑ ہستم

ترجمہ: یہ جو میں شانِ علیؑ میں کہتا ہوں یہ خود اپنی طرف سے نہیں کہتا ہوں بلکہ رسولِ خدا نے بھی یہی کہا ہے۔ میں نے جو کہا ہے وہ سراسر حق کا فرمان ہے۔ میں حیدری ہوں۔ قلندر ہوں۔ مست ہو۔ علیؑ مرتضٰی کا بندہ اور غلام ہوں۔

بہ ایں مدح شاہ می پویم
جز علیؑ دیگر نہ می جویم
منِ علیؑ دانم علیؑ گویم
چوں نصیری کہ بندہ اویم

حیدری ام قلندرم مستم
بندۂ مرتضٰی علیؑ ہستم

ترجمہ: یہ مدح جو شاہ کی کی ہے میں سوائے علیؑ کے کچھ نہیں جانتا نہ آرزو رکھتا ہوں۔ میں تو صرف علیؑ ہی کو جانتا ہوں اس لیے علیؑ علیؑ ہی کہتا ہوں نصیری کی طرح۔ میں حیدری ہوں۔قلندر ہوں۔مست ہو۔علیؑ مرتضٰی کا بندہ اور غلام ہوں۔

وصی مصطفٰی علیؑ ہست بگو
بخدا رہ نما علیؑ ہست بگو
سرور اولیاء علیؑ ہست بگو
نور ایمانِ ما علیؑ ہست بگو

حیدری ام قلندرم مستم
بندۂ مرتضٰی علیؑ ہستم

ترجمہ: علیؑ وصی پیغمبر ہیں تم بھی کہو۔خدا کی قسم علیؑ رہبر ہیں تم بھی کہو۔علیؑ تمام ولیوں کے سردار ہیں تم بھی کہو۔ ہمارے ایمان کا نور علیؑ ہیں تم بھی کہو۔ میں حیدری ہوں۔ قلندر ہوں۔مست ہو۔علیؑ مرتضٰی کا بندہ اور غلام ہوں۔

آں علیؑ است ساقئ کوثر
آں علیؑ حاکم قضا و قدر
آں علیؑ قاسم نعیم و سقر
قنبرش را منم ز جانِ قمبر

حیدری ام قلندرم مستم
بندۂ مرتضٰی علیؑ ہستم

ترجمہ: حضرت علیؑ ہی ساقی کوثر ہیں۔علیؑ تو قدرت الٰہی سے ایک طرح سے قضاوقدر پر حاکم ہی یعنی طاقت رکھتے ہیں۔آپ کی ذاتِ گرامی ہی جنت و دوزخ کی تقسیم کرنے والی ہے۔آپ کے غلام قنبر ہماری جان ہیں۔ میں حیدری ہوں۔قلندر ہوں ۔مست ہو۔علیؑ مرتضٰی کا بندہ اور غلام ہوں۔

سرور ہر کہ مرتضٰی باشد
پیروئے دینِ مصطفٰی باشد
بے شک اور شخص اولیاء باشد
در او نام مرتضٰی باشد

حیدری ام قلندرم مستم
بندۂ مرتضٰی علیؑ ہستم

ترجمہ: جس کے سردار حضرت مرتضٰی ہوں اس کے لیے دین مصطفٰی کی پیروی کرنا نہایت ضروری ہے۔ بے شک جو حضرت علیؑ کا نام کا ورد کرتا ہے وہ خود ولی ہوتا ہے۔میں حیدری ہوں۔قلندر ہوں ۔مست ہو۔علیؑ مرتضٰی کا بندہ اور غلام ہوں۔

پیر من شاہ من اللہ من است
نور ایمان حب شاہ من است
سایہ لطف او ، پناہ من است
صادقم شاہ من گواہ من است

حیدری ام قلندرم مستم
بندۂ مرتضٰی علیؑ ہستم

ترجمہ: حضرت علیؑ میرے مرشد ہیں گویا وہ اللہ کی جانب سے میرے پیر ہیں۔ میرے

ایمان کی روشنی میرے مولا کی محبت ہے اور انہی کی مہربانیوں کا سایہ میرے لیے پناہ ہے۔ میں سچ کہتا ہوں میرے مولا مرے صادق وصفا میری رضا پر گواہ ہیں۔ میں حیدری ہوں۔قلندر ہوں۔مست ہو۔علیؑ مرتضیٰ کا بندہ اور غلام ہوں۔

رویئتش روئتِ من خدا دانم
نور چوں از خود چرا دانم
ذات پاکش جدا نمی دانم
رتبہ ذات مصطفیٰ دانم

حیدری ام قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علیؑ ہستم

ترجمہ: انکا جلوہ دیکھنا میرے لیے خدا کا جلوہ دیکھنے کے برابر ہے۔ میں ان کے نور کو اپنے آپ میں جس طرح دیکھتا ہوں نہ جانے ایسا وہ کیوں ہے۔اس کی ذات پاک کو میں اپنے آپ سے ہرگز جدا نہیں سمجھ سکتا۔ان کی ذات سے مجھے ذاتِ مصطفیٰ ﷺ دکھائی دیتی ہے۔ میں حیدری ہوں۔قلندر ہوں۔مست ہو۔علیؑ مرتضیٰ کا بندہ اور غلام ہوں۔

غیر حیدری ہمی اگر دانی
کافری و یہودی و نصرانی
ہست ایمان علیؑ نمی دانی
بپذیری کہ ایں مسلمانی

حیدری ام قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علیؑ ہستم

ترجمہ: اگرتو حیدرؑ کا دروازہ چھوڑ کر کسی اور کو جانتا ہے تو تو کافر اور یہودی ونصرانی ہے۔ علیؑ ہی ایمان ہیں تونہیں جانتا۔ایسے ہی قبول کر اگر تو مسلمان ہے۔ میں حیدری ہوں۔قلندر ہوں۔مست ہو۔علیؑ مرتضٰی کا بندہ اور غلام ہوں۔

چہاردہ تن شفیع عصیانم
مہر شاہ است دین ایمانم
غیرازیں چہاردہ نمی دانم
مدح روز و شب ہمی خوانم

حیدری ام قلندرم مستم
بندۂ مرتضٰی علیؑ ہستم

ترجمہ: چودہ معصومینؑ میرے شفاعت کرنے والے ہیں۔ ان کی محبت میرا دین اور ایمان ہے۔ میں ان چودہ معصومین کے علاوہ کسی کو جانتا ہی نہیں ہوں۔ دن رات انہی ہستیوں ی مدح کرتا ہوں۔ میں حیدری ہوں۔قلندر ہوں۔مست ہو۔علیؑ مرتضٰی کا بندہ اور غلام ہوں۔

حضرت سیّدۃ النسأ زہراؑ
آں غر و یافت عصمت و تقویٰ
ہست معصوم اور بجز خدا
می کنم لعنت بر دشمناں روا

حیدری ام قلندرم مستم
بندۂ مرتضٰی علیؑ ہستم

ترجمہ: حضرت سیدۃ النساء زہرا سلام اللہ علیہا عصمت وتقویٰ اور بلندی کا پیکر ہیں۔ وہ

اللہ تعالیٰ کے نزدیک معصومہؑ ہیں۔خدا کی قسم! آپ پاک و پاکیزہ ہیں۔ میں ان کے دشمنوں پر لعنت بھیجنا روا سمجھتا ہوں۔ میں حیدری ہوں۔قلندر ہوں۔ مست ہو۔علیؑ مرتضیٰ کا بندہ اور غلام ہوں۔

مرتضیٰ شیر یزداں ہست علیؑ
شہ اعلیٰ ولایت آں ہست علیؑ
حضرت حسن حسین جان ہست علیؑ
ہر دو عالم کرد نام و شناس ہست علیؑ

حیدری ام قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علیؑ ہستم

ترجمہ: حضرت علیؑ المرتضیٰ علیہ السلام اللہ کے شیر ہیں۔ان کی ولایت بہت بلند ہے اور سب سے اعلیٰ ہے۔حضرت حسن اور حسین علیہم السلام ان کی جان ہیں۔ یہ دونوں جہانوں میں جانے پہچانے ہیں۔ دونوں جہان ان کے لیے وقف کر دیئے گئے ہیں۔ میں حیدری ہوں۔قلندر ہوں۔مست ہو۔علیؑ مرتضیٰ کا بندہ اور غلام ہوں۔

نور تاباں مہر شاہ نجف
حسن المجتبیٰ بود اشرف
دامن اور بود مرا در کف
نیست باقی مراز خوف تلف

حیدری ام قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علیؑ ہستم

ترجمہ: میرے مولا کا نور نہایت روشن اور بہت زیادہ ہے۔ وہ گویا نجف کے روشن سورج کی مانند ہے۔ حضرت حسن المجتبیٰ علیہ السلام کی ذات گرامی بہت بڑا مرتبہ رکھتی ہے۔ مجھے کسی بھی قسم کا کوئی ڈر وخوف نہیں ہے کیونکہ ان کا دامن میرے ہاتھ میں ہے۔ میں حیدری ہوں۔ قلندر رہوں۔ مست ہو۔ علیؑ مرتضیٰ کا بندہ اور غلام ہوں۔

گوہر شاہ وار ابنِ علیؑ
گشت روشنی خفی و جلی
شاہ شاہان حسین ابنِ علیؑ
گردن دشمنش ز منم ازلی

حیدری ام قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علیؑ ہستم

ترجمہ: ابنِ علیؑ (امام حسینؑ) گوہر نایاب اور بہت قیمتی موتی ہیں۔ ان کے چاروں طرف ظاہری اور باطنی روشنی پھیل گئی۔ حسین علیہ السلام بادشاہوں کے بھی بادشاہ ہیں۔ ازل سے ان کے دشمنوں کی گردن جھکی ہوئی ہے۔ میں حیدری ہوں۔ قلندر رہوں۔ مست ہو۔ علیؑ مرتضیٰ کا بندہ اور غلام ہوں۔

نورِ چشم شہیدِ کربلا
عابدیں شاہ راضی رضا بہ قضا
ہر کہ ظالم بود آل العباد
لعن خصمش کنم بہ صبح و مسا

حیدری ام قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علیؑ ہستم

ترجمہ: شہید کربلا علیہ السلام کے آنکھوں کے نور حضرت امام زین العابدین علیہ السلام رضائے حق پر بسر وچشم راضی ہیں۔آلِ عباء کے ساتھ ہر ایک ظلم کرنے والوں پر میں صبح و شام لعنت بھیجتا ہوں۔ میں حیدری ہوں۔قلندر ہوں۔مست ہو۔علیؑ مرتضیٰ کا بندہ اور غلام ہوں۔

نورِ چشم شہیدِ کرب و بلا
عابدیں ، باقر است بہ جود و سخا
ہست جعفرؑ امام آلِ عبا
ایں جود ورد من صبح و مسا

حیدری ام قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علیؑ ہستم

ترجمہ: امام زین العابدینؑ اور حضرت امام باقرؑ شہید کربلا (حضرت امام حسین علیہ السلام) کی آنکھوں کے نور ہیں۔اور سخی مرد ہیں۔اور امام جعفر صادق، حضرت علیؑ کی اولاد ہیں۔ یہ میرا صبح و شام وظیفہ ہے۔ میں حیدری ہوں۔قلندر ہوں۔ مست ہو۔علیؑ مرتضیٰ کا بندہ اور غلام ہوں۔

آں نبی صورت علیؑ افعال
باقر و دین پناہ نیک خِصال
ناطق نطق ایزد متعال
دلم از مہر اوست مالا مال

حیدری ام قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علیؑ ہستم

ترجمہ: امام باقر علیہ السلام پیغمبر اسلام اکرم ﷺ کی صورت اور حضرت علیؑ سے مشابہ ہیں۔ وہ ہر طرح سے دین پناہ اور نیک خصال ہیں۔ آپؑ بہ تائید ایزدی عقل و خرد اور دوسروں کو عاجز اور خاموش کر دینے والے ہیں۔ دل ان کی محبت سے مالا مال ہے۔ میں حیدری ہوں۔ قلندر ہوں۔ مست ہو۔ علیؑ مرتضٰی کا بندہ اور غلام ہوں۔

وارثِ دین پاک پیغمبرؐ
مذہب شرع صادق و جعفرؑ
واقف راز خالقِ اکبر
ہست تشبیہِ شانِ پیغمبر

حیدری ام قلندرم مستم
بندۂ مرتضٰی علیؑ ہستم

ترجمہ: امام جعفر صادق علیہ السلام پیغمبر اکرم ﷺ کے دین و مذہب اور شریعت کے وارث او رمددگار ہیں خالقِ اکبر کے رازوں سے پوری طرح آگاہ ہیں۔ پیغمبر اکرم ﷺ کی شان کی مثل ہیں۔ میں حیدری ہوں۔ قلندر ہوں۔ مست ہو۔ علیؑ مرتضٰی کا بندہ اور غلام ہوں۔

موسیٰ کاظمؑ آں امامِ بحق
است اِسلام را ازو رونق
منکر او است کافر مطلق
بشنو ای خارجی خر احمق

حیدری ام قلندرم مستم
بندۂ مرتضٰی علیؑ ہستم

ترجمہ: امام موسیٰ کاظم علیہ اسلام حق کے امام ہیں۔ان کے دم سے اسلام کی رونقیں دوبالا ہیں۔ان کا جو منکر ہے وہ سراسر کافر ہے۔سن اے خارجی،اے احمق گدھے۔ میں حیدری ہوں۔قلندر رہوں۔مست ہو۔علیؑ مرتضٰی کا بندہ اور غلام ہوں۔

شاہ دین علیؑ رضاؑ است بگو
چوں علیؑ مظہر خدا است بگو
بلک خود عین مرتضٰیؑ است بگو
خصم او دشمن خدا است بگو

حیدری ام قلندرم مستم
بندۂ مرتضٰی علیؑ ہستم

ترجمہ: امام علیؑ رضا علیہ السلام دین کے شاہ ہیں۔تم اس حقیقت کا اعلان کرو جیسے علیؑ مرتضٰی مظہرِ خدا ہیں تم بھی کہو بلکہ وہ خود عین مرتضٰی علیہ السلام ہیں تم بھی کہو۔ان کا دشمن خدا کا دشمن ہے تم بھی کہو میں حیدری ہوں۔قلندر ہوں۔مست ہو۔علیؑ مرتضٰی کا بندہ اور غلام ہوں۔

شاہ دین اِمام است نقیؑ
پاک معصوم آں علیؑ نقیؑ
دین و ایمان عسکریؑ بحقی
ہمہ اعدائے او است کور و شقی

حیدری ام قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علیؑ ہستم

ترجمہ: دین کے بادشاہ امام علیؑ نقی علیہ السلام ہیں۔ یہ امام علیؑ نقی پاک و معصوم ہیں۔ سچا دین وایمان امام حسن عسکری علیہ السلام ہیں۔ آپ کے تمام دشمن اندھے اور بدبخت ہیں۔ میں حیدری ہوں۔ قلندر ہوں۔ مست ہو۔ علیؑ مرتضیٰ کا بندہ اور غلام ہوں۔

التقبا باتقی تمام کنم
تقویٰ آں تقی امام کنم
فیض او بہر خاص و عام کنم
لعن بر دشمناں مدام کنم
حیدری ام قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علیؑ ہستم

ترجمہ: امام محمد تقی علیہ السلام میرے امام ہیں۔ زہد و تقویٰ میں اپنی مثال آپ ہیں۔ آپ تقیوں کے تقی ہیں۔ آپ پرہیز گاروں کے امام ہیں۔ میں ان پر ہر قسم کی پرہیز گاری کو ختم جانتا ہوں اور انہیں ہی امام مانتا ہوں۔ ان کا فیض ہر خاص و عام پر جاری ہے۔ میں ان کے دشمنوں پر ہمیشہ لعنت بھیجتا ہوں۔ میں حیدری ہوں۔ قلندر ہوں۔ مست ہو۔ علیؑ مرتضیٰ کا بندہ اور غلام ہوں۔

قبلہ دین من علیؑ نقیؑ
پاک و معصوم ہست شان علیؑ
مہر است مہر دین نبیؐ
کشتۂ امرائے اور لعینی و شقی

حیدری ام قلندرم مستم
بندۂ مرتضٰی علیؑ ہستم

ترجمہ: امام علی علیہ السلام میں دینِ اسلام کے قبلہ و کعبہ ہیں۔ آپ علیؑ کے مثل پاک و معصوم ہیں۔ وہ تو سراپا مہر و محبت ہیں۔ اور دین نبی کے لیے بھی سراسر محبت و الفت ہیں۔ آپ کے قاتل لعنتی و ظالم حکمران ہیں۔ میں حیدری ہوں۔ قلندر ہوں۔ مست ہو۔ علیؑ مرتضٰی کا بندہ اور غلام ہوں۔

حسن العسکری بمثل حسن
اُنس و جان را امام شاہ زمن
خلق او بود چوں نبی احسن
حاسدش را منم عیاں دشمن

حیدری ام قلندرم مستم
بندۂ مرتضٰی علیؑ ہستم

ترجمہ: امام حسن العسکری علیہ السلام، امام حسن علیہ السلام کی مانند ہیں۔ وہ زمانے میں جنوں اور انسانوں کے بادشاہ اور امام ہیں۔ ان کے اخلاق نبیؐ کی طرح عالی و حمیدہ ہیں۔ ان سے بغض رکھنے والوں کا میں کھلا دشمن ہوں۔ میں حیدری ہوں۔ قلندر ہوں۔ مست ہو۔ علیؑ مرتضٰی کا بندہ اور غلام ہوں۔

باصفات علیؑ ابنِ ابی طالب
مہدی و ہادی شاہ و غالب
حب او شہنشاہ برہمہ واجب
برظہورش منم ز جان و قلب

حیدری ام قلندرم مستم
بندۂ مرتضٰی علیؑ ہستم

ترجمہ: علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام کی تمام صفات ہیں۔ وہ ہادی اور مہدی ہیں۔ وہ شاہ اور غالب ہیں۔ اس شہنشاہ کی محبت ہم پر واجب ہے۔ ان کا ظہور میرے دل و جان پر ہے۔ میں حیدری ہوں۔ قلندر ہوں۔ مست ہو۔ علیؑ مرتضٰی کا بندہ اور غلام ہوں۔

بادہ مہر انوری زدہ ام
سکہ ضرب قنبری زدہ ام
جام لبریز حیدری زدہ ام
گوش دین پیغمبریؐ زدہ ام

حیدری ام قلندرم مستم
بندۂ مرتضٰی علیؑ ہستم

ترجمہ: میں شراب انوری کی مہر و محبت اور حسن و نور کا مارا ہوا ہوں۔ اور قنبری ٹکسال ڈھلا ہوا سکہ ہوں۔ اور میرا جام جناب علیؑ سے لبالب بھرا ہوا ہے۔ دین پیغمبری کی سماعتوں سے میں معمور و مسرور ہوں۔ میں حیدری ہوں۔ قلندر ہوں۔ مست ہو۔ علیؑ مرتضٰی کا بندہ اور غلام ہوں۔

قائم آلِ مصطفٰی مہدی
قاتل خصم مرتضٰی مہدی
بخدا است امام ما مہدی
چوں علیؑ مظہر خدا مہدی

حیدری ام قلندرم مستم
بندۂ مرتضٰی علیؑ ہستم

ترجمہ: امام مہدی علیہ السلام پیغمبر اکرمؐ کی آل میں سے ہیں۔ دشمن بھی انہیں ماننے والوں میں سے ہیں۔ خدا کی قسم! میرے امام مہدی علیہ السلام ہیں جس طرح علیؑ مظہر خدا ہیں ویسے ہی امام مہدی بھی خدا ہی کا ظہور و اظہار ہیں۔ میں حیدری ہوں۔ قلندر ہوں۔ مست ہو۔ علیؑ مرتضٰی کا بندہ اور غلام ہوں۔

سرگروہِ تمام رندانم
رہبر سالکم عار فانم
ہادی عاشقانم مستانم
کہ سقے کوئے شیر یز دانم

حیدری ام قلندرم مستم
بندۂ مرتضٰی علیؑ ہستم

ترجمہ: میں تمام رندوں کا سرگوہ ہوں۔ عارفوں اور عقلمندوں کا رہبر ہوں اور عاشقوں اور مستانوں کا ہادی ہوں۔ اس لیے کہ شیر خدا کے کوچے کا ماشکی ہوں۔ میں حیدری ہوں۔ قلندر ہوں۔ مست ہو۔ علیؑ مرتضٰی کا بندہ اور غلام ہوں۔

چوں بہ اعدائے کمر بستم
تبر حیدری است در دستم
قاتل آں جمع من ہستم
ضرب لعنت زدم زبردستم

حیدری ام قلندرم مستم
بندۂ مرتضٰی علیؑ ہستم

ترجمہ: میں نے علیؑ کے دشمنوں پر کمر باندھ لی ہے اور حیدری کلہاڑا میرے ہاتھوں میں ہے۔ ان کے قاتل کو اپنا قاتل سمجھتا ہوں اس لیے ان پر لعنت کی زبردست ضرب لگاتا ہوں، میں حیدری ہوں، قلندر ہوں، مست ہو۔ علیؑ مرتضٰی کا بندہ اور غلام ہوں۔

من مسلمانم علیؑ دانم
در تولا بصدق و ایمانم
در تبرا چوں تیغ عریانم
بہ عدوئے ذوالفقار میرانم
حیدری ام قلندرم مستم
بندۂ مرتضٰی علیؑ ہستم

ترجمہ: میں صرف اس کو مسلمان سمجھتا ہوں جو حضرت علیؑ کو مانتا ہے۔ اسی کو میں اپنا ایمان جانتا ہوں۔ وہ لوگ جو اس حقیقت سے انکار کرتے ہیں۔ ان کے لیے میرا کلہاڑا تلوار کی طرح ایک قطعی دلیل ہے اور دشمنوں پر میں ٹکڑے ٹکڑے کر دینے والی تلوار ہوں۔ میں حیدری ہوں۔ قلندر ہوں۔ مست ہو۔ علیؑ مرتضٰی کا بندہ اور غلام ہوں۔

حرمت اہلِ بیتؑ برحمت باد
لعنت حق بر سر ملعون باد

لعنت گفت آنکہ از جلال نژاد
لعن آنہا کنم شوم آزاد

حیدری ام قلندرم مستم
بندۂ مرتضٰی علیؑ ہستم

ترجمہ: اہلِ بیت علیہ السلام کا احترام کرنا رحمت ہے۔ان کے دشمنوں پر خدا کی بے شمار لعنت ہو۔ان کی اصل وسرشت پر اصحاب جلال کی طرف سے بھی لعنت کی گئی ہے۔ میں ان پر غصہ میں لعنت بھیجتا ہوں کیونکہ ان پر لعنت کر کے میں آزادی حاصل کرتا ہوں۔ میں حیدری ہوں۔قلندر ہوں۔مست ہو۔علیؑ مرتضٰی کا بندہ اور غلام ہوں۔

حرمت اہلِ بیتؑ برحمت باد
لعنت حق ، بہ قوم ملعون باد
سگ یزید ، در جہان بود برباد

حیدری ام قلندرم مستم
بندۂ مرتضٰی علیؑ ہستم

ترجمہ: اہلِ بیت علیہ السلام کی عزت پر رحمت ہو۔مردودقوم پر خدا کی لعنت ہو۔ یزید کتا دنیا میں برباد ہوا۔وہ اس دنیا سے گیا اور جہنم رسید ہوا۔ میں حیدری ہوں۔قلندر ہوں۔مست ہو۔علیؑ مرتضٰی کا بندہ اور غلام ہوں۔

بشنوی خارجی سگ و احمق
پنبہ کش بشنو ایں غیر مطلق

واللہ مکن بدل دق دق
پیر من مرتضٰی علیؑ است بحق

حیدری ام قلندرم مستم
بندۂ مرتضٰی علیؑ ہستم

ترجمہ: اسے خارجی کتے اور بے قوف سن لے، اپنے کانوں سے روئی نکال دے اور یہ خبر سن لے میرے سامنے کمتر بکواس کرنے کی ضرورت نہیں۔ خدا کی قسم حضرت علیؑ میرے پیرومرشد ہیں۔ میں حیدری ہوں۔ قلندر ہوں۔ مست ہو۔ علیؑ مرتضٰی کا بندہ اور غلام ہوں۔

قائم آلِ مصطفٰی مہدی
قاتل خصم مرتضٰی مہدی
بخدا است امام ما مہدی
چوں علیؑ مظہر خدا مہدی

حیدری ام قلندرم مستم
بندۂ مرتضٰی علیؑ ہستم

ترجمہ: امام مہدیؑ پیغمبر اکرم ﷺ کی آل میں سے ہیں۔ دشمن بھی انہیں ماننے والوں میں سے ہیں۔ خدا کی قسم! میرے امام مہدیؑ ہیں۔ جس طرح علیؑ مظہر خدا ہیں ویسے ہی امام مہدیؑ بھی خدا ہی کا ظہور و اظہار ہیں۔ میں حیدری ہوں۔ قلندر ہوں۔ مست ہو۔ علیؑ مرتضٰی کا بندہ اور غلام ہوں۔

سرگروہ تمام رندانم
رہبر سالکم عارفانم

ہادی عشقانم مستانم
کہ سقہ کوئے شیر یز دانم

حیدری ام قلندرم مستم
بندۂ مرتضٰی علیؑ ہستم

ترجمہ: میں تمام رندوں کا سرگروہ ہوں۔ عارفوں اور عقلمندوں کا رہبر ہوں۔ اور عاشقوں اور مستانوں کا ہادی ہوں۔ اس لیے کہ شیرِ خدا کے کوچے کا ایک ماشقی ہوں۔ میں حیدری ہوں۔ قلندر ہوں۔ مست ہو۔ علیؑ مرتضٰی کا بندہ اور غلام ہوں۔

چوں بہ اعدائے کمر بستم
تبر حیدری است در دستم
قاتل آں جمع من ہستم
ضرب لعنت زدم زبردستم

حیدری ام قلندرم مستم
بندۂ مرتضٰی علیؑ ہستم

ترجمہ: میں ے علیؑ کے دشمنوں میں کمر باندھ لی ہے اور حیدری کا کلہاڑا میرے ہاتھوں میں ہے۔ ان کے قاتل کو اپنا قاتل سمجھتا ہوں۔ اس لیے ان پر لعنت کی زبردست ضرب لگاتا ہوں۔ میں حیدری ہوں۔ قلندر ہوں۔ مست ہو۔ علیؑ مرتضٰی کا بندہ اور غلام ہوں۔

من مسلمانم علیؑ دانم
در تولا بصدق و ایمانم

در تبرا چوں تیغ عریانم
بہ عدوے ذوالفقار ویرانم
حیدری ام قلندرم مستم
بندۂ مرتضٰی علیؑ ہستم

ترجمہ: میں صرف اس کو مسلمان سمجھتا ہوں جو حضرت علیؑ کو مانتا ہے۔ اُسی کو میں اپنا ایمان جانتا ہوں۔ وہ لوگ جو اس حقیقت سے انکار کرتے ہیں۔ ان کے لیے میرے تلوار کی طرح قطعی دلیل ہے اور دشمنوں پر میں ٹکڑے ٹکڑے کر دینے والی تلوار ہوں۔ میں حیدری ہوں۔ قلندر ہوں۔ مست ہو۔ علیؑ مرتضٰی کا بندہ اور غلام ہوں۔

حرمت اہلِ بیتؑ برحمت باد
لعنت حق بر سر ملعون باد
لعنت گفت آنکہ از جلال نژاد
لعن آنہا کنم شوم آزاد
حیدری ام قلندرم مستم
بندۂ مرتضٰی علیؑ ہستم

ترجمہ: اہلِ بیت علیہ السلام کا احترام کرنا رحمت ہے۔ ان کے دشمنوں پر خدا کی بے شمار لعنت ہو۔ ان کی اصل وسرشت پر اصحاب جلال کی طرف سے بھی لعنت کی گئی ہے۔ میں ان پر غصہ میں لعنت بھیجتا ہوں۔ کیونکہ ان پر لعنت کر کے میں آزادی حاصل کرتا ہوں۔ میں حیدری ہوں۔ قلندر ہوں۔ مست ہو۔ علیؑ مرتضٰی کا بندہ اور غلام ہوں۔

بعداز وصال جب ایک مولوی صاحب آپ کوغسل دینے لگےتوانھوں نے آپ کے لباس کونیچے لوہے کالنگوٹ دیکھا اُس کوکاٹنا چاہاتو آپ لعل قلندر اُٹھ بیٹھےاورآپ نے فرمایا:

ایا ملا مکن ظاہر سر اسرار مرداں را
نمی دانی نہ دانستی کہ سر اللہ بود استم

ترجمہ: اے ملافقیروں کے پوشیدہ رازوں کوظاہرنہ کر۔تو رازِ الٰہی کوجانتا تھانہ جان سکے گا۔



بسم اللہ الرحمن الرحیم

ایں غزل جناب حضرت سخی لعل شہباز قلندر m

بعد از وصال گفت

من آں درم کہ در بحر، جلال اللہ بود استم
بکوہ طور موسیٰ ، کلیم اللہ بود استم

ترجمہ: میں جلال الٰہی کے سمندر کا دروازہ ہوں۔ میں وہاں ہوں جہاں حضرت موسیٰ کوہِ طور پر تھے۔

بہ آب زندہ ہم بودم، بخضر زندہ بود استم
بہ سکندر در آں لشکر، بہ لشکر گاہ بود استم

ترجمہ: میں زندہ تھا اور زندہ رہوں گا۔ میں سکندر کی لشکر گاہ میں موجود ہوں۔

بہ اسماعیل پیغمبر ، بر ابراہیم بن تارخ

درآں سر وقت قربانی ، بہ قرباں گاہ بود استم

ترجمہ: میں حضرت اسماعیلؑ اور حضرت ابراہیمؑ کی قربانی کے وقت وہاں قربان گاہ میں موجود ہوں۔

گہی برتخت گویائم ، گہی بردار خند انم

عجائب ہا کہ من دیدم، نہ دیداست ونہ دیداستم

ترجمہ: میں کبھی کہاں اور کبھی کسی اور جگہ پر موجود ہوں۔ جو عجائبات میں نے دیکھے ہیں (شاید) وہ اور کسی نے نہیں دیکھے۔

گہی قرآن می خوانم ، گہی زنار می بندم

گہی در مذہب ترساں ، بس محنت کشید استم

ترجمہ: کبھی قرآن مجید پڑھتا ہوں کبھی ساز بجاتا ہوں۔کبھی مذہب میں ڈرتا ہوں۔ کبھی بہت زیادہ محنت کرتا ہوں۔

دو صد جامہ کہن کر دم ، لباس فقر پوشیدم

برآں برج کہ من بودم، ہزاراں یک رشید استم

ترجمہ: میں نے دوسو لباس پرانا کر دیا اور لباس فقیری پہنا۔ میں ہزاروں میں سے ایک ہدایت یافتہ شخص ہوں۔

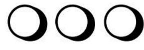
ایا ملا مکن ظاہر ، سر اسرار مرداں را

نمی دانی نہ دانستی ، کہ سر اللہ بود استم

ترجمہ: اے ملا لوگوں کے پوشیدہ رازوں کو ظاہر نہ کر۔تو رازِ الٰہی کو جانتا تھا اور نہ جان سکے گا۔

ایا عثمان مروندی ، چرا مستی دریں عالم
بجز مستی و مدہوشی ، وگر چیزی نہ دانستم

ترجمہ: اے عثمان مروندی تو اس عالم میں کیوں مست رہتا ہے۔ کیا اس مستی اور اس مدہوشی کے سوا اور کام بھی جانتا ہے؟



حضرت سید ابوالفضل جمال الدین جعفری الگردیزی المعروف شاہ یوسف گردیزی m

گردیز افغانستان میں غزنی کے قریب ایک قصبہ ہے جو کہ حضرت شاہ علی قسور کے مزار کی وجہ سے خاصی شہرت کا حامل ہے۔ وہاں کے مقامی لوگ آپ کو بابا کوثر علی کے نام سے جانتے ہیں۔ زائرین دور دراز کے علاقوں سے زیارت کے لیے مزار پر حاضری کی غرض سے آتے ہیں۔ حضرت شاہ علی قسور نے سلطنت بغداد کی بربادی کے آثار دیکھے تو ہجرت کر کے افغانستان آ گئے۔ کہا جاتا ہے کہ سلطان محمود غزنوی آپ کے مریدوں میں سے تھا۔

حضرت شاہ علی قسور کو گردیز کی ملکیت و حاکمیت دے دی گئی تھی اور وہاں علومِ اسلامیہ کی تبلیغ میں مصروف رہتے تھے۔ حضرت شاہ قسور نے سلطان محمود غزنوی کو تحفہ میں ایک چوغا دیا تھا جسے وہ جنگ کے میدان میں پہنا کرتا تھا اور اس کی برکت سے فتح اس کا

مقدر ہو جایا کرتی تھی حضرت شاہ علی قسور پانچویں صدی کے مشہور اولیاء کرام میں شامل تھے۔ آپ کے فرزند سیّد علی بھی ایک کامل ولی تھے جو والد کی حیات میں عالمِ شباب میں وفات پا گئے تھے۔ حضرت ابوالفضل جمال الدین جعفری گردیزی بھی سیّد علی کے فرزند تھے۔ جو بعدازاں شاہ یوسف گردیز کے نام سے مشہور ہوئے۔

شاہ یوسف گردیز ۴۵۰ ہجری کو قصبہ گردیز میں پیدا ہوئے۔ آپ کی والدہ سیدہ نیک بی بی پرہیز گار اور متقی خاتون تھیں۔ حضرت شاہ یوسف گردیز نے ابتدائی تعلیم اپنی والدہ ماجدہ سے حاصل کی۔ آپ بی بی قرآنی تعلیم اور زہد وتقویٰ میں کمال رکھتی تھیں اور شاہ یوسف بھی اوائل عمر میں ہی اپنی والدہ سے دینی معاملات میں تربیت حاصل کر چکے تھے۔

شاہ یوسف گردیز جب لڑکپن کو پہنچے تو مضافات کے علاقوں کا سفر اختیار کرنا شروع کر دیا۔ آپ کے دوروں کا محور اکثر بلخ، بخارہ، سمرقند اور تاشقند ہوا کرتے تھے۔ آپ سفر میں ہی تھے جب آپ کو خبر ملی کہ آپ کے والد ماجد دار فانی سے رحلت فرما گئے ہیں۔ یہ خبر آپ کو عالم کشف میں ہوئی اور آپ فوراً گھر تشریف لائے اور اپنے والد کی آخری منازل، تجہیز وتکفین اپنے ہاتھوں سے کروائی۔ والد کی وفات نے آپ پر گہرا اثر چھوڑا۔ اور آپ اکثر حجرہ میں مشغول عبادت رہنے لگے۔ جب کبھی حجرہ سے باہر آتے تو لوگوں کا ایک ہجوم اُمڈ آتا جو آپ سے دعا کرواتے آپ جب بھی کسی سائل کے لیے دعا فرماتے تو فوراً قبول ہو جایا کرتی۔ اسی سلسلہ سے آپ کی کرامت کا ظہور ہونا شروع ہوا۔

اور آپ کو کم سنی میں ہی شہرت حاصل ہونے لگی۔ آپ کے دادا اکثر آپ کو منع فرماتے کہ یوں کرامات کے ظہور سے لوگ گمراہ ہو جائیں گے۔ لیکن شاہ یوسف گردیز کسی کو تکلیف میں نہیں دیکھ سکتے تھے اور فوراً دعا کے لیے ہاتھ اٹھا کر دعا فرماتے اور تکلیف رفع کر دیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ گردیز کے نواح میں ایک لڑکا جو بہت بیمار تھا اور بیماری کی وجہ سے

بہت کمزور ہو چکا تھا۔اس کے والدین اپنے اس اکیلے بیٹے کو لے کر حضرت شاہ قسور کے دربار میں حاضر ہوئے۔آپ نے انہیں اللہ کی رضا میں راضی رہنے کا مشورہ دیا۔لڑکا وفات پا گیا جب اس کی میت لے کر جانے لگے تو اس کے والدین کے بین اور رونے کا شور سن کر حضرت شاہ یوسف گردیز اپنے حجرہ سے باہر آئے اور دیکھا کہ لڑکے کے والدین آہ و بکا کر رہے ہیں۔

آپ نے وجہ دریافت کی تو انہوں نے بتایا کہ ہمارا اکلوتا لختِ جگر وفات پا گیا ہے۔ ہماری دنیا اُجڑ گئی ہے۔ یہ سن کر آپ کو بہت ترس آیا اور آپ نے دعا کے لیے ہاتھ بلند کر دیے۔آپ کا دعا مانگنا تھا کہ لڑکا زندہ ہو گیا اور اس کے والدین بے حد خوش ہوئے۔ آپ کی اِس کرامات کا چرچا ہونے لگا آپ جب اپنے دادا کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ کے دادا شدید غصہ کی کیفیت میں تھے۔انہوں نے شاہ یوسف سے کہا بیٹا تم پر فضلِ ربی کی بہتات ہے مگر فقیر کا شیوا تسلیم و رضا ہے۔بہتر ہے تم ملتان چلے جاؤ وہاں تمہاری وجہ سے لوگوں کو دین حق کی روشنی حاصل ہوگی۔

آپ نے ارادہ سفر کیا اور اپنی والدہ بی بی نیک سیّدہ سے اجازت طلب کی بی بی نیک سیّدہ نے بھی اسے مشیت ایزدی سمجھ کر آپ کو ملتان جانے کی اجازت دے دی۔۴۷۱ ہجری میں آپ ملتان وارد ہوئے۔

اہم ترین بات یہ تھی کہ آپ اپنے ہمراہ پتھر پر نقش پائے مولائے کائنات امام علیؑ المرتضیٰ لے کر سفر پر روانہ ہوئے جو آپ نے ملتان میں اپنے حجرہ عبادت میں رکھا۔آپ ہمیشہ عبادت نقش پائے مبارک امیر کائنات کے قریب کیا کرتے تھے۔جس سے آپ کے رجحان اور طریقہ عبادت کی سمت کا تعین ہونے میں مدد ملتی ہے۔ ملتان میں ہجرت کر کے آنے کے وقت آپ کی عمر صرف ۲۱ برس تھی۔ ملتان اس وقت غیر محفوظ تھا۔ ہر طرف

ڈاکوؤں کا راج تھا۔ جس کی وجہ سے یہ علاقہ غیر آباد ہوتا جا رہا تھا اور یہاں کے مکین سلامتی کی خاطر ہجرت کرنے کو ترجیح دے رہے تھے۔ بہت کم آبادی صرف اس ٹیلے کے اوپر یا گردونواح میں باقی تھی جہاں بی بی پاک دامن کا مزار ہے۔

جب شاہ یوسف نے ملتان میں قدم رکھا تو حضرت موج دریا عرفان پناہ کے ہاں قیام فرمایا جو کہ مجذوب وقت تھے۔ آپ کی آمد کی برکت و کرامت سے لوگ جوق در جوق ملتان کا رخ کرنے لگے اور یہاں کی ویرانیاں کم ہونے لگیں۔ آخر ضرورت محسوس ہوئی کہ یہاں دریائے راوی کے کنارے ایک قلعہ تعمیر کیا جائے تا کہ آبادی کو ڈاکوؤں اور چوروں سے حفاظت و امان میسر ہو لیکن مسئلہ یہ تھا کہ دریا کا کنارہ دلدلی تھا۔

جب دیوار تعمیر کرتے تو دلدل میں دھنس کر دیوار گر جاتی۔ بالآخر شاہ یوسف علیہ رحمہ نے وہاں اپنا حجرہ عبادت تعمیر کروایا جس میں جائے عبادت کے قریب نقش پائے امیر کائنات رکھوایا اور حکم دیا کہ دیوار پر میری جوتی لٹکا دو ایسا کرنے سے قلعہ کی دیوار بحفاظت تعمیر ہوئی جو کہ دوبارہ نہ گری اور ملتان شہر دوبارہ آباد ہو گیا۔ حضرت شاہ یوسف گردیز اور مجذوب ملتان موجِ دریا عرفان پناہ نے تبلیغ دین کا آغاز کر دیا۔ اور لوگ ہزاروں کی تعداد میں فیضانِ نظر سے استفادہ کرتے ہوئے دائرہ اسلام میں داخل ہونے لگے جن میں کثرت سے ہندوؤں اور سکھوں نے مذہب حقہ قبول کیا۔ ایک روایت کے مطابق جب شاہ یوسف ملتان تشریف لائے تو آپ شیر پر سوار تھے۔ اور ہاتھ میں سانپ کا چابک تھا۔ جس منظر کو ایک فارسی شاعر نے یوں بیان کیا ہے:

دانی سوار شیر کہ در دست مار کرد

مخدوم شاہ یوسف ایں جا قرار کرد

آپ ولی کامل شاہ جمال الدین المعروف شاہ یوسف گردیز کی بے پناہ کرامات

قابلِ ذکر ہیں جو کہ اس مختصر مضمون میں بیان کرنا ممکن نہیں بلکہ اس کے لیے ایک ضخیم کتاب درکار ہے۔ اس لیے مضمون کو موضوع تصنیف یعنی آپ کے مسلک تک محدود کرنا ضروری بھی ہے اور مجبوری بھی۔

حضرت شاہ یوسف نے جب تبلیغ کا آغاز کیا تو بے تحاشہ لوگوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہوئے مذہب حقہ قبول کیا۔ جو لوگ آپ کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہوئے ان کی اولادیں آج بھی ملتان میں آباد ہیں جو کہ نسل در نسل آپ کی تعلیمات پر عمل پیرا ہیں۔ یہ تمام لوگ مسلک شیعہ اثنا عشری میں جو اعزاداری امام عالی مقام کا خوب اہتمام کرتے ہیں۔ آپ نے اس شہر میں اپنی حیات کے دوران جو پہلی مسجد تعمیر کروائی جو آج بھی آپ کے روضہ کے ساتھ موجود ہے۔

اس کا نام مسجد شیعہ اثنا عشری رکھا۔ مزید یہ کہ آپ نے روضہ کے سامنے ایک بڑا علم عباس نصب ہے جو آپ کی حیاتِ ظاہری کے وقت بھی آپ کے حجرہ کے سامنے نصب تھا اور آج بھی اسی مقام پر نصب ہے۔

حضرت شاہ یوسف گردیز علیہ رحمہ کی تعمیر کردہ مسجد سے متعلق بیش بہا کتب میں تذکرہ موجود ہے جن میں تذکرہ سادات جعفریہ، تاریخ سادات جعفریہ گردیزیہ، تاریخ ملتان اور محمد بشیر گردیزی کی نو آمدہ تصنیف ''تاریخ سالارِ عجم ساداتِ جعفریہ گردیزیہ'' قابلِ ذکر ہیں۔ سب نے مسجد کی تعمیر کردہ شاہ یوسف سے متعلق تحریر کیا ہے لیکن مسجد کا نام تحریر نہیں کیا۔

اس کی ایک واضح وجہ یہ بھی ہے کہ ان مصنّفین نے آپ شاہ یوسف علیہ رحمہ کے مسلک کے متعلق غلط معلومات درج کی ہیں۔ اگر مسجد کا نام درج کر دیں تو ان کے خیالات کی نفی ہو جاتی ہے۔ حضرت شاہ یوسف کی مسجد کا نام مسجد شیعہ اثنا عشری ہے جو کہ آج بھی موجود ہے ایک بات قابلِ غور ہے کہ شاہ یوسف نے مسجد کا نام شیعہ مسجد کیوں نہ رکھا تو اس

کی وجہ یہ تھی کہ آپ علیہ رحمہ کے دور میں اسماعیلی شیعہ بھی موجود تھے۔

سو آپ نے اپنے سے درست اور قوی مسلک کے تعارف کے لیے مسجد کا نام اثنا عشری یعنی بارہ آئمہ کرامین کے نام پر رکھا اگر کوئی یہ کہے کہ یہ نام آپ علیہ رحمہ کے بعد رکھا گیا ہے تو اس کی وجہ بھی بیان کی جانی چاہیے کہ آپ کی نسل اور آپ کے مریدین نے یہ نام کیونکر رکھ دیا۔

ایک عظیم کرامت جس کا چرچا آج بھی آپ کے عقیدت مندوں کے علاوہ ہر خاص و عام کی زبان پر ہے کہ آپ کے انتقال کے بعد مشرقی ہندوستان سے ایک شخص آپ کے مزار پر حاضر ہوا جو آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کی خواہش لے کر بہت دور سے یہاں پہنچا تھا۔ آپ نے اسے اس اعزاز سے محروم نہیں کیا۔ اور اس کی بیعت کے لیے آپ کا ہاتھ قبر مبارک سے باہر آیا اور اس شخص نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اس شخص کے قبیلہ کے لوگ آج بھی موجود ہیں جو ہر سال روضہ مبارک حضرت شاہ یوسف گردیز پر حاضری دیتے ہیں اور اعزاداری اور ماتم داری شہید کربلا کا اہتمام کرتے ہیں۔

کتاب حضرت شاہ یوسف گردیز میں درج ہے کہ آپ کے روضہ مبارک کے قریب جہاں آج امام بارگاہ موجود ہے اس جگہ عزاداری امام حسینؑ کا آغاز خود شاہ یوسف نے کروایا تھا جو ان کی ظاہری حیات میں بھی جاری و ساری رہا اور آج تک رواں ہے۔ ایک اور مستند کتاب ''ملتان میں عزاداری'' میں بھی درج ہے کہ ملتان میں عزاداری امام حسینؑ کا سلسلہ حضرت شاہ یوسف گردیز نے جاری فرمایا تھا جو آج تک جاری و ساری ہے۔

درمیانی عرصہ میں جب ۱۷۴۷ء میں احمد شاہ ابدالی نے ملتان پر قبضہ کیا تو پٹھانوں کی حکومت قائم ہوئی۔ والی ملتان (گورنر) علی محمد خان بنا جو جابر اور دشمنِ عزاداران

آل محمدؐ تھا۔اس نے عزاداری پر پابندی عائد کردی۔اور شیعہ اثنا عشری لوگوں کی جائیدادیں بھی ضبط کرلیں۔اس دورِ جفا کار میں بھی آپ کے مریدین اور آپ کی اولاد نے سلسلہ عزاداری نہ چھوڑا۔ بلکہ ایک نئی روایت ڈالی کہ یہ لوگ رات کو تعزیہ تیار کرتے رات کے اوقات میں عزاداری امام عالی مقامؑ کرتے اور دس محرم کی صبح بوقت فجر تعزیہ شاہ یوسف گردیز کے روضہ کے سامنے دفن کردیتے۔ یہ روایت ملتان میں آج بھی جاری ہے۔

حضرت شاہ یوسف گردیز کے پڑپوتے حضرت سیّد شاہ یوسف ثانی نے اپنی کتاب جمال یوسفی میں اپنے خاندانِ گردیزیہ سادات کو شیعہ اثنا عشری بتایا ہے۔حضرت سیّد یوسف ثانی دو کتب کے مصنف ہیں جن میں جمال یوسفی اور ارشاد السالکین شامل ہیں۔

سادات گردیز کے حوالہ سے ایک اہم دلیل جو کہ اس خاندان کے شیعہ اثنا عشری ہونے پر مہر تصدیق ثبت کرتی ہے وہ یہ ہے کہ یہ لوگ اپنے آباؤ اجداد کی قبروں پر زیارت امین اللہ پڑھتے تھے جو کہ امام زین العابدینؑ نے حضرت علی المرتضٰی کی تربت مقدس پر پڑھی تھی۔ یہ زیات شیعہ اثنا عشری آج بھی مزارعات پر پڑھتے ہیں۔ان سارے حالات و واقعات سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ حضرت شاہ یوسف گردیز مسلک شیعہ اثنا عشری تھے آپ کا خاندان اور آپ خود بھی بارہ آئمہؑ کے پیروکار تھے۔

ایک تاریخی غلطی جس کا تذکرہ اور درستگی بہت ضروری ہے کہ کچھ لوگ حضرت شاہ یوسف کا شجرہ حضرت علی عریض سے ملاتے اور لکھتے ہیں۔ جو کہ قطعی طور پر درست نہیں ہے۔ کتاب تذکرہ سادات گردیزی اور تاریخ سادت گردیزیہ، کتاب شاہ یوسف گردیز، جمال یوسفی، کنز النساب اور تاریخ ملتان کے علاوہ کتاب یوسف شاہ گردیز اور شاہ شمس تبریز میں آپ کا شجرہ سیّد محمد دیباج ابن حضرت امام جعفر صادق سے ملتا ہے۔

اس کے علاوہ ۲۰۱۳ء کو جب میں زیارت مقدسہ کے لیے ایران گیا تو سیّد حسین کے روضہ مبارک پر بھی حاضری دی۔ وہاں پر کچھ نام درج تھے جن کی ترتیب کچھ یوں تھی: سیّد حسین ابن علی الخالصی ابن سیّد محمد دیباج ابن امام جعفر صادق اس شجرہ طیبہ کی تختی کی تصویریں بنالی تھیں۔ جو آج بھی محفوظ ہیں جس سے یہ حقیقت اور مسلمہ ہو جاتی ہے کہ شجرہ سادات گردیزیہ اور شاہ یوسف گردیز علی عریض سے نہیں بلکہ سیّد محمد دیباج سے ملتا ہے۔



آپ m کی اولاد

حضرت ابوالفضل جمال الدین شاہ یوسف گردیز ۴۵۰ ہجری کو گردیز میں پیدا ہوئے اور آپ کا انتقال ۱۸ ربیع الاوّل ۵۳۱ ہجری کو ملتان میں ہوا۔ آپ کے فرزند کا نام سیّد عماد الدین تھا۔ سیّد عماد الدین کے فرزند سیّد عبدالصمد تھے۔ آپ کے بیٹے سیّد عماد الدین اور پوتے سیّد عبدالصمد کی قبریں آپ کے روضہ مبارک کے احاطہ میں ملتان میں ہی موجود ہیں۔

سیّد عبدالصمد کے دو فرزندان ہوئے جن کے اسماء گرامی سیّد مخدوم یحیٰی اور سیّد محمد احمد شاہ تھا۔ سیّد یحیٰی سجادہ نشین ہوئے جبکہ سیّد محمد احمد شاہ دان گلی مری ضلع راولپنڈی میں آ کر آباد ہوئے۔ آپ کے فرزند سیّد عبدالرحمٰن اور ان کے فرزند شاہ محمد ان کے فرزند سیّد نور محمد شاہ ان کے فرزند سیّد منور شاہ المعروف شاہ سچیار ہوئے۔

شاہ سچیار کا مزار بہارا کہو شاہ پور میں موجود ہے۔ آپ کا انتقال ۱۰۱۲ ہجری کو پھلگراں بہارا کہو میں ہوا۔ آپ کے بارہ (۱۲) فرزندان تھے جن کے نام بالترتیب سیّد شاہ منصور، سیّد عین الملک، سیّد نظام شاہ، سیّد شہاب الدین شاہ، سیّد ہرتان شاہ، سیّد رکن شاہ،

سیّد حبیب شاہ، سیّد باقر شاہ، سیّد دولت شاہ، سیّد رسول شاہ، سیّد عبدالقادر شاہ اور سیّد بہادر شاہ ہیں۔

اسی طرح سادات گردیزیہ کا شجرہ سیّد محمد دیباج ابن حضرت امام جعفر صادقؑ سے نیچے کی طرف کچھ اس طرح آتا ہے۔ سیّد محمد دیباج ان کے بیٹے سیّد علی الخالصی ان کے بیٹے سیّد حسین المکارب ان کے بیٹے سیّد علی المتقی ان کے بیٹے سیّد محمد مسکان ان کے بیٹے سیّد حسین ان کے بیٹے سیّد عبداللہ ان کے بیٹے سیّد شاہ علی قسوران کے بیٹے سیّد علی ان کے بیٹے مخدوم سیّد جمال الدین شاہ یوسف گردیز ملتانی ہیں جن کی اولاد پاکستان میں اور آزاد کشمیر میں موجود ہے۔ جن میں قابل ذکر مقامات راولپنڈی، مری، ملتان، پشاور، آزاد کشمیر میں باغ، راولاکوٹ، دھیر کوٹ، مظفر آباد اور کہوٹہ میں جہاں آپ کی اولاد کثیر تعداد میں موجود ہے اور ایک عرصہ سے ان علاقوں میں موجود ہے۔

آزاد کشمیر کے کثیر سادات گردیزیہ میں تاریخ سے رجوع کرنے کے بعد مسلک شیعہ اثنا عشری اختیار کرنے کا رجحان تیزی سے بڑھ رہا ہے۔ جس کی بڑی وجہ رابطوں میں آسانی اور اپنے اجداد کی تاریخ سے روشناس ہوتا ہے۔ مسلک شیعہ اختیار کرنے والوں میں قابلِ ذکر شخصیات میں کثرت تعلیم یافتہ افراد کی ہے جو کہ دنیاوی علوم کے علاوہ تاریخ کی جانچ پڑتال اور دیگر علوم سے گہری دلچسپی رکھنے والے ہیں۔

ان اشخاص نے نہ صرف تحقیق کے بعد خود مسلک شیعہ اثنا عشری اختیار کیا بلکہ مسلکِ شیعہ اثنا عشری کی ترویج و تبلیغ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور یہ سلسلہ بہت تیزی سے جاری و ساری ہے۔ قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ خاندانِ سادات گردیزیہ نے برصغیر میں عزاداری کی اوّلین بنیادیں رکھیں اور سیرت اہلِ بیت سے برصغیر کے لوگوں کو روشناس کروایا۔ یہ قبیلہ عددی اعتبار سے کشمیر میں کثیر تعداد میں ہے اور ایک دفعہ پھر کشمیر میں مسلک

شیعہ اثناعشری کی ترویج کی طرف راغب ہو رہا ہے۔ ایک مستند اصول ہے کہ ہر چیز اپنے اصل کی طرف سفر کرتی ہے اور سادات گردیزیہ کا رجحان شیعہ کی طرف مائل ہونا اس کی ایک زندہ مثال ہے۔



حضرت سیّد معین الدین الکاظمی المعروف
حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری m

آپ سیّد معین الدین الکاظمی ۵۳۷ ہجری کو قصبہ سنجر میں پیدا ہوئے۔ اسی نسبت سے آپ کو سنجری بھی کہا جاتا ہے۔ آپ کے والد کا اسم گرامی سیّد غیاث الدین کاظمی تھا۔ آپ کی والدہ کا اسم گرامی سیّدہ ماہ نور فاطمہ تھا۔ آپ انتہائی نیک سیرت و پاکباز خاتون تھیں۔ آپ بی بی جب بھی خواتین کی محافل میں تشریف فرما ہوتی تو عورتوں کو فرامین فاطمتہ الزہراہ سے آگاہی کے لیے سیرت بی بی پاک فاطمہ الزہراہ سلام اللہ علیہ سے آگاہ فرماتی۔ اسی وجہ سے عورتیں آپ کو بڑی بی بی کے نام سے پکارتی تھیں۔

آپ کے والد سیّد غیاث الدین کاظمی اپنے عہد کے بلند پایہ عالم دین اور ولی کامل تھے۔ سیّد غیاث الدین کاظمی کے والد سیّد سراج الدین بھی بڑے عالم دین اور ولی کامل تھے۔ سیّد غیاث الدین کاظمی نے ابتدائی تعلیم اپنے والد سیّد سراج الدین سے حاصل

کی اور علم و ادب کی باریکیوں سے آگاہی حاصل کی۔ اسی طرح حضرت سیّد معین الدین کاظمی نے بھی اپنے والد غیاث الدین کاظمی سے کسبِ فیض حاصل کیا۔ جب حضرت امام موسیٰ کاظمؑ کو قید کر دیا گیا تو ہارون رشید نے آپ کے اہل و عیال کو بھی آپ سے ملنے کی اجازت نہیں دی جاتی تھی۔ اگر آپ کے فرزندوں سے بھی کوئی ملنے کے لیے آتا تو اسے قید کر لیا جاتا یا شہید کر دیا جاتا تھا۔ اسی وجہ سے آپ نے اپنے بیٹوں کو ملاقات سے منع فرما دیا تھا۔ امام موسیٰ کاظمؑ کے ۲۷ فرزند تھے۔ سب سے بڑے فرزند ارجمند امام علی رضاؑ ان سے چھوٹے سیّد ابراہیم تھے جن کی اولاد سے آپ ولی ہند سیّد معین الدین کاظمی تھے۔ اسی جبر و ستم کے باعث آپ امام موسیٰ کاظم کی اولاد تقیہ اختیار کیے ہوئے رہی۔ لیکن اس دوران بھی مشکلات کے باوجود حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے طریقہ کو زندہ رکھا اور جہاں بھی ممکن ہوا سیرت محمدؐ و آل محمدؐ سے لوگوں کو آگاہی فراہم کرتے رہے۔

اسی طرح طریقہ اہلِ بیت و آئمہ معصومین سینہ بہ سینہ حضرت امام موسیٰ کاظمؑ سے حضرت معین الدین کاظمی کے دادا حضرت سیّد سراج دین تک پہنچا۔ حضرت سیّد سراج الدین اپنے زمانہ میں فیوض و برکات اور علومِ دینیہ میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے اور بڑے بڑے علماء وقت آپ سے فیض حاصل کیا کرتے تھے۔ یہی عالم حضرت سیّد غیاث الدین کاظمی کا بھی تھا ان دو متبرک ہستیوں کی تربیت اور علوم کا ثمر جب بصورت سیّد معین الدین کاظمی چشتی اجمیری کی صورت میں نمودار ہوا تو عقل اہلیان ہند دنگ رہ گئی۔ سیّد معین الدین چشتی کاظمی کی رباعی ہندوستان میں حسینیت کی اذان بن کر گونجی۔

اس عارف کامل کی یہ رباعی کئی حوالوں سے منفرد ہے۔ اس رباعی میں نامِ حسین ۵ مرتبہ آیا ہے اور خوب یہ کہ جس مصرع میں نام یزید ابن معاویہ موجود ہے۔ وہاں نام حسین علیہ السلام نہیں آتا باقی تمام تین مصرعوں میں نام حسین موجود ہے۔ عارف کامل نے یہ پیغام

دیا ہے کہ جہاں نام یزید ابن معاویہ آجائے وہاں اسم پاک حسین ابن علیؑ درج کرنا بھی ولیوں کو گوارہ نہیں۔ ولی ہند فرماتے ہیں:

شاہ است حسینؑ بادشاہ است حسینؑ
دین است حسینؑ دین پناہ است حسینؑ

سرداد نہ داد دست در دست یزید
حقا کہ بناء لا الہ است حسینؑ

آپ کے سلسلہ مریدی کے حوالہ سے بھی تاریخی خیانت کا ارتکاب کئی مواقعوں پر کیا گیا ہے حالانکہ آپ کے والد بزرگوار اور دادا اس وقت کے کامل اولیاء تھے جن کے مریدین میں اولیا بھی تھے اور علما بھی اس وقت اہل علم وتصوف وہی بن سکتا تھا جو سیّد سراج الدین کاظمی اور سیّد غیاث الدین کاظمی سے کسب فیض حاصل کرتا تو پھر حضرت سیّد معین الدین چشتی اجمیری کاظمی کو دریا معرفت چھوڑ کر کسی کاریز یا کسی دریا سے پانی حاصل کرنے والی کسی نہریا (کوہل) سے رجوع کرنے کی قطعاً ضرورت نہیں تھی۔ اس زمانہ میں احترام سادات کا معیار بہت کڑا تھا۔

سادات کا بچہ بھی امتی کے لیے والد سے کم کا درجہ نہیں رکھتا تھا۔ جو کہ آج بھی یہی اصول ہے لوگ مقامِ سادات سے ناآشنا ہونے کی وجہ سے گمراہی کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ دین کا منبع خاندان نبوت تھا تو کوئی طالب علم کیونکر کسی ایسے استاد کا ہوسکتا ہے جس کا گھرانہ منبع علم وآگہی تھا۔ نبی کریمؐ سے کسی نے پوچھا کہ اگر آپ کی آل کے لوگ گنہگار ہوں تو کیا ان کا بھی احترام کیا جائے؟ تو آپؐ نے فرمایا جو متقی ہے اس کا احترام تقویٰ کی بنیاد پر کرو اور جو گنہگار ہے اس کا احترام میری نسبت کی وجہ سے کرو۔ کیونکہ پانی جس قدر بھی گدلا ہو آگ کو بجھا دیتا ہے۔ ایسے ہی میرے سادات کی محبت امت کو جہنم کی آگ سے بچانے

کے لیے کافی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ شیخ ابراہیم قندوزی اپنے منہ میں کھانا چبا کر معین الدین چشتی اجمیری کو کھلاتے جس وجہ سے آپ کا قلب صاف ہو گیا۔ تو سوال یہ ہے کہ اگر آپ ولی کامل کا قلب پاک نہیں تھا تو شیخ موصوف کو یہ زحمت کرنے کی ضرورت کیوں تھی۔ آپ شیخ موصوف نے کئی اور قلوبِ منور کیوں نہ کیے۔ ایک ایسے سیّد زادے کی خدمت کی ضرورت کیوں تھی۔

جس کے دادا و والد ولی عصر ہوں اور تعلیم بھی خود مکمل کروائی ہو۔ اس کو کسی شیخ کا چبایا کھانے کی ضرورت نہیں رہتی اور سادات پر صدقہ وزکوٰۃ اس لیے حرام ہے کہ یہ امتی کے مال کی علامتی میل ہے۔ اگر علامتی میل تک حرام ہے تو پھر غلاظت جسمانی اور منہ کا چبایا کیونکر حلال ہو سکتا ہے۔

الٰہ آباد میں ایک جمعہ کے اجتماع سے حضرت شاہ شمس کے پوتے شمس الدین ثانی خواجگی عظمت سادات بیان فرما رہے تھے کہ ایک شخص نے سوال کیا کہ ولی آلِ محمدؐ انسان تو سب برابر ہیں ایک جیسا کھانا ایک سا چلنا پھرنا پھر فضیلت سادات کیونکر مسلم ہے۔ آپ ولی آل محمدؐ نے ایک مثال کے ذریعے سمجھاتے ہوئے فرمایا اگر تم کسی دکان سے کچھ کپڑا خرید لاؤ اور اس کے اپنے یا اپنے بچوں کے لباس تیار کروالو اور اسی میں سے کچھ کپڑا لے کر غلاف قرآنی بھی بنا لو۔ کسی دن تم باہر سے آؤ گرمی لگ رہی ہو پسینہ بھی بہہ رہا ہو تو کیا اپنے اس لباس سے پسینہ صاف کر سکتے ہو؟ اس نے جواب دیا جی کر سکتا ہوں۔ تو آپ نے مزید پوچھا کہ کیا وہی پسینہ غلافِ قرآن سے بھی صاف کر سکتے ہو۔ تو جواب دیا: نہیں۔ اس پر شاہ شمس الدین ثانی خواجگی گویا ہوئے کہ اے شخص کپڑا تو ایک تھا۔ مگر غلافِ قرآن کی نسبت سے متبرک ہو گیا۔ اسی وجہ سے سادات بھی دیگر امتِ سے معتبر ہیں کہ ان کی نسبت نبی اکرمؐ سے ہے۔ یہاں ایک امر قابل ذکر ہے کہ قرآن کا احترام نبیؐ کی نسبت سے ہے۔ اور غلافِ

قرآن نسبت قرآن سے معتبر ہوا اگر نسبت در نسبت سے کپڑا اہم ہو جائے اور اس سے پسینہ صاف کرنا بھی مکروہ ہو تو براہِ راست اولادِ نبویؐ کے احترام کا اندازہ لگانا کیوں مشکل ہو گیا۔ ایک کپڑا پسینہ قبول نہ کرے تو نواسہ نبی کیونکر کسی کے منہ سے لعاب زدہ کھانا کھا سکتا ہے۔

کتاب انوارِ زہرہ میں درج ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا میری ذریت کو دیکھ کر احترام میں کھڑا نہ ہونے والا ظالم اور منافق ہے۔ اور یہ بھی درج ہے کہ استادِ غیر سیّد پر لازم ہے کہ شاگرد سیّد کے آگے نہ چلے۔ تمام امت پر احترام محمدؐ و آلِ محمدؐ واجب ہے۔ اہلِ سنت کے امام احمد رضا خان بریلوی فرماتے ہیں کہ:

تیری نسلِ پاک کا ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عین نور تیرا سب گھرانہ نور کا

سادات کے نور ہی سے یہ زمانہ روشن ہے۔ یہ قطب اور نور کے چشمے ہیں یہ اپنے اجداد سے فیض یاب ہیں۔ انہیں کسی غیر کی تقلید و مریدی کی ضرورت نہیں ہے۔ امام اہلسنت امام شافعی کا واقعہ ہے کہ ایک روز آپ درس و تدریس میں مصروف تھے۔ آپ اچانک کھڑے ہو جاتے پھر بیٹھ جاتے۔ ان کو اس کیفیت میں دیکھ کر ایک شاگرد نے پوچھا آپ تو کبھی بادشاہ کے آنے پر بھی کھڑے نہ ہوں۔ آج آپ کے ساتھ کیا معاملہ ہے تو انہوں نے کہا باہر سادات کا ایک بچہ کھیل رہا ہے۔ جب اس کا کھلونا دروازے کے باہر گرتا ہے تو وہ اسے اٹھانے کے لیے جھکتا ہے اور مجھے تعظیماً کھڑا ہونا پڑتا ہے۔

یہاں ایک بار پھر تضاد سر اٹھاتا ہے۔ اہلسنت کے امام کو سیّد کی تعظیم میں دورانِ تدریس بارہا کھڑا ہونا پڑتا ہے اور دوسری طرف اسی مسلک کے اکثر لکھنے والوں نے سادات کو بلکہ اولیاء سادات کو نہ صرف غیروں کا مرید بلکہ ان کے منہ کا چبایا کھانے والا لکھنے سے بھی گریز نہ کیا تو حضرات قارئین جو اپنے مسلک کے آئمہ کے طریقہ کے خلاف بہتان

باندھے وہ اس مسلک کا پیرو نہیں بلکہ باغی کہلاتا ہے۔

حضرت معین الدین نے جب قرآن پاک حفظ کر لیا اور علم و فقہ و تفسیر پر بھی دسترس حاصل کر لی تو آپ زیاراتِ مقدسہ کے لیے دمشق، حجاز، بغداد و کربلا کا سفر کر کے نجف اشرف اور اس کے بعد ہندوستان پہنچے۔ اجمیر شریف کو اپنی رہائش کے لیے پسند فرمایا اور وہیں قیام پذیر ہوئے۔

شاہ است حسینؑ بادشاہ است حسینؑ کی صدائیں اس طرح پھیلیں کہ عقیدت مندوں کا ایک ہجوم پورے برصغیر سے آپ کے گرد جمع ہوا۔ آپ کے روحانی اقتدار کے خلاف سازشیں ہونے لگیں۔ پرتھوی راج چوہان نے اعلیٰ فوجی عہدیداروں کے ذریعے آپ کو پیغام بھیجا کہ اجمیر سے نکل جائیں۔ آپ نے جواب دیا کہ پرتھوی راج سے کہو میں تمہارے لیے خطرہ نہیں ہوں مگر وہ اپنے مطالبے پر باضد رہا۔ ولی ہند معین الدین چشتی خاموش رہے۔ آپ کی چلاگاہ ایک پہاڑی پر تھی۔ جس کے دامن میں ''اناساگر'' جھیل تھی۔ آپ پہاڑی سے نیچے اترے اور راجہ کے سپاہیوں سے کہا۔ اناساگر جھیل سے ایک کاسۂ پانی بھر سکتا ہوں؟ سپاہیوں نے کہا بھر لیں۔ آپ نے کاسہ جھیل میں ڈالا تو جھیل کا تمام پانی کاسہ میں بھر گیا اور جھیل خشک ہوگئی۔

کہا جاتا ہے کہ اس وقت تمام ہندوستان کے چشموں کا پانی بھی خشک ہو کر آپ کے کاسہ میں آگیا۔ یہ کرامات دیکھ کر پرتھوی راج کے سپاہی گھبرا گئے۔ اور آپ کو اجمیر شریف سے بے دخل کرنے کا ارادہ ترک کر دیا۔ اس کے بعد اسلام کا دورِ بہار آیا اور ذکر محمدؐ و آلِ محمدؐ ہر طرف عام ہوا۔ آپ کی چلہ گاہ پر یہ شعر درج ہے:

کربلا میں کب بھلا محتاج تھے خواجہ کے جد

آ کے کاسہ میں یہ ثابت اناساگر نے کیا

آپ معین الدین چشتی حسینی سیّد تھے۔آپ کا شجرہ طیبہ حضرت امام موسیٰ کاظمؑ سے ملتا ہے۔اسی طرح شجرہ طریقت بھی اسی سمت سفر کرتا ہوا امام موسیٰ کاظمؑ سے جاملتا ہے۔ آپ مسلکِ اہلِ بیت سے منسلک تھے اور بارہ آئمہ کو پیشوا و رہبر مانتے تھے۔آپ کے فارسی کلام میں آپ نے بار ہا اپنے مسلک اور آئمہ کی توصیف کی ہے۔آپ نے حسینؑ کریم امام کو دین اور لا الہ کی بنیاد قرار دیا ہے اور آپ کی پیری کا حامل قطعاً کوئی مختلف العقیدہ شخص یا اشخاص نہیں ہو سکتے۔آپ کے نزدیک امام حسینؑ دین ہیں اور کسی کا بھی احترام کا معیار اس کی دینداری کی بنیاد پر ہوتا ہے۔ ابولہب اگر دین محمدیؐ میں شامل ہوتا تو آج لعنت کی بجائے رضی اللہ عنہ کا حقدار ٹھہرتا۔

حضرت معین الدین چشتی الکاظمی کا مسلک شیعہ اثنا عشری ہے کیونکہ آپ کے موجودہ کلام اور تعلیمات میں کہیں بھی چار اماموں کا ذکر تک نہیں ملتا۔آپ جا بجا بعد از محمد مصطفیٰؐ بارہ آئمہ معصومین کی تعریف و توصیف بیان کرتے دکھائی دیتے ہیں۔آپ کی شاعری اور زندگی دونوں ہی ان کے شیعہ مسلک سے ہونے کے ثبوت فراہم کرتے ہیں۔ مسلک اہلِ سنت میں بعد از نبی بزرگ ترین ہستی حضرت ابوبکرؓ کی ہے جبکہ حضرت معین الدین چشتی الکاظمی کی شاعری میں جا بجا ذکر اہلِ بیت اور بارہ آئمہ کرامین کے علاوہ کسی دیگر ہستی کا نام دکھائی نہیں پڑتا۔آپ بعد از نبی علی المرتضیٰ اور پھر علے الاعلان حسینؑ کو دین کہہ کر مرتبوں کی ترتیب اپنے ایمان کی روشنی میں بیان کر چکے ہیں۔

○○○

از حضرت سلطان الہند خواجہ غریب نواز سید معین الدین چشتی اجمیری m

آپ کا عقیدہ مسلک آپ کی اپنی زبان سے:

یارب! بحق سیّد کونین مصطفےٰ
آں شافع معاصی و آں منبع عطا

ترجمہ: اے خدا! سیّد کونین محمد مصطفےٰ کے طفیل جو گنہگاروں کی شفاعت کرنے والے اور عطا کا سرچشمہ ہیں۔

یارب! بحقِ شہ نجف آں کہ آمدہ
درشانِ او تبارک و یٰسین و ھل اَتٰی

ترجمہ: اے خدا! شاہِ نجف کے طفیل میں کہ جن کی شان میں سورۂ تبارک و یٰسین و ھل اَتٰی نازل ہوئیں۔

یارب! بسوز سینہ و افغانِ فاطمہ

یارب! بآہ و نالہ آں سرور النساء

ترجمہ: اے خدا! جناب فاطمۃ الزہراؑ کے سوز وفغان کے طفیل اور اے خدا! سیّدۃ النساء کی آہ وفریاد کے صدقہ۔

یارب! بحرمت دل صد پارہ حسن

آں بادشاہ جملہ آفاقِ اجتبا

ترجمہ: اے خدا! امام حسن کے دل کے سوٹکڑوں کے احترام میں (جوزہرخوانی کے باعث قے میں نکلے) جوتمام آفاق کے بادشاہ ہیں۔

یارب! بحرمتِ جگر تشنہ حسینؑ

یارب! بحقِ خونِ شہیدانِ کربلا

ترجمہ: اے خدا! امام حسین کی پیاس کی حرمت کا صدقہ اے خدا! کربلا کے شہیدوں کے خون کے طفیل۔

یارب! بحق عابدؑ و باقرؑ امام دیں

یارب! بحقِ جعفرؑ وہم موسیٰؑ و رضاؑ

ترجمہ: اے خدا! حضرت زین العابدینؑ اور امام محمد باقرؑ کا واسطہ اے خدا! امام جعفر صادقؑ، امام موسیٰ کاظمؑ، امام علی رضاؑ کا واسطہ۔

یارب! بحرمتِ تقیؑ و عزت نقیؑ

یارب! بحق عسکریؑ آنِ شاہِ پیشوا

ترجمہ: اے خدا! امام تقیؑ کی حرمت اور امام علی نقیؑ کی عزت کا واسطہ اے خدا! امام حسن عسکریؑ کا واسطہ جو پیشواؤں کے بادشاہ ہیں۔

یارب! بحق مہدیؑ ہادی کہ ذاتِ اُو
ماند مصطفےٰؐ است مولا و مرتضےٰؑ

ترجمہ: اے خدا! اس ہادی برحق امام مہدیؑ کا واسطہ جو حضرت محمد مصطفٰیؐ کی طرح مولا و مرتضٰیؑ ہیں۔

یارب! بحق جملہ پیغمبرانِ خود
یارب! بحق جملہ ارواح انبیاء

ترجمہ: اے خدا! تجھے اپنے تمام پیغمبروں کا واسطہ اور اے خدا! تجھے واسطہ تمام انبیاء علیہم السلام کی ارواح کا۔

دارو معین امید در آں دم زلطفِ خود
بخشی و رابہ شاہ شہیدانِ کربلا

ترجمہ: اے خدا! معین الدین اس وقت تجھ سے لطف و کرم کا امیدوار ہے۔ اس کو شاہِ شہیدان کربلا کے طفیل بخش دے۔



آپ m کی منقبت بحضور پنجتن پاک

یارب بحق سیّد کونین مصطفیٰ
آں شافع معاصی و آں منبعِ عطا

یارب بحق شاہ نجف آنکہ آمدہ
درشان او تبارک و یٰسین وہل عطا

یارب بسوزِ سینہ و فغانِ فاطمہؑ
یارب بحرمتِ دلِ صد پارہ حسن

آں بادشاہ جملہ آفاق اجتبا
یارب بحرمت جگہ تشنہ حسینؑ

ترجمہ: مندرجہ بالا اشعار میں معین الدین چشتی اجمیری کاظمی فرماتے ہیں کہ یارب بحق محمد مصطفیٰ سیّد کونین جو گنہگاروں کی بخشش کے ضامن اور عطا کا منبع ہیں۔ یارب علیؑ کے طفیل جو کہ سورۃ مبارک، یٰسین اور ہل عطا کا مظہر ہیں۔ یارب فاطمہ الزہرہ کے سوزِ جگر اور آہ فغاں کا صدقہ حسن مجتبیٰ کے سوٹکڑوں میں تقسیم ہونے والے جگر کے طفیل اور اے تمام آفاق کے بادشاہ امام حسین علیہ السلام کے تشنہ جگر کا واسطہ میری دعا قبول فرما۔

○○○

شجرہ نسب حضرت معین الدین چشتی اجمیری کاظمی m

حضرت سیّد معین الدین چشتی ابن سیّد غیاث الدین ابن سیّد سراج الدین ابن سیّد عبداللہ ابن سیّد عبدالکریم ابن سیّد عبدالرحمٰن ابن سیّد اکبر ابن سیّد محمد ابن سیّد علی ابن سیّد جعفر ابن سیّد قاسم ابن سیّد باقر ابن سیّد محمد ابن سیّد حضرت سیّد علی ابن سیّد محمد اکبر ابن سیّد ابراہیم ابن حضرت امام موسیٰ کاظمؒ ابن امام جعفر صادقؓ ابن محمد باقرؒ ابن امام زین العابدینؒ ابن امام حسینؓ ابن امام علیؓ ابن ابی طالبؓ۔

شجرہ ہذا ہی مصدقہ شجرہ معین الدین چشتی رحمتہ اللہ علیہ رحمہ ہے۔

○○○

شاہ است حسینؑ بادشاہ است حسینؑ

ترجمہ: شاہ ہیں حسینؑ بادشاہ ہیں حسینؑ۔

دین است حسینؑ دین پناہ است حسینؑ

ترجمہ: دین میں حسینؑ دین کو پناہ دینے والے حسینؑ ہیں۔

سردادِ نہ داد دست در دست یزید

ترجمہ: سر دے دیا ہاتھ نہیں دیا یزید کے ہاتھ میں۔

حقا کہ بناء لا الہ است حسینؑ

ترجمہ: حقیقت یہ ہے کہ لا الہ ہی حسینؑ ہیں۔



حضرت سیّد شاہ عبداللطیف کاظمی المشہدی المعروف برّی امام سرکار m

حضرت شاہ عبداللطیف کاظمی ۱۰۲۶ ہجری کو کرسال سیّداں ضلع چکوال میں پیدا ہوئے۔آپ کے والد کا اسم گرامی سیّد سخی محمود بادشاہ کاظمی تھا۔آپ کی والدہ کا اسم گرامی بی بی سیّدہ غلام فاطمہ تھا۔آپ کے والد کو محمود شاہ نجفی بھی کہا جاتا تھا کیونکہ آپ نجف اشرف سے فارغ التحصیل عالم دین تھے۔آپ کا خاندان مشہد ایران سے آکر ہندوستان میں آباد ہوا۔اوّل آپ کے اجداد نے راولپنڈی کی تحصیل گوجرخان میں قیام کیا۔

آپ کے اجداد میں ایک بزرگ سیّد شاہ حسین مشہدی قصبہ چولی کرسال میں آباد ہوئے۔شاہ حسین مشہدی کے دو فرزند سیّد عبدالغنی شاہ اور سیّد محمد کریم ہوئے۔سیّد محمد کریم ہزارہ میں آکر آباد ہوئے۔اوران کی اولاد بھی ہزارہ، خان پور، کشمیر میں آباد ہے۔سیّد عبدالغنی کے تین فرزند بالترتیب سیّد الیاس شاہ، سیّد عبدالغالب اور سیّد عباس ہوئے۔سیّد

الیاس کی اولاد کو ہالہ ضلع ہزارہ اور ہری پور کے علاوہ کشمیر میں موجود ہے۔

عبدالغالب کی اولاد کرسال ضلع چکوال اور ہزارہ میں موجود ہے۔اسی طرح سیّد عباس کی جو اپنے دور کے درویش کامل بزرگ گزرے ہیں۔آپ حلیم طبع اور فقیر دوست انسان تھے۔سیّد عباس کو حضرت لعل شہباز قلندر سے خاص لگاؤ تھا۔آپ اکثر لعل کے مزار پر حاضری دیتے جب آپ کو اللہ نے فرزند عطا کیا تو اس کا نام بھی سکندر رکھا اور پوتے کا نام بودلہ رکھا۔ جو قلندر پاک لعل شہباز قلندر کے مرید خاص کے نام پر رکھا۔سیّد عباس شیعہ مسلک سے تعلق رکھتے تھے کیونکہ آپ کے اباؤ اجداد بھی تعلیم یافتہ تھے اور شیعہ مسلک سے تعلق رکھتے تھے اور آپ کو بھی دینی تعلیم دلوائی گئی تھی۔سیّد عباس کے فرزند سکندر شاہ اور سکندر شاہ کے فرزند بودلہ شاہ اور بودلہ شاہ کے فرزند سیّد احمد شاہ اپنے اپنے ادوار میں بے پناہ مقبول اور باکمال شخصیات تھیں۔

سیّد احمد شاہ کے فرزند محمود بادشاہ تھے جو کہ ۹۹۵ کو کرسال سیّداں میں پیدا ہوئے۔ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی اس کے بعد آپ کو سیّد شاہ نذر دیوان کے پاس تعلیم حاصل کرنے کے لیے سیّد کسراں بھیج دیا گیا۔سیّد شاہ نذر دیوان نے آپ کی تربیت کی اور فقیرانہ نگاہ ڈالتے ہی آپ کی قابلیت کو جانچ لیا اور یہ بھی دیکھ لیا کہ حضرت محمود بادشاہ کے مستقبل میں کیا خدمات انجام دینی ہیں۔حضرت سیّد شاہ نذر دیوان سرکار نے آپ کے والد سے مشورہ کیا کہ محمود شاہ کو اعلیٰ تعلیم کے لیے نجف اشرف روانہ کر دیا جائے اور ایسا ہی کیا گیا۔آپ سیّد محمود بادشاہ نے نجف اشرف بغداد اور قم کے نامور اساتذہ سے تعلیم حاصل کی۔

دس سال بعد تعلیم مکمل کر کے آپ واپس وطن پہنچے تو آپ کا شاندار استقبال کیا گیا۔قرب و جوار میں تبلیغ دین کا آغاز کیا مگر اکثر لوگ آپ کے شیعہ اثنا عشری ہونے کی بنا

پر بغض و کینہ رکھنے لگے۔ آپ نے ان حالات کا ذکر اپنے مرشد شاہ نذر دیوان سے کیا تو آپ کو مرشد نے حکم دیا کہ لباس عالمانہ اتار دو اور فقیرانہ روپ اختیار کر لو۔ ہجرت کرو اور حالتِ درویشی میں تعلیماتِ اہلِ بیت علیہ السلام کا پرچار و تبلیغ کرو۔ آپ نے ہجرت کی اور کسرال سیّداں سے آ کر شاہ پور آباد ہو گئے۔ جو بعد ازاں اسلام آباد ہوا۔ سخی محمود بادشاہ کا نجف سے تعلیم یافتہ ہونا اہلِ سنت کی کتب میں بھی ثابت ہے۔ جن میں کتب (۱) ساداتِ کاظمی مشہدی (۲) سادات در پاک و ہند (۳) حیات بری سرکار از سیّد ارتضیٰ کرمانی قابلِ ذکر ہیں۔ اس کے علاوہ تذکرہ اولیاء پوٹھوہار میں یہ بھی تذکرہ موجود ہے۔ حضرت شاہ عبداللطیف کو بھی ابتدائی تعلیم کے بعد غورغشی ضلع اٹک روانہ کر دیا گیا۔ جو اس وقت علوم اسلامی کا ایک معتبر مرکز مانا جاتا تھا۔ بری سرکار نے وہاں فقہ، ادب اور حدیث، منطق کے علوم سے آگاہی حاصل کی۔

حصولِ علم کے جذبہ میں کسی طور کمی نہ آئی تو آپ کے والد سیّد محمود سخی بادشاہ نے آپ کو نجف اشرف روانہ کیا۔ نجف میں حصولِ علم کے بعد آپ مشہد، کربلا معلّیٰ، کاظمین بغداد کی زیارت کے بعد مکہ مکرمہ تشریف لے گئے۔ حج کی سعادت حاصل کی اور مدینہ منورہ میں روضہ رسولؐ پر بھی حاضری کا شرف حاصل کیا۔ اس کے بعد آپ جنت البقیع گئے اور اپنے اجداد بی بی پاک طاہر فاطمہ الزہرہؑ کے روضہ اقدس پر حاضری دی۔ آپ نے حضرت امام زین العابدینؑ، حضرت امام باقرؑ، حضرت امام جعفر صادقؑ کے مزارات مقدسہ پر بھی حاضری کا شرف حاصل کرنے کے بعد واپس شاہ پور (اسلام آباد) تشریف لے آئے۔ کتاب سیرت بری امام میں درج ہے کہ جب آپ واپس تشریف لائے تو آپ کے دل میں مرشد کی تڑپ بے چین کرنے لگی تو آپ حجرہ شاہ مقیم گئے۔ جہاں آپ نے سیّد جمال الدین بالا پیر کے ہاتھ پر بیعت کی اور ان کی خدمت میں رہ کر روحانی فیض حاصل کیا۔ پہلی

غلطی تو یہ ہے کہ حضرت بری سرکار اور بالا پیر کے ادوار میں بڑا فرق ہے۔

حضرت جمال اللہ المعروف بالا پیر کی پیدائش ۵۲۲ ہجری میں ہوئی اور بری امام کا سن ولادت ۱۰۲۶ ہجری ہے جن کے مابین ۵۰۴ سال کا فرق بنتا ہے۔اور حضرت بالا پیر کی عمر کے متعلق کوئی ایسی روایت موجود نہیں ہے جس میں آپ کی عمر ساڑھے پانچ سو سال بنتی ہو۔اس طرح یہ بات قطعاً ثابت نہیں ہوتی۔کتاب سیرت بری امام کے مصنف سے انتہائی معذرت کے ساتھ درستگی کی ذمہ داری نبھانے کے لیے التماس ہے۔

حضرت بری سرکار جب وطن واپس تشریف لائے تو آپ کے والد بزرگوار نے آپ کو اپنے گزشتہ حالات سے آگاہ کیا جن کی بدولت آپ کو تعلیمات اہلِ بیتؑ عام کرنے کے لیے لباس درویشی اختیار کرنا پڑا تھا اور عالمانہ لباس اتار دینا پڑا تھا۔سیّد سخی محمود بادشاہ نے آپ کو بھی یہی حکم دیا کہ تم بھی لباس درویشی اختیار کرلو اور کچھ عرصہ ریاضت کرو۔

آپ نے والد گرامی کا حکم پاتے ہی اس پر عمل پیرا ہوئے۔اسی عرصہ میں آپ کی شادی کر دی گئی کچھ مدت کے بعد آپ کے ہاں بیٹی کی ولادت ہوئی۔لیکن آپ کی اس بچی کی کمسنی میں ہی وفات ہوگئی اور کچھ مدت کے بعد آپ کی اہلیہ بھی انتقال فرما گئیں۔آپ نے اپنے والد کے حکم سے ندی میں چلہ کشی اختیار کی اور مسلسل ۱۲ برس اسی ندی کے کنارے عبادت و ریاضت میں مصروف رہے۔ایک دلچسپ بات ہے کہ لعل شہباز قلندر کی عبادت و ریاضت، بوعلی قلندر کا چلہ کش رہنا حضرت شاہ شمس کا عالم سکر میں ہونا سب کا عرصہ بارہ سال بنتا ہے اور یہ تمام اولیاء کرام اثنا عشری یعنی ۱۲ آئمہ معصومینؑ کے پیروکار بھی تھے۔ان کی عبادت و ریاضت سے بھی ان کے عقیدہ کا برملا اظہار ہوتا ہے۔دوئم یہ کہ ہر عالم آشنا ہے کہ نجف اشرف میں تعلیم اثنا عشری یعنی شیعہ مسلک کے عقائد کے مطابق دی جاتی ہے اور فقہ حنفیہ سے کسی طرح کا نظامِ تعلیم موجود نہیں جو کہ ان اولیاء کرام کا مسلک شیعہ اثنا عشری

ہونے پر واضح دلیل ہے۔ محمد حسیب قادری بھی سیرت بری امام میں آپ کے نجف اشرف سے فارغ التحصیل ہونے کی تصدیق کرتے ہیں۔ آپ بری سرکار کے مرشد آپ کے والد حضرت سیّد سخی محمود بادشاہ مشہدی النجفی کے علاوہ کوئی اور نہیں ہے۔

حضرت بری سرکار کا نجف اشرف سے تعلیم حاصل کرنے کے متعلق تذکرہ مقیمی، سیرت بری سرکار از ارتضٰی علی کرمانی اور سیرت بری امام از حسیب قادری میں بھی درج ہے۔ جب بری سرکار لوئی ندی غار میں چلہ کش ہوئے تو آپ کی دیکھ بھال اور راہنمائی آپ کے والد و مرشد سخی محمود بادشاہ سرکار خود کیا کرتے تھے۔ لوئی ندی میں ایک غار جس میں ہر وقت مچ جلتا ہے۔ یہ حضرت سخی محمود بادشاہ کی ہے۔ وہ جب بھی دورانِ چلہ کشی بری سرکار کے پاس جاتے تو اسی غار میں قیام کرتے اور اکثر رات بھی وہیں گزارتے۔ اس طرح آپ نے ایک والد کی حیثیت سے شفقت پدری اور مرشد کی حیثیت سے دورانِ ریاضت و چلہ کشی آپ بری سرکار کی ہر قدم حوصلہ افزائی و رہنمائی فرمائی۔ آپ کے والد کی رہنمائی ولی العصر سیّد نذر دیوان فرماتے تھے۔ اس طرح بالواسطہ سیّد شاہ نذر دیوان بھی آپ کے مرشد کہے جاتے ہیں۔ جو آپ کے معلم اور آپ کے والد کے مرشد تھے۔

آپ کا وصال ۱۱۱۷ ہجری کو نور پور شاہاں میں ہوا۔ آپ کا مزار نور پور شاہاں میں واقع ہے۔ اور آپ کے فیض سے منور یہ سارا علاقہ بری امام ہی کہلاتا ہے۔ آپ سیّد کاظمی المشہدی تھے۔ آپ کا سلسلہ حیدری الحسینی قلندری تھا۔

○○○

آپ m کا شجرہ طاہرہ

حضرت شاہ عبداللطیف المعروف بری امام ابن سیّد سخی محمود ابن سیّد احمد شاہ ابن سیّد بودلہ شاہ ابن سیّد سکندر شاہ ابن حضرت سیّد عباس شاہ ابن حضرت سیّد عبدالغنی ابن حضرت سیّد شاہ حسین ابن حضرت سیّد ارم شاہ ابن حضرت سیّد علی شیر ابن حضرت سیّد عبدالکریم ابن حضرت سیّد وجیہ الدین ابن حضرت سیّد محمد ولی ابن حضرت سیّد محمد ثانی ابن حضرت سیّد رضا شاہ ابن حضرت سیّد صدرالدین ابن حضرت سیّد محمد احمد سابت ابن حضرت سیّد ابوقاسم ابن حضرت سیّد پیر بر بریاں ابن حضرت سیّد سلطان عبدالرحمٰن ابن حضرت سیّد اسحاق ثانی ابن حضرت سیّد موسیٰ اوّل ابن حضرت سیّد محمد ابن حضرت سیّد محمد عالم ابن حضرت سیّد قائم عبداللہ ابن حضرت سیّد شاہ محمد اوّل ابن حضرت شاہ اسحاق الموفق ابن حضرت امام موسیٰ کاظمؑ ابن امام جعفر صادقؑ ابن امام محمد باقرؑ ابن امام زین العابدینؑ ابن امام حسینؑ ابن امام العالمین علی المرتضیٰؑ ۔

○○○

مکالمہ مابین حضرت برّی امام m
و عالمگیر ابن شاہجہان مغل شہنشاہ

ایک مرتبہ لوگوں نے بادشاہ شاہ جہان سے شکایت کی کہ ایک شخص ہمارے لوگوں کو بالکل خاطر میں نہیں لاتا۔ اس شخص کے گرد ہزاروں افراد کا اکٹھ رہتا ہے کہیں یہ شخص لوگوں کو بغاوت پر آمادہ کر کے بادشاہت پر قابض ہونے کے لیے سازش ہی نہ کر رہا ہو۔ جس پر شاہ جہان نے اپنے بیٹے عالمگیر کو سپاہیوں کے ہمراہ بری سرکار کے پاس روانہ کیا۔ عالمگیر جب آن موجود ہوا تو اس وقت بری سرکار تدریس میں مصروف تھے۔ آپ عالمگیر کی نیت کو بھانپ چکے تھے۔۔۔ آپ نے قرآن حکیم کی آیت مبارکہ تلاوت فرمائی:

اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَ لَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ (القرآن)

ترجمہ: ''بے شک اللہ کے ولیوں کو نہ کوئی خوف ہے اور نہ کوئی غم۔''

آپ اس آیت کی تلاوت کے بعد دوبارہ تدریس میں مصروف ہو گئے۔ شہزادہ

عالمگیر کچھ دیر تک آپ کو دیکھتا رہا پھر درج ذیل آیت مبارکہ تلاوت فرمائی۔

اطیعو اللّٰہ و اطیعو الرسول و اولی الامر منکم

ترجمہ: ''اطاعت کرو اللہ کی اطاعت کرو اس کے رسول کی اور حاکم وقت کی۔''

آپ بری امام عالمگیر سے مخاطب ہوئے کہ اللہ اس کے رسولؐ اور اس کی جانب سے امر کردہ اولی الامر کی اطاعت میں ہی تو مشغول ہوں جس پر عالمگیر نے کہا کہ ہم ہی تو حاکمِ وقت ہیں۔ حضرت بری سرکار نے جواب میں فرمایا کہ بتاؤ یزید حق پر تھا یا حسین کریمؑ؟ عالمگیر نے جواب دیا بلاشبہ حسینؑ ہی حق پر تھے۔ اس پر بری سرکار گویا ہوئے کہ اگر حاکم وقت ہی اولیٰ الامر ہوتا تو امام حسینؑ کبھی یزید سے جنگ نہ کرتے۔ بلکہ اس کی اطاعت قبول کرتے۔ پھر عالمگیر سے سوال کیا بتاؤ کون سا فرشتہ تمہارا تابعدار ہے۔ عالمگیر نے جواب دیا فرشتہ تو ہمارا تابعدار نہیں ہے۔ بری سرکار گویا ہوئے فرشتے اللہ کا امر ہیں۔ اور اولیٰ الامر تو وہی ہوسکتا ہے جس کی تابعداری فرشتے اور تمام حقائق بھی بجالائیں۔ اولیٰ الامر وہی ہیں جن کے گھر فرشتہ پیغام رسانی کرے۔ بھکاری بن کر آئے۔ جن کے لباس درزی کی صورت لے کر آئے اور جن کے دروازے پر فرشتوں کے جلے پر واپس ملتے ہوں۔ جنات جن کے حکم کے تابع ہوں۔ بلاشبہ وہی میرے لیے اولی الامر ہیں اور میں انہی کا اطاعت گزار ہوں۔ اس مدلل اور پر اثر کلام سے عالمگیر بہت متاثر ہوا۔ آپ سے اپنی گستاخی پر معافی مانگتے ہوئے آپ کی مریدی اختیار کی۔

ooo

حضرت سیّد قطب الدین بختیار کا کی رضوی m

حضرت سیّد قطب الدین بختیار کا کی ۵۷۰ ہجری میں پیدا ہوئے۔آپ کے والد گرامی کا اسم گرامی سیّد کمال الدین رضوی تھا۔اور دادا کا اسم گرامی حضرت سیّد محمد اوسی تھا۔ آپ قطب الدین بختیار کا کی ابھی دو سال سے کچھ زیادہ کے سن کو پہنچے تھے کہ آپ کے والد سیّد کمال الدین رضوی کا انتقال ہو گیا۔آپ کی والدہ نے آپ کی پرورش کی حضرت قطب الدین بختیار کا کی مادر زاد ولی تھے۔والدہ نے آپ کو حصولِ تعلیم کے لیے مدرسہ میں داخل کروایا آپ نے چند ہی ایام میں قرآن ختم کر لیا اور بہت کم وقت میں حفظِ قرآن کا اعزاز بھی حاصل کر لیا۔اس کے بعد آپ کی والدہ نے آپ کو حضرت سیّد معین الدین چشتی اجمیری الکاظمی کی خدمت میں چھوڑا۔

جہاں آپ نے ولی ہند کے زیرِ سایہ سلوک کی منزل طے کی۔۱۷ سال کی عمر میں حضرت معین الدین چشتی اجمیری نے آپ کو دہلی کی ولایت عطا کی۔دہلی میں دورانِ تبلیغ ہزاروں غیر مسلم افراد نے آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔مسلمانوں کے علاوہ بھی لاکھوں

لوگ آپ کے فیض سے استفادہ کرتے رہے اور اپنے مسائل کا حل آپ حضرت سے پاتے تھے آپ بہت خدا ترس اور ہر کسی سے شفقت سے برتاؤ کرتے تھے۔ دورانِ وعظ و نصیحت توصیف محمدؐ وال محمدؐ آپ کا وطیرہ رہا۔ آپ تعلیمات آل محمد کو ہی عام فرماتے اور اسی کو ذریعہ نجات بتاتے تھے۔ آپ اکثر فرماتے تھے کہ اگر کسی نے کوئی سوال پوچھنا ہے تو بلا خطر پوچھے کیونکہ میں آلِ محمدؐ اور اولادِ علیؑ ہوں۔ دین محمدیؐ کو خوب جانتا ہوں۔ آپ رضوی سیّد تھے۔ آپ کا شجرہ نسب بہت سی کتب میں موجود ہے لیکن درست درج نہیں ہے۔ سیرت بختیار کاکی کے مؤلف شبیر حسن چشتی نظامی نے بھی آپ کا شجرہ امام رضا علیہ السلام سے ملاتے ہوئے درج کیا ہے تاہم اس میں بھی ناموں کی غلطی موجود ہے۔

اسی طرح سیرت بوعلیؒ قلندر کے مؤلف محمد حسیب قادری نے آپ کا شجرہ امام جعفر صادقؑ سے لکھا ہے جو کہ غلط ہے۔ اسی طرح تذکرہ اولیاء ہند میں آپ کا شجرہ نسب امام ابوحنیفہ سے درج ہے جو کہ کسی صورت درست نہیں ہے۔ آپ کا شجرہ مبارک تاریخ کنز النساب، تاریخ گلزار شمس میں درست درج ہے جو کہ ۱۹ پشتوں کے بعد امام علی المرتضیٰؑ سے ملتا ہے جو کہ مضمون کے آخر میں درج ہے۔ آپ ظلمت کدہ ہندوستان میں دین محمد و تعلیمات محمدؐ و آلِ محمدؐ کی روشنی پھیلانے والے چراغ بے مثل ہیں۔

آپ نے توصیف محمدؐ و آلِ محمدؐ کے قصائد تحریر کیے۔ آپ کا فارسی کلام جا بجا آپ کے مسلک کا پتا دیتا ہے۔ جہاں بارہ آئمہ معصومینؑ کا تذکرہ جا بجا ملتا ہے۔ لکھنے والوں نے غلطی سے حضرت معین الدین کی طرح آپ کو اہلسنت سے لکھ دیا ہے جبکہ تصنیف ہذا میں بار بار وضاحت کر دی گئی ہے کہ اہلسنت چار آئمہ کے پیروکار جبکہ بارہ آئمہ کے پیروکار اثنا عشری کہلاتے ہیں۔ جو کہ مسلک شیعہ اہل تشیع کے پیروکار ہیں۔ اہلسنت کا مسلک کا پیروکار رہو اور تمام عمر شانِ بارہ آئمہ اور چہاردہ معصومین بیان کرتا رہے اور تعلیمات آلِ محمدؐ

اور سیرت بارہ آئمہؑ پر خود بھی کاربند ہو اور اس کی تبلیغ بھی کرے تو کیا یہ مذاق نہیں ہے۔ آپ کے شعروں میں آپ کے آئمہ کا تعارف بڑی آسانی سے ملتا ہے۔ جیسا کہ آپ کے ایک دعائیہ کلام کا شعر قارئین کی خدمت میں پیش ہے:

برائے آں امام دیں تقی و ہم نقی رہبر

برائے عسکری ہادی کہ دردم است درمانم

ترجمہ: ''کہ اے خدا! برائے امام دین امام محمد تقیؑ اور میرے رہبر حضرت امام علی نقیؑ اور برائے امام حسن عسکریؑ جو ہادی ہیں اور میرے ہر درد میں دوا بنتے ہیں میری دعا قبول فرما۔''

اس شعر میں امام تقیؑ کو امام دین اور امام علی نقیؑ کو رہبر دین کہنے والے بختیار کا کی نے کہیں پر اپنا امام اور پیشوا کسی اور کو نہیں کہا۔ پھر زبردستی انہیں مسلک اہلِ سنت بنا دینے سے نہ تو مسلک اہل سنت کا وقار بلند ہوتا ہے اور نہ ہی قطب الدین بختیار کا کی ہی کی خوشنودی حاصل ہو سکتی ہے۔ ایسے معاملات میں احتیاط شرط ہے تا کہ اصل حقائق کو سامنے لایا جا سکے۔ اور مریدین تک درست بات پہنچ سکے۔ حضرت قطب الدین بختیار کا کی صاحبِ اولاد تھے۔

اور آپ کے دو فرزند ہوئے ایک سیّد محمد کمسنی میں ہی وفات پا گئے اور دوسرے سیّد احمد تھے۔ حضرت بختیار کا کی کا وصال ۶۳۴ ہجری کو دھلی میں ہوا۔ اور آپ کا روضہ مبارک بھی وہیں پر ہے۔ آپ نے ۶۴ برس عمر پائی۔ آپ کا شجرہ مبارک جو کہ گلزار شمس میں درست موجود ہے۔ درج کر دیا ہے تا کہ قارئین کی تشنگی دور کی جا سکے۔

○○○

آپ m کا شجرہ نسب

قطب الدین بختیار کاکی ابن سیّد کمال الدین ابن سیّد محمد اوشی ابن سیّد احمد روشی ابن سیّد حسام الدین ابن سیّد رشید الدین ابن سیّد رضی الدین ابن سیّد حسن معروف ابن سیّد محمد اسحاق ابن سیّد محمد جواد ابن سیّد علی سجاد ابن سیّد بابی جعفر ابن سیّد امام علی موسیٰ رضاؑ ابن امام موسیٰ کاظمؑ ابن امام جعفر صادقؑ ابن امام محمد باقرؑ ابن امام زین العابدینؑ ابن امام حسینؑ ابن امام علی علیہ السلام۔



آپ m کا کلام

قطب الدین سیّد بختیار کا کی کا کلام پیشِ خدمت ہے جس سے قارئین اخذ کر سکتے ہیں کہ آپ کن کو اپنا امام و پیشوا مانتے ہیں۔ اور آپ کا مسلک کیا ہے اور اگر آپ اہلسنت کے پیر ہیں تو آئمہ اہلسنت کا ذکر کسی جگہ تو ملنا چاہیے اگر نہیں تو حقیقت تسلیم کر لینا ہی انصاف ہے اور ضد انسان کی نہیں بلکہ شیطان کی صفت ہے۔

خداوندا تو غفاری بریں جرنم تو ستاری

ازاں ترسم کہ قہاری ازاں شب و روز گریاتم

ترجمہ: اے خدا! تو غفار ہے میرے گناہوں کی پردہ پوشی کر ڈرتا بھی ہوں کہ تو قہار ہے سورات دن روتا ہوں۔

صرف کردم ہمہ عمرے نہ کردم طاعتے ہرگز

نیا مداز من آں کارے کہ گردو سرفروزنم

ترجمہ: میں نے تمام عمر گزار دی اور تیری اطاعت نہ کی مجھ سے کوئی ایسا کام نہیں ہوا کہ

خودکو سرخرو سمجھوں۔

بحق سرور عالم کہ لولاک است درشانش
بحق ساقی کوثر کہ حب اوست ایمانم

ترجمہ: حضور سرورِ عالم کے صدقہ میں جن کی شان میں آیۃ **لولاک لما** آئی ہے۔
اور مولا علیؑ کے صدقہ میں جن کی محبت ایمان ہے۔

بحق فاطمہ خاتونِ جنت دختر احمد
کہ ہست او پاک تن پاک وجود و پاک دامانم

ترجمہ: بہ تصدق خاتون جنت فاطمہ دختر رسول اللہ کہ جو پاک تن، پاک وجود اور پاک دامن ہیں۔

بحق شبرؑ و شبیرؑ و زین العابدینؑ باقرؑ
بحق جعفرؑ و کاظمؑ بہ سلطانِ خراسانمؑ

ترجمہ: امام حسنؑ و امام حسینؑ، امام زین العابدینؑ اور امام محمد باقرؑ کا صدقہ اور امام جعفرؑ صادق و امام موسیٰ کاظمؑ اور امام علی رضاؑ کے صدقہ میں۔

برائے آں امام دین تقیؑ وہم نقیؑ رہبر
برائے عسکریؑ ہادی کہ دردم است درمانم

ترجمہ: دین کے امام یعنی امام محمد تقیؑ اور امام علی نقیؑ جو رہبر کامل ہیں ان کے صدقہ اور امام حسن عسکریؑ جو ہادی امت ہیں جن کے دم میں میرے دکھوں کا علاج پوشیدہ ہے ان کے طفیل۔

بحق حجت قائمؑ کہ موجود است در عالم
محمد مہدی دانا کہ شاہ است شاہانم

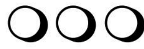
ترجمہ: قائم آل محمدؑ کا صدقہ میں جو دنیا میں حجت خدا ہیں اور موجود ہیں۔ جو دانا ہے بادشاہ ہے اور میرا شہنشاہ ہے ان کا نام محمد مہدیؑ ہے۔

کہ کاکی را بہ بخشا یا الٰہی معصیت کلی

بہ فضلِ خویشتن گرداں تو داخل خیل ایشانم

ترجمہ: بارِالہا! کاکی کے تمام گناہ بخش دے اور اپنے فضل سے ان نفوس مقدسہ کے گروہ میں اسے شامل کر دے۔

اس منقبت کے بعد مکمل ثابت ہو جاتا ہے کہ حضرت سیّد بختیار کاکی علیہ رحمہ ۱۲ آئمہ علیہ السلام کے پیروکار اثنا عشری ہیں نا کہ چار آئمہ میں سے انہوں نے کسی ایک کا بھی ذکر نہیں کیا۔



حضرت سیّد نظام اولیاء نقوی البخاری m

حضرت سیّد نظام الدین اولیاء ۶۳۴ ہجری کو پیدا ہوئے۔آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی سیّد احمد نقوی البخاری ہے۔آپ کی والدہ محترمہ کا اسم گرامی بی بی سیّدہ زلیخا خاتون تھا۔جو کہ ایک نیک سیرت اور پارسا خاتون گزری ہیں۔حضرت سیّد نظام الدین اولیاء حسینی سیّد ہیں۔آپ کا شجرہ امام علی نقیؑ سے جا ملتا ہے۔آپ کے والد سیّد احمد نقوی البخاری بخارہ سے ہجرت کر کے ہندوستان آئے تھے۔قبل از ہجرت بخارا میں قیام اور وہاں سے ہندوستان آمد کی وجہ سے آپ کو بخاری کہا جاتا ہے۔

آپ کے دادا حضرت سیّد علی اور نانا سیّد عرب آپس میں حقیقی بھائی تھے۔جو کہ بخارہ سے ہجرت کر کے ہندوستان تشریف لائے تھے۔سیّد علی کے ایک فرزند سیّد احمد نقوی بخاری تھے، جبکہ سیّد عرب کے ایک فرزند سیّد عبداللہ اور ایک بیٹی بی بی سیّدہ زلیخا خاتون تھی جن کا عقد ۶۳۲ ہجری کو حضرت سیّد احمد سے ہوا۔شادی کے دو سال بعد اللہ نے اس باکردار اور اعلیٰ سیرت جوڑے کو فرزند عطا کیا جو کہ اپنے زمانہ کا غوث ہوا۔جس کا نام سیّد نظام

الدین رکھا گیا۔آپ ابھی بچپن ہی میں تھے کہ آپ کے والد دارِفانی سے کوچ کر گئے۔

اس کے بعد آپ کی پرورش کی ذمہ داری آپ کی والدہ کے سرآن پڑی۔آپ کی والدہ نے آپ کو باپ کی شفقت اور ماں کا پیار باہم دیا۔ بی بی سیّدہ زلیخا خاتون کی اعلیٰ تربیت اوراوصافِ ذاتی کا اس سے بڑھ کراور کیا ثبوت ہوسکتا ہے کہ آپ خاتون کے زیرِ سایہ تربیت اور پرورش پانے والا بچہ سیّد نظام الدین اولیاء اپنے وقت کا غوث ہوا۔غوث زماں حضرت نظام الدین کا اصل نام سیّد محمد جبکہ نظام الدین اولیاء آپ کا لقب تھا۔

آپ کی اثر انگیز تبلیغ اور کرامات کے نتیجہ میں ہزاروں غیر مذاہب کے پیروکار جن میں سکھ، ہندواور بدھ مت شامل تھے، نے اسلام قبول کیا۔حضرت سیّد محمد نظام الدین اولیاء ایک بلند پایہ شاعر بھی تھے۔جن کے کلام کے روحانی اثر نے ہندوستان کی فضاؤں کو اپنی لپیٹ میں لیے رکھا۔آپ کے کلام کا سحر آج بھی پڑھنے والوں کواور سننے والوں کواپنے حصار میں لے لیتا ہے۔

آپ کے اشعار مودتِ محمدؐ وآلِ محمدؐ میں ڈوبے ہوئے ہیں۔آپ اپنے کلام کے ذریعے ممدوح حضرات کا تذکرہ کرتے ہیں۔جن میں بارہ آئمہ کرامین کی توصیف کی گئی ہے۔آپ قطب اپنے مریدین کوسیرتِ بارہ آئمہ پرعمل پیرا ہونے کی ترغیب دیتے معلوم ہوتے ہیں۔آپ کی شاعری میں صاف الفاظ میں درج ہے کہ آپ اپنا امام کن ہستیوں کو مان رہے ہیں اورکن کی سیرت وطریق کوحق سمجھتے ہیں۔ بوجہ ضرورت آپ کی تبلیغ تقیہ میں رہتے ہوئے فروغ پذیر ہوئی لیکن آپ کے اشعار اس حصار کوتوڑ کر اعلان عقیدہ کر جاتے ہیں۔امام کائناتؑ ومولائے کائناتؑ کی امامت سے متعلق آپ کا شعر ہے:

امام حق کسے باشد کہ داد او را نبیؐ دختر

خدا ہم دلدل و خنجر کہ تا خیبر کشاؑ باشد

ترجمہ: امام حق وہی ہے جس کو نبیؐ اپنی دختر عطا کرے اور جس کو ہی خدا دلدل اور تلوار عطا کرے اور جو خیبر کا فاتح ہو۔

یوں حضرت نظام الدین اولیاء حضرت امیر کائنات کو ہی حق کا پہلا امام تصور کرتے ہوئے اپنے عقیدہ کا اعلان کرتے ہیں۔ اسی طرح آپ اس سلسلہ کو امام زمانہؑ حضرت مہدیؑ آخرالزماں تک بیان کر رہے ہیں۔ اس کلام کا بغور مطالعہ آپ کے مسلک کی خبر دیتا ہے۔ جس میں کسی قسم کا شبہ باقی نہیں رہتا۔ ہاں ضد کا کوئی علاج نہیں۔ یہ وہ بیماری ہے جو ابلیس کو راندہ درگاہ بنا دیتی ہے اور اس کی سزا دائمی آگ کے عذاب میں مبتلا ہونا ہے۔

حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء محافلِ سماں میں اکثر پڑھا کرتے تھے:

امامت را کسے باشد کہ شاہِ اولیاء باشد
بہ زہد و عصمت و دانش مثال انبیاء باشد

ترجمہ: امامت اسی کو سزاوار ہے جو شاہِ اولیاء اور زہد و پاکیزگی اور علم میں انبیاء کی مثل ہو۔

امام دیں کسے باشد کہ چوں تاج و کمر دادش
بر فرق از ھل اتی تاج و کمر از انما باشد

ترجمہ: امام وہ ہوتا ہے جس کے سر پر ھل اتی کا تاج اور کمر میں انما کا پٹکا ہو۔

امام دیں کسے باشد کہ در وقت ولادت او
بود کعبہ در کعبہ زکعبش در صفا باشد

ترجمہ: دین کا پیشوا وہ ہے جس کی ولادت کعبہ میں ہو اور کعبہ اس کے دم قدم سے پاک و پاکیزہ ہو جائے (ولادت علیؑ سے قبل کعبہ میں بت تھے۔)

امام حق کیسے باشد کہ او درطینت آدم
پیمبر راہم بودہ ولایت را ولا باشد

ترجمہ: امام حق وہ ہوتا ہے کہ آدم آب وگل میں ہواور وہ پیمبر کے ہمراہ مرتبہ ولایت پر فائز ہو۔

امام حق کسے باشد کہ روزے غزوۃ الخندق
بکشت آں عمرو کافر تاذِدیں ردّ بلا باشد

ترجمہ: امام حق وہ ہوتا ہے جو بروزِ خندق عمرو بن عبدود کو مار دے تا کہ دین محفوظ رہے۔

امام حق کسے باشد بروزِ کہ برکند او درخیبر
نبی گفتش کہ باحیدر نگہبانش خدا باشد

ترجمہ: امام حق وہ ہوتا ہے کہ درخیبر کو اکھاڑے اور نبیؐ نے فرمایا ہو کہ حیدرؓ کا محافظ خدا ہے۔

امام حق کیسے باشد کہ باشد ساقی کوثرؐ
ہموں آبِ بقا ہست و ہموں شاہِ ولا باشد

ترجمہ: امام حق وہ ہوتا ہے جو ساقی کوثر ہو وہی آبِ حیات ہے اور وہی شاہِ ولایت۔

امام حق کسے باشد کہ اندر جملہ قرآن
بہ ہر آیت کہ می خوانی درآں مدح وثنا باشد

ترجمہ: امام حق وہ ہوتا ہے کہ قرآن کی جو آیت بھی پڑھی جائے اس میں اس کی مدح وثنا ہو۔

امام حق کسے باشد کہ اندر مصحفِ رویش
نوشتہ آیتِ رحمت چو خطِ استوا باشد

ترجمہ: امام حق وہ ہوتا ہے جس کے چہرا اقدس پر خط استوا کی طرح آیہ رحمت لکھی ہوئی ہو۔

امام حق کسے باشد کہ وصفِ زلف وروئے او
بہ قرآں سورۃ والیل و سورۃ والضحیٰ باشد

ترجمہ: امام حق وہ ہوتا ہے جس کی زلف اور رُخ کی توصیف میں قرآن مجید کی سورۃ والیل وسورۃ الضحی ہو۔

امام حق کسے باشد کہ یزداں بست عقد او
بود خیر النساء زوجہ و خسرش مصطفیٰؐ باشد

ترجمہ: امام حق وہ ہوتا ہے جس کا نکاح ذات باری پڑھے اور زوجہ خیر النساء اور خسر مصطفیٰ ہو۔

امام حق کسے باشد کہ در شرع نبیؐ یکسر
بہر مشکل کہ درمانی ترا مشکل کشاء باشد

ترجمہ: امام حق وہ ہوتا ہے جس کے بارے میں اجازت ہو کہ ہر وقت مشکل میں ترا مشکل کشا ہو جو ہر لمحہ شریعتِ نبویؐ کا نمونہ ہو۔

امام حق کسے باشد کہ باشد ہمسرِ زہراء
چناں رفعت کہ می بینی بجز حیدر کرار باشد

ترجمہ: امام حق وہ ہوتا ہے جو زہرا سلام اللہ علیہا کا ہمسر ہو اب یہ دیکھنا ہے کہ اتنا بلند مرتبہ حیدرؑ کے سوا کس کو حاصل ہے۔

امام حق کسے باشد کہ باشد جامع قرآں
نبی را حجت برہاں بہ ہنگام دغا باشد

ترجمہ: امام حق وہ ہوتا ہے جو جامع قرآن ہو اور نبی کی ضرورت پر بموقع جنگ دلیل بن جائے۔

امام حق کسے باشد کہ ازروئے منیر او
زمغرب شمس برگد کہ فرضِ او ادا باشد

ترجمہ: امام حق وہ ہوتا ہے جس کے لیے سورج پلٹ آئے تا کہ اس کا فرض ادا ہو جائے۔

امام حق کسے باشد کہ داد او را نبیؐ دختر
خدا ہم دُلدل و خنجر کہ تا خیبر کشاء باشد

ترجمہ: امام حق وہ ہوتا ہے جسے نبیؐ اپنی بیٹی عطا کر دے اور خدا دلدل اور تلوار عطا کرے تا کہ خیبر فتح ہو جائے۔

ردائے کردہ اندیاراں ازاں سلطاں دیں پرور
کہ بعد احمد مرسلؐ خلافت تاکرا باشد

ترجمہ: اے یارو! آنحضورؐ نے اس لیے انہیں زیر کساء کر لیا تھا کہ بعد احمد مصطفیٰؐ خلافت کے مستحق ثابت ہوں۔

وصیت کرد بامت محمد در غدیر خم
علیؑ ابن ابی طالب خلافت را سزا باشد

ترجمہ: آنحضورؐ نے امت کو غدیر خم پہ وصیت کی کہ علی ابن ابی طالب علیہ السلام خلافت کے سزاوار ہیں۔

زاقرار خود آں یک کس بہ انکار آمدہ آخر
کہ ان الاصل لا یخفٰی حدیث مصطفیٰؐ باشد

ترجمہ: ایک شخص نے اقرار کے بعد انکار کر دیا چونکہ اصل اور حقیقت مخفی نہیں رہتی۔ یہ

حدیث مصطفیٰ ہے۔

امام آں چناں فاضل کہ مے جوئی زمن بشنو

حسن ابن علیؑ مارا بجائے مرتضیٰ باشد

ترجمہ: ایسے امام فاضل کی تلاش ہے تو مجھ سے سنو کہ حسن ابن علیؑ ہمارے لیے مرتضیٰ کی جگہ پر ہیں۔

حسین ابن علیؑ مارا بمذہب زینت وزیب است

کہ از روزِ اوّل مارا جنابش ملتجے باشد

ترجمہ: حسین ابن علیؑ ہمارے مذہب کی زینت ہیں ازل سے ہم اس کے ملتجی تھے۔

علیؑ زین العباء آمد مطہر ذات ظاہر دل

کہ پیشِ شیعہ حیدر بہ عصمت مقتدا باشد

ترجمہ: (امام حسینؑ کے بعد) علی زین العابدینؑ کی وہ ذاتِ پاک ہے جو شیعیان حیدر کرار کے نزدیک عصمت میں مقتدا ہے۔

محمد ابن عابد چوں صراط مستقیم آمد

اولیٰ الامر چناں محکم دلیل راہنما باشد

ترجمہ: ابن عابد یعنی امام باقرؑ مثل صراطِ مستقیم اولیٰ الامر ہیں۔ جو محکم دلیل اور راہنما ہیں۔

بہ جعفر صادقؑ پیش آمد کہ ہست او صادقؑ الوعدہ

سراج امت احمد بہ امر کبریاء باشد

ترجمہ: (امام باقرؑ کے بعد) جعفر صادق علیہ السلام آئے جو صادق الوعد ہیں اور خدا کے حکم سے امت محمد کے روشن چراغ ہیں۔

بہ کاظمؑ التجا بستم کہ از طور وجود او

چو موسیٰؑ صد ہزاراں صد منا جاتش روا باشد

ترجمہ: میں نے جناب کاظمؑ سے التجا کی ہے کیونکہ ان کے طورِ وجود سے مثل موسیٰؑ کے ہزاروں مناجات جائز درست ہیں۔

ہوائے روضہ گرداری بہ سلطان خراساں رو

کہ مفتاح در جنت علی موسیٰ رضاؑ باشد

ترجمہ: اگر ریاض خلد کی خواہش ہے تو روضہ سلطان خراساں جاؤ کیونکہ دروازہ جنت کی کنجی تو علیؑ موسیٰ رضاؑ ہیں۔

ز بہر مسکن جنت تقیؑ شد شافع و نافع

کہ او چوں جد خود فردا شفاعت خواہ باشد

ترجمہ: جنت میں مقام حاصل کرنے کے لیے امام محمد تقیؑ شافع و نافع ہیں کیونکہ اپنے نانا کی طرح قیامت کے دن وہ ہماری شفاعت کریں گے۔

امام دیں نقیؑ وان و تو ایمن باش از دوزخ

کہ بامہرِ چناں شا ہے ترا جنت روا باشد

ترجمہ: دین کا امام علی نقیؑ کو سمجھو اور دوزخ سے امن میں رہو ایسے بادشاہ کی محبت تمہارے لیے جنت کو مستحق قرار دیتی ہے۔

بہ حبِ عسکریؑ نازو حسینی باش در عالم

کہ تا حشرِ تو در محشر بہ شاہؑ کربلا باشد

ترجمہ: جناب عسکری کا محبّ ہونے پر فخر کرو اور حسینی ہو جاؤ تا کہ محشر میں تمہارا حشر شاہِ کربلا کے ساتھ ہو۔

مراد و مرکز عالم محمد حجتہ القائمؑ

بہ امر حق شود ظاہر کہ ختم اولیاء باشد

ترجمہ: عالم کی مراد اور مرکز حضرت حجت القائمؑ ہیں جو اللہ کے حکم سے ظہور فرمائیں گے کیونکہ وہ تمام اولیاء کے خاتم ہیں۔

نظام الدین حیا دارد کہ گوید بندۂ شاہم

ولیکن قنبر او را کمینہ یک گدا باشد

ترجمہ: نظام الدین کو یہ کہتے ہوئے کہ میں بندہ علیؑ ہوں شرم آتی ہے وہ تو ان کے غلام یعنی قنمبر کے در کا ایک کمتر فقیر ہے۔

میانِ کعبہ و زم زم ہزاراں عمر بگزاری

گرت مہر علیؑ نہ بود ہما عمرت ہبا باشد

ترجمہ: کعبہ اور زم زم کے درمیان ساری عمر گزار دو لیکن اگر (دل میں) محبت علیؑ نہ ہو تو ساری زندگی ضائع ہو جائے گی۔

شفیع جنت و دوزخ امیر المومنین باشد

اگر خواہی کہ در محشر شفیعت مصطفیٰ باشد

ترجمہ: جنت اور دوزخ کی شفاعت کرنے والے تو امیر المومنینؑ (حضرت علیؑ) ہیں (ان پر ایمان رکھو) اگر تم چاہتے ہو کہ محشر میں مصطفیٰؐ تمہاری شفاعت کریں۔

اس کلام کے بعد مکمل ثابت ہو جاتا ہے کہ حضرت سیّد محمد نظام الدین کا مسلک اثناء عشری شیعہ تھا۔

○○○

شجرہ حضرت نظام الدین اولیاء

حضرت سیّد نظام الدین اولیاء ابن حضرت سیّد احمد نقوی بخاری ابن حضرت سیّدعلی البخاری ابن حضرت سیّدعبداللہ ابن حضرت سیّدحسین ابن حضرت سیّدعلی نقوی ابن حضرت سیّد احمد ابن حضرت سیّدعبداللہ بخاری ابن حضرت سیّدعلی اصغر ابن حضرت سیّدجعفر ثانی ابن حضرت سیّد امام علی نقیؑ حضرت امام محمد تقیؑ ابن حضرت امام علی رضاؑ ابن حضرت موسیٰ کاظمؑ ابن حضرت امام جعفر صادقؑ ابن حضرت امام محمد باقرؑ ابن حضرت امام زین العابدینؑ ابن حضرت امام حسینؑ ابن حضرت امام علی علیہ السلام۔



حضرت نظام الدین اولیاء m کے خلیفہ حضرت شاہ نصیرالدین محمود چراغ m دہلی کا اظہارِ عقیدہ ان کے کلام کے ذریعے

سراپا معصیت درام خدا وندا کرم فرما

عبادت بارِ یادارم خدا وندا کرم فرما

ترجمہ: سر سے پاؤں تک گناہوں میں غرق ہوں اے خدا کرم کر میں عبادت میں ریاکاری کرتا ہوں اے خدا کرم کر۔

گنہگارم گنہگارم ازاں رو رو سیاہ دارم

بحال خود جفا کارم خدا وندا کرم فرما

ترجمہ: میں گناہوں سے آلودہ ہوں اس وجہ سے میرا چہرہ سیاہ ہے۔ میں اپنے آپ پر خود

ظلم کرتا ہوں اے خدا کرم فرما۔

بگوشم پنبۂ غفلت بہ ہوشم نشۂ غفلت
ندارم ہیچ در مانم خدا وندا کرم فرما

ترجمہ: میرے کانوں میں غفلت کی روئی ٹھونسی ہوئی ہے میرے حوش وحواس پر غفلت کا نشہ طاری ہے۔ میں ان عوارض کا کوئی علاج نہیں رکھتا اے خدا کرم فرما۔

شفاعت ہادی رہبر شراب از ساقی کوثر
امید از لطف تو دارم خدا وندا کرم فرما

ترجمہ: مجھے رسول خدا جیسے ہادی و رہنما کی شفاعت نصیب ہو اور حضرت علیؑ ساقیٔ کوثر سے شراب طہور ملے۔ تیرے لطف و کرم سے یہی امید رکھتا ہوں اے خدا کرم فرما۔

بحق پاکی زہرا بحرمت عظمت کبریٰ
بہ بخشا جملہ عصیانم خدا وندا کرم فرما

ترجمہ: جناب زہرہ کی پاکیزگی اور جناب خدیجۃ الکبریٰ کی بزرگی کی قسم میرے تمام گناہ معاف فرما اے خدا کرم فرما۔

بحق شبرؑ و شبیرؑ و زین العابدینؑ باقرؑ
زظلم نفسِ گریانم خدا وندا کرم فرما

ترجمہ: جناب حسنین علیہ السلام اور جناب زین العابدینؑ و امام محمد باقرؑ کے صدقہ میں مجھے جو نفس کے ظلم سے روتا ہے اے خدائے کریم مجھ پر کرم فرما۔

بحق جعفرؑ و کاظمؑ بحق ضامن ثامن
زدور چرخ حیرانم خدا وندا کرم فرما

ترجمہ: میں اس فلک کج رفتار کے ظلم سے حیران و پریشان ہوں اے خدا امام جعفر صادق وامام موسیٰ کاظمؑ اور امام ضامن یعنی آٹھوں امام علیؑ رضا کے صدقہ مجھ پر رحم فرما۔

بحق پیشوائے دیں تقیؑ و ہم نقیؑ ہادی

بکن اشکال آسانم خدا وندا کرم فرما

ترجمہ: دین کے پیشوا امام محمد تقیؑ اور امام علی نقیؑ کے صدقہ، میری مشکل آسان فرما اے خدا کرم فرما۔

بحق رہنمائے جانفزائے عسکریؑ مہدیؑ

بروز حشر سامانم خدا وندا کرم فرما

ترجمہ: جناب امام حسن عسکریؑ اور امام مہدیؑ آخرالزماں کے صدقہ میں، جو کہ روزِ محشر میرے وسیلہ ہیں اے خدا کرم فرما۔

نصیر الدین دہلوی را بحق چاردہ معصوم

شفاعت سرور عالمؐ خدا وندا کرم فرما

ترجمہ: اے خدائے کریم ورحیم تجھے واسطہ ۱۴ معصومین علیہم السلام کا نصیر الدین دہلوی کی شفاعت رسولؐ سے بہرہ مند فرما۔

حضرت سیّد محمد نظام الدین اولیاء m کے خلیفہ حضرت نصیر الدین محمود چراغ دہلوی آپ کے کلام سے بھی آپ کا مسلک ثابت ہوتا ہے۔ جو مرشد نے تعلیم دی وہی بیان کیا۔

○○○

حضرت سیّد شاہ شرف الدین
المعروف حضرت بوعلی قلندر الحسینی m

حضرت شاہ شرف الدین المعروف بوعلیؒ قلندر ۶۰۵ ہجری کو پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا اسم گرامی حضرت سیّد ابوالحسن المعروف شاہ فخر عالم تھا۔ سیّد شاہ فخر عالم کے گیارہ فرزندان تھے جو کہ آپ کی دو ازواج سے تولد ہوئے۔ پہلی زوجہ محترمہ سے نو (۹) جبکہ دوسری سے دو (۲) فرزند ہوئے۔ پہلی زوجہ کے بطن سے پیدا ہونے والے فرزندان بالترتیب: حضرت سیّد ابوالفتح، حضرت سیّد عبداللہ، حضرت سیّد اسماعیل، حضرت سیّد ابوجعفر، حضرت سیّد علی اور حضرت سیّد طاہر تھے۔

آپ کے یہ فرزندانِ بلخ، قندھار، ہرات، غزنین، کابل واقع افغانستان میں آباد ہوئے۔ آپ سید فخر عالم کے اجداد مدینہ منورہ سے ہجرت کر کے سمرقند میں آباد ہوئے تھے۔ ابوالحسن فکر عالم وادی بلخ کرم میں قیام پذیر ہوئے تھے۔ آپ کی دوسری زوجہ کے بطن سے

تولد ہونے والے فرزندان حضرت سید شاہ انور اور حضرت سید شاہ شرف الدین بلخ وادی کرم میں ہی پیدا ہوئے تھے۔آپ انہی دو فرزندان کے ہمراہ بلغ وادی سے ہجرت کر کے پارہ چنار میں آباد ہوئے۔اسی وجہ سے ان کی جائے قیام کا نام بلحاظ کرم کرمان پڑا۔حضرت سید ابوالحسن فخر عالم کا روضہ بھی کرمان میں ہے۔شاہ شرف الدین کے بڑے بھائی سید شاہ انور کا روضۂ مبارک بھی پارہ چنار میں شلوزان کے مقام پر ہی واقع ہے۔مزارعات مقدسہ پر آج بھی زائرین کی کثیر تعداد حاضری کے لیے موجود رہتی ہے۔حضرت شاہ شرف الدین المعروف بوعلی قلندر کے بھائی سید شاہ انور مادر زاد ولی تھے۔حضرت شاہ شرف الدین کیونکہ مجتہد با شریعت انسان تھے جبکہ سید شاہ انور بوریا پوش فقیر تھے۔اس لیے دونوں بھائیوں میں اکثر نکتہ چینی اور مکالمے ہوا کرتے تھے۔حضرت شاہ شرف الدین اپنے بھائی کو اکثر اپنے ساتھ نماز میں شریک ہونے کی ترغیب دیتے اس کا حضرت شاہ انور پر کوئی اثر نہ ہوا کرتا تھا۔

اس پر شاہ شرف الدین ان کی شکایت لے کر اپنے والد بزرگوار کی خدمت میں خاطر ہوئے۔والد نے شاہ انور کو بھائی کے پیچھے نماز کی تلقین کی۔شاہ انور بھائی کے ساتھ مسجد تشریف لے گئے۔جب شاہ شرف الدین نے نیت کی تو شاہ انور حسینی نے اپنی نماز الگ ادا کی۔جماعت سے کنارہ کشی پر لوگوں نے آپ سے سوالات کیے لیکن شاہ انور نے کسی کو کوئی جواب نہ دیا۔شاہ شرف الدین نے اس معاملہ کی شکایت والد سے کی تو انہوں نے شاہ انور سے وجہ دریافت کی جس پر انہوں نے بتایا کہ جب بھائی نے نماز کی نیت کی تو وہ یہ سوچ رہے تھے کہ میں اپنی لائبریری کا دروازہ بند کیا تھا یا کہ نہیں۔اس پر میں نے نماز انکی امامت میں پڑھنا مناسب خیال نہ کیا۔اس پر شاہ شرف الدین خاموش ہو گئے۔۔۔

دونوں بھائیوں پر اکثر ایسے موضوعات پر نوک جھونک کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔ حضرت شاہ انور حسینی اکثر شاہ شرف الدین سے کہا کرتے تھے کہ بھائی جب بھی تم کسی مشکل

میں پھنس جاؤ تو مجھے یاد کرنا میں تمہاری مدد کے لیے حاضر ہوں گا۔ جواب میں شاہ شرف الدین اکثر آپ کو تارکِ نماز کا طعنہ دیا کرتے کہ آپ تو نماز ادا نہیں کرتے ہماری کیا مدد کر پاؤ گے۔ شاہ انور حسینی کہتے کہ تم تو پانچ وقت عبادت کرتے ہو جب کہ ہم فقیر لوگ تو آٹھوں پہر عبادت و بندگی میں مشغول رہتے ہیں۔ دونوں بھائیوں میں نوک جھونک کے دوران طے پایا کہ ہم میں سے جو بھی کسی مشکل میں ہو دوسرے کی مدد کرے گا۔

اس کو مرشد و مربی مان کر اسی کی تقلید کی جائے گی۔ آپ دونوں بھائیوں کے والد سید ابوالحسن فخر عالم اپنے عہد کے کامل ولی اور عالم دین تھے۔ آپ اپنے فرزندان کے ہمراہ ۶۱۲ ہجری کو کڑمان تشریف لائے تھے۔ آپ نے اپنے دونوں بیٹوں کو تبلیغ کے لیے علاقے مقرر فرمائے تھے۔ سید شاہ انور حسینی کو پارہ چنار جبکہ شاہ شرف الدین کو پانی پت کے علاقے میں تبلیغ دینِ حق کے لیے مقرر فرمادیا تھا۔ سید فخر عالم جب اس دار فانی سے پردہ پوش ہوئے تو شرف الدین والد مرحوم و مغفور کی خواہش کے مطابق ۶۴۷ ہجری میں اپنے پوتے کے ہمراہ پانی پت کے لیے روانہ ہوئے۔

حضرت شاہ شرف الدین کے تین فرزند تھے۔ جن کے اسماء گرامی بالترتیب سید فضل حسین اور سید ظہور حسین اور سید یوسف تھے۔ آپ کے ہمراہ پانی پت روانہ ہونے والے فرزند سید شریف الدین آپ کے بڑے بیٹے فضل حسین کی اولاد تھے۔ شاہ شرف الدین نے پانی پت میں تبلیغِ اسلام کا آغاز کردیا۔ اس دور میں ایک بادشاہ خدابندا حکمران تھا۔ جو ایک نیک سیرت اور نرم دل حکمران تھا۔ خدابندہ کے ہاں ایک بیٹی نے جنم لیا جس کی پیدائش پر خدابندہ افسردہ ہوگیا کہ میرا کوئی بیٹا نہیں جب یہ بیٹی جوان ہوگی تو میرا داماد ہوگا۔ اور داماد کی وجہ سے میرا سر جھک جائے گا۔ جو کہ اس کو گوارہ نہ تھا۔ بادشاہ نے ایک صندوق تیار کروایا۔ بیٹی کو اس صندوق میں ڈال کر صندوق دریا میں بہادیا۔ صندوق دریا کے کنارے

کپڑے دھونے والے ایک دھوبی کو ملا جو کہ بے اولاد تھا۔

صندوق میں ایک خوبصورت ننھی سی شہزادی کو پا کر بہت خوش ہوا۔اور اسے اپنے ہمراہ گھر لے گیا۔اس کی بیوی بھی خوبصورت بچی کو دیکھ کر بے حد خوش ہوگئی۔اور دونوں شہزادی کی پرورش میں مصروف ہوگئے۔وقت گزرتا گیا اور لڑکی جوان ہوگئی ایک دن لڑکی دریا کے کنارے دھوبی کے لیے کھانا لے کر آئی۔بادشاہ خدابندہ بھی سیر کے لیے دریا کا رُک کیے ہوئے تھا۔اس قدر خوبصورت لڑکی دیکھ کر ششدرہ گیا۔

دریافت کرنے پر پتا چلا کہ یہ فلاں دھوبی کی بیٹی ہے۔۔۔بادشاہ نے دھوبی کو بلوایا اور لڑکی کا رشتہ طلب کیا۔دھوبی بادشاہ سے رشتہ داری پر بہت خوش ہوا اور رشتہ کے لیے ہاں کردی۔یہ شادی بہت دھوم دھام سے ہوئی مگر جب بادشاہ اپنے خلوت کدے میں گیا تو اس کا پورا جسم بے جان ہوگیا۔اور آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا۔جب وہ اپنی دوسری زواج کے پاس جاتا تو ٹھیک ہو جاتا مگر اس لڑکی کے پاس جاتا تو آنکھوں میں اندھیرا چھا جاتا اور جسم بے جان ہونا معمول بن گیا۔بادشاہ بے حد پرشیان ہوگیا۔اس نے علماء کو بلا کر مسئلہ کا حل دریافت کیا اور ساتھ ہی یہ اعلان بھی کردیا کہ حل نہ بتانے پر سب کو قتل کروادوں گا۔انہی علماء میں شاہ شرف الدین بھی شامل تھے۔آپ اسی دریا کے کنارے کھڑے اس مسئلہ کے متعلق سوچ رہے تھے۔اچانک بھائی کا خیال آیا کہ اے شرف الدین جب بھی کوئی مشکل آن پڑے تو ہم فقیروں کو ضرور یاد کرنا۔نماز کا وقت تھا شرف الدین نے وضو کیا واپس جانے لگے تو دیکھا کہ پانی میں ایک چنار کا پتہ الٹی سمت تیرتا ہوا آرہا ہے۔قریب جا کر اٹھایا تو دیکھا کہ پتے پر مسئلہ کا پورا احوال لکھا ہوا تھا۔کہ اے برادر شرف الدین یہ لڑکی اس بادشاہ کی ہی بیٹی ہے جسے اس نے صندوق میں ڈال کر دریا کی نذر کر دیا تھا۔جسے ایک دھوبی نے پالا۔تحریر کے نیچے شاہ انور حسینی کی مہر دستخط بھی ثبت تھی۔

معاملہ کی تصدیق دھوبی نے بھی کر ڈالی تو کوئی شک وشبہ کی گنجائش نہ رہی۔ یہ ایک ایسی مشکل تھی جو شاہ شرف الدین کے لیے تمام زندگی کا سب سے کٹھن مرحلہ ثابت ہوئی تھی۔ جس کا حل فقیرِ کامل نے پیش کر دیا تھا۔ شرف الدین خوشی سے بھاگتے ہوئے باقی علماء کے پاس آئے کہ مسئلہ کا حل مل گیا ہے۔ علماء نے دریافت کیا کہ کیونکر؟ تو آپ نے جواب دیا کہ پانی پر ایک پتہ تیرتا ہوا آیا ہے۔ جس پر تمام احوال تحریر تھا۔ بس اسی روز سے اس علاقہ کا نام بھی پانی پت پڑ گیا۔ جو آج تک موجود ہے۔

بھائی کی اس کرامت کو دیکھا تو شاہ شرف دین نے اپنی تمام کتابیں دریا میں غرق کر ڈالیں اور سوچنے لگا کہ میرا بھائی ذکرِ علیؑ کرنے کی وجہ سے اتنے بلند مقام پر فائز ہوا ہے میں اس سے بھی بلند مقام حاصل کر کے رہوں گا۔ آپ پانی میں کھڑے ہو کر عبادتِ الٰہی اور ذکرِ علیؑ میں مصروف ہو گئے۔ ۱۲ سال عبادت میں مصروف رہنے کے بعد آوازِ غیب آئی کہ اے شرف الدین بول کیا چاہتا ہے جواب دیا کہ اے مالک مجھے مقامِ علیؑ عطا فرما! جواب ملا مقامِ علیؑ کا حصول اتنا آسان نہیں۔ پھر مشغول عبادت ہو گئے۔ چوبیس سال بعد پھر آواز قدرت آئی۔ شرف الدین کیا مانگتا ہے۔ شرف الدین کیا مانگتا ہے۔ عرض کی مالک مجھے مقامِ علیؑ عطا فرما۔ جواب اس بار بھی مختلف نہ تھا کہ علیؑ کا مقام حاصل کرنا اتنا آسان نہیں۔ مزید بارہ سال عبادت میں مصروف رہے۔

جسم پر گوشت پوست نہ رہا ہڈیوں کا ڈھانچہ بن گیا۔ آواز قدرت آئی شرف الدین تیری طویل مشقت وعبادت کا صلہ تجھے خوشبو علیؑ کی صورت میں دیا جا رہا ہے۔ آج سے تجھے علیؑ کی خوشبو عطا ہوئی۔ اب پانی سے باہر نکل۔ جواب دیا۔ اے مالک اپنے ہاتھوں سے نکال۔ یہ کہنا تھا کہ کسی نے اٹھا کر دریا سے باہر رکھ دیا۔ شرف الدین نے پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ تو مولائے امیر کائناتؑ نے ارشاد فرمایا میں علیؑ ہوں اور شرف الدین کو

سینے سے لگا لیا۔ اس دن سے شرف الدین بوعلیؒ قلندر ہوئے اور جسم مبارک سے خوشبو امیرِ کائنات پھوٹ پڑی۔

غیر محتاط اور بلاتحقیق مفروضہ جات کی بنیاد پر حضرت بوعلیؒ قلندر سے متعلق بہت سی من گھڑت کہانیاں اور افسانے پڑھنے کو ملتے ہیں جن کا حقیقت سے دُور دُور تک کوئی واسطہ دکھائی نہیں پڑتا۔ بوعلیؒ قلندر کے والد گرامی سے متعلق بہت سی من گھڑت باتیں مشہور کر دی گئیں۔ لیکن کسی کو یہ معلوم نہیں ہے کہ آپ کا روضۂ مبارک کس جگہ ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ فخر عالم تجارت کی غرض سے پانی پت آئے جبکہ آپ کبھی پانی پت نہیں آئے۔ آپ بلخ وادی کرم سے ہجرت کر کے پارہ چنار آئے جس جگہ آپ قیام پذیر ہوئے اس کا نام بھی کڑمان پڑا اور آپ کا صرف ۳۵ سال بعد انتقال ہوا۔ اور آپ کا مزار بھی یہیں پہ واقع ہے۔ حضرت فخر عالم کے آباؤ اجداد مدینہ منورہ سے ہجرت کر کے سمر قند میں آباد ہوئے۔ آپ کے اجداد میں سید میر حسن الامر ابن شاہ حسین الامر ۲۳۵ ہجری میں مدینہ منورہ سے ہجرت کر کے سمر قند میں آباد ہوئے۔۔۔ اسی طرح بوعلی قلندر سے متعلق کہا جاتا ہے کہ آپ پیدا ہوئے تو آپ کی آنکھوں سے پانی بہتا تھا۔ جس کی وجہ سے آپ کی جائے پیدائش کو پانی پت کہا جاتا ہے۔ جو کہ قطعاً غلط ہے۔ آپ پانی پت میں پیدا ہی نہیں ہوئے آپ بلخ وادی کرم میں پیدا ہوئے ہیں اور والد کی وفات کے کچھ عرصہ بعد بغرض تبلیغ پانی پت تشریف لے گئے تھے۔۔۔ غیر محتاط اور اندازے لگانے والوں کو شاید علم نہیں کہ ''پانی پت'' کا آنکھوں کے پانی سے قطعاً تعلق نہیں ہے۔

تمام درست احوال اور فارسی میں تحریر شدہ قلمی شجرہ آج بھی آپ کی اولاد کے پاس موجود ہے۔ حضرت بوعلیؒ قلندر کے متعلق لکھا گیا ہے کہ آپ حضرت ابوحنیفہ کی اولاد میں سے تھے۔ جو قطعاً درست نہیں ہے۔ حضرت بوعلیؒ قلندر کا شجرہ حضرت امام زین

العابدینؒ سے ملتا ہے۔ جو کہ حضرت امام حسینؑ تک اور حضرت علیؑ سے جا ملتا ہے۔ ارتضٰی کرمانی، حسیب قادری اور ڈاکٹر ظہور نے شجرہ تحریر نہیں کیا صرف ابوحنیفہ کی اولاد درج کیا ہے۔ یا پھر چند احباب نے جو شجرہ تحریر کیا ہے۔

وہ کچھ یوں ہے۔ (ا) حضرت بوعلیؒ ابنِ سالار فخرالدین ابنِ سالار حسن ابنِ سالار عزیز ابنِ ابوبکر غازی ابنِ فارس ابنِ عبدالرحمٰن ابنِ عبدالرحیم ابنِ وانک ابنِ امام اعظم ابوحنیفہ۔ پہلی بات یہ حضرت شاہ شرف الدین بوعلیؒ قلندر کا دور چھٹی صدی ہجری کا ہے۔ اگر اس حساب سے دیکھا جائے تو بحسابِ تعداد یہ ترتیب غلط ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ حضرت ابوحنیفہ کی اولاد کے حوالہ سے بھی دیکھا جائے تو ان ناموں کا تکرار ان کی اولاد میں نہیں ملتا جو کہ حضرت بوعلیؒ قلندر کے شجرہ میں مذکور ہیں۔

اسی طرح ایک واقعہ بھی مختلف کتب میں درج ہے کہ اچانک ایک مجذوب نمودار ہوئے اور بوعلی قلندر سے کہا کہ اے شرف الدین تم جس مقصد کے لیے پیدا ہوئے ہوا سے کیوں بھول رہے ہو۔

یہ سن کر سید شاہ شرف الدین نے اپنی ساری کتابیں پانی میں پھینک دیں اور اسی دریا کے پانی کے قریب چلہ کشی اور عبادت جاری کردی۔ جبکہ یہ واقعہ بھی دلیل نہیں رکھتا۔ (درست واقعہ بعد از تحقیق گزشتہ اوراق میں لکھا جا چکا ہے جس کے مطابق پانی پر چنار کا پتہ الٹی سمت تیرتا ہوا نمودار ہوا تھا جس پر خدا بندہ اور اس کی نو بہیا تا دلہن کا احوال درج تھا پانی پر پتے کے الٹی سمت تیرنے کی کرامت ہی تو پانی پت نام کی وجہ تسمیہ بھی بنی۔)

اگر مجذوب کی کہانی تسلیم بھی کر لی جائے تو موخین انہیں مجذوب کا تعارف بتانے سے قاصر ہیں کہ بس ایک مجذوب تھا۔ کسی کو علم نہیں کہ وہ مجذوب کون تھا اسم گرامی کیا تھا۔ آیا وہ انسان بھی تھا یا کوئی فرشتہ تھا۔ شجرہ کے متعلق ڈاکٹر محمد عاصم اعظمی اپنی کتاب سیرت حضرت

ابوحنیفہ میں تحریر کرتے ہیں۔ کہ حضرت ابوحنیفہ کا صرف ایک ہی بیٹا تھا۔ اس کی تصدیق علامہ شبلی نعمانی کی کتاب سیرت النعمان میں بھی ملتی ہے۔ کہ حضرت ابوحنیفہ کا ایک ہی فرزند تھا جس کا نام حماد تھا۔ آپ کے فرزند کا نام وانک نہیں تھا۔ اور نہ ہی حضرت ابوحنیفہ کے کسی پوتے کا نام وانک اور نہ ہی عبدالرحمٰن ہے۔ پھر ان فرضی ناموں کی بنیاد پر حضرت ابوحنیفہ کی اولاد قرار دینا سراسر خیانت اور بدنیتی ہے۔ درحقیقت آپ کا شجرہ طاہرہ حضرت امام زین العابدین کے فرزند سید حسین اصغر سے ملتا ہے۔

سید میر انور شاہ جو کہ حضرت بوعلی قلندر کی اولاد تھے۔ ۱۱۴۷ ہجری میں پیدا ہوئے۔ اور ۱۲۰۰ ہجری میں ان کے اجداد ہندوستان بھوپال سے ہجرت کر کے واپس اپنے علاقہ اورکزئی ایجنسی تیراہ کلایاں میں آباد ہوئے۔ مصنف جب بوعلی قلندر کے شجرہ کی کھوج میں تیراہ کلایاں گیا تو میری ملاقات انہی سید پیر انور شاہ کی اولاد سے دو احباب سید انیس الحسن اور سید سہراب حسن سے ہوئی جن کے پاس سید بوعلی قلندر کا درست شجرہ فارسی زبان میں نسل در نسل موجود تھا۔ انہی احباب کی کمال مہربانی سے مجھے حضرت بوعلی قلندر کے درست شجرہ کی تفصیل میسر ہوئی۔

مذکورہ سید میر انور شاہ نے تیرہ کلایاں میں آمد کے بعد ہزاروں لوگوں کو تعلیمات آل محمد کے ذریعے مشرف بہ اسلام کیا اور ۱۵ رجب ۱۲۱۴ ہجری کو شہید ہوئے۔ آپ کا مزار انور بھی تیرہ کلایاں میں موجود ہے۔ آپ کے فرزند سید مدد شاہ کا مزار بھی اورکزئی ایجنسی میں تیراہ کے مقام پر موجود ہے۔ حضرت سید مدد شاہ کے چھ بیٹے بالترتیب سید احمد شاہ، سید علی شاہ، سید محمود، حضرت سید حسن شاہ، سید حسین شاہ اور سید محمد حسن تھا۔

اسی طرح حضرت بوعلی قلندر کی اولاد مختلف مقامات پر آباد ہے جس میں پارہ چنار، تیراہ ایجنسی، کوہاٹ زیادہ قابلِ ذکر ہیں۔ کمال چالاکی اور خیانت کا مظاہرہ کرتے

ہوئے حضرت بوعلی قلندر جو کہ کثیر نسل رکھتے ہیں کے شجرہ کو حضرت ابوحنیفہ سے منسوب کر کے مسخ کیا گیا ہے۔ حضرت بوعلی قلندر کے والد کا مزار پارہ چنار کڑمان میں واقع ہے اور دادا جناب شاہ ابوالقاسم کا مزار ہرات بلخ میں آج بھی موجود ہے۔ جو کہ ایک واضح دلیل ہے۔ حضرت بوعلی قلندر کا درست شجرہ تمام قارئین عقیدت مندوں کے لیے پیش خدمت ہے۔

حضرت شاہ شرف الدین المعروف بوعلی قلندر ابن ابوالحسن فخر عالم ابنِ شاہ ابو القاسم ابنِ سید محمد جعفر ابنِ سید شاہی ابنِ سید کامل ابنِ سید شریف ابنِ سید رافع ابنِ سید ہاشم ابنِ سید زکی ابنِ سید حسین ابنِ سید عبدالوہاب ابنِ سید طاہرین ابنِ سید جعفر ابنِ سید رضا ابنِ سید ابوالحسن ابنِ سید عبدالقاسم ابنِ سید طاہر ابنِ سید یحییٰ ابنِ سید ابوحسین ابنِ سید جعفر الحجہ ابنِ سید عبداللہ الحراج ابنِ سید حسین اصغر ابنِ حضرت امام زین العابدینؑ ابنِ امام حسینؑ ابنِ علیؑ المرتضٰی۔

آپ کے والد کی ہندوستان آمد کا تذکرہ، مذکورہ شجرہ فارسی نسخہ میں کچھ ان الفاظ میں درج موجود ہے۔

سید شاہ ابوالحسن لقب فقرش المعروف سید فخر عالم ابنِ سید شاہ ابوالقاسم از منطقہ افغانستان از مقام بلخ براہ کابل باوادی کرم کہ مغلاً (ہندوستان) است بہ ہمراہ دو فرزند یکے سید شاہ انور و دیگرے سید شرف بوئے علی شاہ قلندر بہ منطقہ کرم تشریف آورند و یکے از طرفہائے کرم کردہ بنام کڑمان مقیم شدہ اند و یازدہ فرزندان در بلخ، قندھار، ہرات، غزنیں و کابل افغانستان آباد اند۔

آپ کی اولاد جو نسل در نسل آپ کے طریقہ پر عمل پیرا ہے۔ تیرہ اور کوہاٹ، کڑمان، پارہ چنار جہاں بھی موجود ہے۔ مسلک شیعہ سے تعلق رکھتی ہے اور مسلک اثناء عشری کی پیروکاری ہے انہیں اپنے اجداد سے نسل در نسل وراثت میں منتقل ہوئی ہے۔ جو کہ

مفروضہ ہائے مورخین کی نیت کا پردہ فاش کرتے ہوئے حضرت بوعلی کا مسلک اہلِ تشیع کے تابع ہونے کا اعلان کر رہی ہے۔محتاط تحقیق کی روشنی میں مسلک اولیاء میں حضرت بوعلی قلندر کے مسلک کی حقیقت درج کر دی گئی ہے جس کی مزید تصدیق آپ کے فارسی کلام میں بھی موجود ہے کہ آپ آئمہ اثناعشری کے پیروکار ثابت ہوتے ہیں۔



حضرت بوعلی قلندر m سے اٹھائے جانے والے دو اہم سوالات

سوال 1: حضرت بوعلی قلندر سے سوال اٹھایا گیا کہ آپ اولادِ علیؑ ہو کر یہ مطالبہ کیوں کر بیٹھے کہ خالق مجھے علیؑ بنا دے جبکہ آپ کو علم تھا کہ مقام علیؑ کا حصول ممکن نہیں۔

جواب: جواباً حضرت بوعلی قلندر نے وضاحت فرماتے ہوئے کہا کہ میں اہلِ زمانہ کو یہ پیغام دینا چاہتا تھا کہ کہ میں شاہ شرف الدین جو کہ اولادِ علیؑ بھی ہوں اور خونِ علیؑ بھی اور اس قدر شدید ریاضت ومحنت کے بعد جو کہ جسم کو پھونک دے مقامِ علیؑ تک رسائی حاصل نہیں کر سکتا تو غریب النسل اور عام انسان بحساب مرتبہ مولائے کائنات کے مقام مقدس کی ہمسری کا دعویٰ کیونکر کر سکتا ہے۔ میں قیامت تک آنے والے انسانوں کو یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ اے لوگو! مقامِ علیؑ کو سمجھنے کی کوشش کرو۔ کسی کو ان کا ہمسر نہ سمجھو۔ کیونکہ شاہ شرف الدین کی ریاضت

محض خشبو علیؑ کی وصولی پر قلندرِ دوراں بن جاتا ہے تو مقام علیؑ عقل انسانی میں ہرگز سمانہیں سکتا۔ بہ زبانِ رسولؐ ''اے فاطمہ تمہارا شوہر میرے بعد خالق کی افضل ترین تخلیق ہے'' کو معیار مان لو کہ زبان نبوی ﷺ ہی زبانِ وحی ہے اور خالق کی مرضی کے مالک کے مرتبہ تک رسائی کسی جن وانس کے دائرہ پہنچ سے باہر ہے۔

سوال 2: جب آپ کو آواز قدرت آئی تو آپ نے یہ کیوں فرمایا کہ اے خالق اپنے ہاتھوں سے نکال جبکہ آپ عالمِ دین بھی ہیں اور بخوبی جانتے ہیں کہ اللہ ہاتھ نہیں رکھتا۔

جواب: جواباً بوعلیؑ قلندر نے فرمایا کہ میں اہلِ زمانہ پر واضح کر دینا چاہتا تھا کہ خالق جب کسی کی مدد فرماتا ہے تو وہ یداللہ یعنی علیؑ المرتضٰی کے ذریعے سے ہی فرماتا ہے۔ یا علیؑ مدد کے ہر منکر پر واضح ہونا چاہیے کہ علی المرتضیٰؑ کا یداللہ یعنی اللہ کا ہاتھ ہونا زبان نبوی سے ثابت ہے اور زبان نبوی کا انکار صریحاً ترکِ اسلام اور عین کفر ہے۔ جب میں خالقِ کائنات سے اپنے ہاتھوں سے نکالنے کا مطالبہ کیا تو دستِ علیؑ سے میری مدد فرما کر یہ پیغام خود خالق کائنات نے دیا کہ علی میرا ہاتھ ہے اور میری مدد اسی مشکل کشا کے ذریعے حاصل ہوا کرتی ہے۔ مقامِ قلندر خالی از معرفت نہیں ہوتا۔ اور افعال قلندر ولایت علیؑ المرتضٰی کا ہی تسلسل ہوا کرتا ہے۔

OOO

حضرت بابا سید لعل حسین شاہ قلندر کاظمی المشہدی m

آپ سید لعل حسین شاہ کاظمی المشہدی ۱۹۰۴ کو سوراسی سیداں مری میں پیدا ہوئے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد سید مردان شاہ کاظمی سے حاصل کی جو کہ ایک جید عالمِ دین اور صاحبِ نظر ہستی تھے۔ سید مردان شاہ کاظمی نے اپنے فرزند کی اعلیٰ اخلاقی اور روحانی تربیت فرمائی۔ آپ کی ابتدائی تعلیم میں قرآن فہمی اور امور دینیہ پر خاص توجہ دی گئی جس میں قرب وجوار کے علماء دین سے بھی استفادہ کیا جاتا رہا۔ بعداز تعلیم آپ نے زمینداری میں حصہ لینا شروع کر دیا۔ اور ساتھ ہی اپنے گھر میں درس وتدریس کا سلسلہ بھی شروع کر دیا۔ جس میں تعلیم قرآن کو اولیت حاصل تھی۔

بعض روایات میں ہے کہ آپ نے کچھ عرصہ محکمہ پولیس میں ملازمت بھی اختیار کر رکھی تھی جسے بعد میں ترک کر دیا۔ کوہ مری میں اولین آباد ہونے والی ہستی ان کے پردادا

حضرت سید رسمت حسین کاظمی تھے۔اس کے بعد آپ کے دادا حضرت سید کریم شاہ کاظمی سوراسی میں آباد ہوئے جو کہ ۱۸۵۷ کو رحلت فرمانے کے بعد سوراسی میں ہی مدفون ہیں۔ لعل حسین شاہ جب بچوں کو درس دیا کرتے تو تاکید کیا کرتے تھے کہ علیؑ کے نام کا نعرہ بلند آواز سے لگایا کرو اور خود بھی ادائے نماز کے بعد بہ آواز بلند نعرہ حیدری کی صدا لگایا کرتے تھے جس کی آواز دور دور تک سنی جاتی تھی۔

آپ مریدین سے کہا کرتے تھے کہ نماز جھوٹے ملاں والی نہیں بلکہ حسین ابنِ علیؑ والی ادا کیا کرو۔ یہ تذکرہ ''روح علیؑ قلندر'' کے صفحہ نمبر ۴۳ پر بھی درج ہے جو کہ آپ کی اولاد میں سے حضرت سیّد علیؑ رضا کاظمی سجادہ نشین کی تصنیف ہے۔ باوالعل شاہ کے مرید خاص کیپٹن ملک نثار صاحب تھے جن کی تربت باوالعل شاہ کے فرزند حضرت سیّد محمود بادشاہ کی تربت کے ساتھ ہے۔آپ باوہ لعل شاہ کے ایام چلہ کشی میں بھی بہت قریب ہوا کرتے تھے۔

کیپٹن ملک نثار صاحب ہی وہ شخص تھے جو لعل بادشاہ کی رحلت کے بعد پوچھے جانے والے مسائل کو لکھ کر آپ کی تربت پر چادر کے نیچے رکھ دیتے تھے اور صبح وہاں جواب تحریر ہوا ملا کرتا تھا۔کیپٹن نثار صاحب نے باوالعل بادشاہ کو خواب میں دیکھ رکھا تھا جس کے بعد وہ آپ سے ملاقات کے متمنی تھے اور آپ کی تلاش میں رہتے تھے۔ایک بار پیشہ وارانہ تربیتی مشق پر مری آئے تو باوالعل حسین شاہ سے ملاقات ہوگئی اور آپ کو فوراً اپنا خواب یاد آ گیا۔اس کے بعد کیپٹن ملک نثار صاحب اکثر مری تشریف لاتے رہتے اور اکثر راتوں کو بھی یہیں قیام کر لیا کرتے تھے۔

باوالعل شاہ کی رحلت کے بعد کیپٹن ملک نثار صاحب اور لعل شاہ قلندر بیابانی کے فرزند سیّد محمود بادشاہ تشریف فرما تھے کہ کسی شخص نے دورانِ گفتگو نکتہ چینی کی کہ باوالعل شاہ سنی

مسلک سے تعلق رکھتے تھے۔ کیپٹن ملک نثار صاحب نے دلائل دیے مگر وہ یہ ماننے کو تیار نہ ہوا کہ لعل بادشاہ سرکار شیعہ اثنا عشری تھے جس پر ملک نثار صاحب نے اسے دوسرے دن آنے کے لیے کہا جب وہ دوسرے روز آیا تو اسے باوالعل شاہ سرکار کی آبائی زمین کے کاغذات دکھائے جو بیابانی سرکار کے دادا کے نام تھے۔ اور ان تمام کاغذات پر آپ کے اجداد کے نام ونسب کے ساتھ شیعہ اثنا عشری درج تھا۔ اسی طرح سیّد محمود شاہ باوالعل بادشاہ سرکار کا شجرہ منگوا کر ملاحظہ کروایا جس پر شیعہ اثنا عشری باقاعدہ درج تھا۔

درویش باصفا ولی کامل باوہ محمد شاہ سرکار شکریال راولپنڈی والے جو کہ لعل بادشاہ سرکار کے عقید تمند تھے۔ اپنے مریدین سے اکثر لعل بادشاہ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے تھے کہ لعل بادشاہ شیعہ مسلک کے پیروکار تھے اور اگر آپ سوراسی سیّداں سے سلسلہ عزاداری حسین جاری فرما دیتے تو بلاشبہ آپ اس زمانہ کے قلندر کے مرتبہ پر فائض ہوتے۔ باوالعل شاہ قلند کا عرس ہر سال سوراسی سیّداں میں مورخہ ۱۱ تا ۱۸ جون کو منعقد ہوتا ہے۔ جس میں ملک کے دور دراز علاقوں سے ہزاروں عقیدت مند شریک ہوتے ہیں۔ جن میں کثیر تعداد اہلِ تشیع کی ہے۔ عرس کی تقریبات کے آخری روز عزاداری امام عالی مقام سیّد الشہداء امام حسین کا انعقاد کیا جاتا ہے۔

آپ کیونکہ ماضی قریب میں ہی پردہ پوش ہوئے ہیں اس لیے آپ کے حالاتِ زندگی بہ آسانی میسر ہیں۔ کتاب تذکرہ روح علی قلندر میں آپ کے جامع حالاتِ زندگی درج ہیں۔ ہم نے یہاں صرف ان امور پر تبصرہ کیا ہے جو آپ کے مسلک پر روشنی ڈالتے ہیں۔ آپ کے روضہ مبارک پر علم غازی عباس کو بہت دور سے دیکھا جا سکتا ہے۔ آپ کے مزار کے مرکزی دروازہ پر کلمہ طیبہ ''لَا اِلٰہ الا اللّٰہ محمد الرسول اللّٰہ علی ولی اللّٰہ و خلیفۃ بلافصل'' درج ہے۔ دروازہ کے اطراف میں اسمائے مبارکہ ۱۲ آئمہ اور دروازہ

کی اوپر والی لکڑی پر یا قائم آلِ محمد درج ہے جو کہ عقیدہ اہلِ تشیع کی کھلی دلیل ہے۔

حضرت باوالعل شاہ سرکار حسینی الکاظمی سادات سے تھے۔قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ حضرت لعل شاہ سرکار اور حضرت شاہ عبداللطیف کاظمی المعروف بری امام سرکار، باوا محمد شاہ اور باوا شاہ پیارا کا تعلق ایک ہی لڑی (نسل) سے تھا اور اس خاندان کا تعلق بالواسطہ امام موسیٰ کاظمؑ تک جا نکلتا ہے۔ جو فقہ جعفریہ کے منبع تصور کیے جاتے ہیں اور اس نسل سے متعلق افراد کا تسلسل مسلک اثنا عشری سے بلا توقف چلا آ رہا ہے۔



آپ m کا شجرہ مبارک

سیّد لعل حسین شاہ ابن سیّد مردان علی شاہ ابن سیّد کریم حیدر شاہ ابن سیّد رسمت علی شاہ ابن سیّد حیات شاہ ابن سیّد صحاب الدین ابن سیّد آمین ابن سیّد عبدالخالق شاہ ابن سیّد شاہ محمد ابن سیّد حبیب اللہ شاہ ابن سیّد نعمت اللہ شاہ ابن سیّد عبدالخالق شاہ ابن سیّد عبدالغنی شاہ ابن سیّد کمال الدین ابن سیّد عبدالسلام ابن سیّد دود شاہ ابن سیّد عبدالولی شاہ ابن سیّد محمد علی شاہ ابن سیّد رحمت علی شاہ ابن سیّد عبدالرحیم شاہ ابن سیّد یاسین شاہ ابن سیّد یعقوب شاہ ابن سیّد حمزہ شاہ ابن سیّد حسن شاہ ابن سیّد عبدالغیاث ابن سیّد علی شاہ ابن سیّد سلطان ابو حسین موسوی ابن سیّد علی المیر ابن سیّد عبدالرحمان رئیس زمان ابن سیّد اسحاق ثانی ابن سیّد ابو حسن موسیٰ زاہد ابن سیّد ابو حسین محمد عالم ابن سیّد ابو قاسم عبداللہ ابن سیّد ابو عبداللہ محمد اوّل ابن سیّد اسحاق المواقف امیر ابن حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام ابن حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ابن حضرت امام محمد باقر علیہ السلام ابن حضرت امام زین العابدین علیہ السلام ابن حضرت امام حسین علیہ السلام ابن حضرت امام علی علیہ السلام۔

حضرت سیّد جلال الدین حیدر بخاری m
سرخ پوش اوچ شریف

حضرت سیّد جلال الدین حیدر بخاری سرخ پوش ۵ ذو الحجہ ۵۹۵ ہجری کو بخارہ میں پیدا ہوئے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد محترم حضرت سیّد علی سے حاصل کی بعد از تعلیم آپ کی شادی بی بی فاطمہ بنت حضرت سیّد قاسم سے ہوئی جن کے بطن سے آپ کو دو فرزند عطا ہوئے جن کے اسمائے گرامی حضرت سیّد علی اور حضرت سیّد جعفر تھے۔۔۔ ۶۳۴ ہجری کو بی بی فاطمہ بنت سیّد قاسم انتقال پذیر ہوئیں تو آپ اپنے دونوں فرزندوں کے ہمراہ ۶۳۵ ہجری عازم ہجرت ہوئے اور بھکر تشریف لے آئے۔ جہاں آپ کا عقد ثانی سیّدہ شریفہ بنت حضرت سیّد بدرالدین سے ہوا۔ جن کے بطن سے آپ کے فرزند سیّد محمد غوث نے جنم لیا۔ ۶۴۰ ہجری میں سیّدہ شریفہ طاہری کا انتقال ہو گیا۔ تو آپ کی شادی سیّد بدرالدین کی دوسری صاحبزادی بی بی فاطمہ حبیبہ سے ہوئی۔ تیسری زوجہ فاطمہ حبیبہ کے بطن سے بھی آپ کی ایک اولادِ نرینہ سیّد احمد کبیر مولود ہوئی جس کا سن پیدائش ۶۴۸ ہجری تھا۔ سیّد احمد کبیر اپنے وقت کے کامل ولی اور صاحب کرامات بزرگ تھے۔ آپ نے بادشاہ جناب کا لقب

بھی پایا۔ (سیّد احمد کبیر مصنف کے جد امجد بحساب نانکہ خاندان تھے) آپ کی وفات ۷ ذیقعد ۱۴۱۷ ہجری ہے۔

حضرت سیّد جلال الدین حیدر شیر شاہ سرخ پوش ۶۴۲ ہجری کو اوچ شریف میں آن آباد ہوئے۔ اوچ شریف میں آپ نے سلسلہ تبلیغ کو تیز تر کیا۔ جس کی بدولت درجنوں قبائل دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔ حضرت سیّد جلال الدین حیدر بخاری سرخ پوش کامل ولی اور بلند پایہ عالم دین تھے۔ آپ نے تعلیمات آل محمد کو اپنا شعار زندگی بنائے رکھا۔ آپ تصوف میں قطب الاقطاب کے درجہ پر فائز صوفی بزرگ تھے۔ آپ کی اولاد میں آج بھی آپ کا تبلیغ کردہ مسلک یعنی اثنا عشری موجود ہے۔ آپ سادات بخاریہ کے جد امجد ہیں۔ آپ حسینی سیّد تھے۔ ہمیشہ سرخ لباس بہ نسبت لباس حسینی زیب تن کیا کرتے تھے۔ جن کی وجہ سے آپ کا لقب سرخ پوش مشہور ہوا۔ آپ کا شجرہ نسب حضرت امام علی نقی علیہ السلام سے ملتا ہے۔ بخارہ کی نسبت سے آپ کی اولاد کو بخاری کہا جاتا ہے۔ جبکہ شجرہ کے حساب سے آپ کی اولاد نقوی سادات ہے۔

آپ کے القابات میں جلال گنج، مخدوم اعظم، جلال اکبر، شیر شاہ اور سرخ پوش ہے۔ بہت ساری کتب میں آپ کے بابت تحریر کیا گیا ہے کہ آپ بہاؤ الدین زکریا کے عقیدت مند تھے اور انہی کے ہم مسلک تھے۔ بلکہ بعض مقامات پر آپ کو بہاؤ الدین زکریا کے مرید بھی تھے، لکھا ہے جبکہ تحقیق کے بعد یہ بات غلط ثابت ہوتی ہے جس کی بڑی دلیل یہ ہے کہ اگر جلال الدین حیدر بخاری سرخ پوش بہاؤ الدین زکریا کے مرید یا عقیدت مند ہوتے یا ہم مسلک ہوتے تو اپنے فرزند حضرت سخی سرمست کو حضرت سخی لعل شہباز قلندر کی مریدی اختیار کرنے پر ہرگز مقرر نہ فرماتے۔ قلندر پاک کو اپنے فرزند کا استاد چن لینا آپ کو قلندر پاک لعل شہباز قلندر کا ہم مسلک ثابت کرتا ہے اور لعل شہباز قلندر کا مسلک رتی برابر

ڈھکا چھپا نہیں۔ حضرت لعل شہباز قلندر اپنے ایک فارسی شعر میں فرماتے ہیں کہ جو بارہ آئمہ طاہرین کو اپنا امام و پیشوا نہیں مانتا وہ کافر مطلق ہے۔اس قدر شدت سے آئمہ اثنا عشری کے متوازی آنے والوں کے اسلام سے ہی انکاری ہیں تو اپنے فرزندکوان کی شاگردی و مریدی میں دینے والے حضرت جلال الدین حیدر بخاری سرخ پوش کا مسلک بھی کسی مزید بحث کا متقاضی دکھائی نہیں دیتا۔ بعد از عمیق تحقیق آپ کا شیعہ ہونا ثابت ہے۔آپ کا انتقال ۱۹ جمادی الاوّل ۶۹۰ ہجری میں ہوا۔ وقت انتقال آپ کی عمر عرصہ ۹۵ سال کو پہنچی تھی۔آپ کے مزار پر جواوچ شریف میں واقع ہے۔سب سے بڑا علم غازی عباس نصب ہے جس کا سرخ رنگ ہے۔اس علم کی شہرت پورے پاکستان میں سنائی دیتی ہے جو کہ علامت اثنا عشری ہے۔آپ کی اولاد جو کشمیر پونچھ میں آ کر آباد ہوئی وہ میں مصنف کا نانکا خاندان ہے نسل در نسل مسلک شیعہ اثنا عشری ہیں اُن کے پاس قلمی شجرہ اور قلمی اپنے آباؤ اجداد کے لکھے ہوئے بارہ امام موجود ہیں جو اس خاندان بخاری النقوی کا شیعہ ہونا ثابت کرتے ہیں۔

قلندر پاک فرماتے ہیں:

من مسلمانم علی دانم

ترجمہ: میں اُسی کو مسلمان سمجھتا ہوں جو علی کو مانتا ہے۔

من علی دانم علی گویم

ترجمہ: میں علی کو ہی مانتا ہوں علی علی کرتا ہوں۔

غیر حیدری ہمی اگر دانی

ترجمہ: اگر تو حیدر کا دروازہ چھوڑ کر کسی اور طرف جاتا ہے۔

کافری یہودی و نصرانی

ترجمہ: وہ کافر یہودی نصرانی ہے۔

آپ m کا شجرہ نسب

حضرت سیّد جلال الدین شیر شاہ بخاری ابن حضرت سیّد علی ابن حضرت سیّد جعفر ابن حضرت سیّد محمد فتح ابن حضرت سیّد محمود اصغر ابن حضرت سیّد احمد ابو یوسف ابن حضرت سیّد عبداللہ ابن حضرت سیّد علی اصغر ابن حضرت سیّد جعفر ثانی ابن حضرت امام علی نقی علیہ السلام ابن حضرت امام محمد تقی علیہ السلام ابن حضرت امام علی رضا علیہ السلام ابن حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام ابن حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ابن حضرت امام محمد باقر علیہ السلام ابن حضرت امام زین العابدین علیہ السلام ابن حضرت امام کریم کربلا امام حسین علیہ السلام ابن حضرت امام علی علیہ السلام۔

○○○

چند بڑی تاریخی غلط فہمیوں کی وضاحت

حضرت اسماعیل بن حضرت امام جعفر صادقؑ سے متعلق غلط فہمی

اکثر تاریخی کتب میں حضرت اسماعیل بن حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے متعلق درج ہے کہ آپ اسماعیلی فقہ کے بانی و پیشوا تھے۔ جب کہ ایسا کسی صورت درست نہیں ہے۔ حضرت اسماعیل کا انتقال حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے حیات ظاہری کے دوران ہوا جو کہ ۱۳۸ ہجری میں ہوا۔ اب حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی شہادت ۱۴۸ ہجری میں ہوئی۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی شہادت حضرت اسماعیل کی وفات کے دس سال بعد ہوئی۔ اب حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی شہادت سنہ ۱۴۸ ہجری میں ہوئی جبکہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی حیات ظاہری میں فقہ اسماعیلی کا کوئی وجود نہیں تھا۔ تو حضرت اسماعیل اس کے بانی و پیشوا کیسے ہو سکتے ہیں؟

حضرت اسماعیل کی وفات حضرت امام جعفر صادق کی حیات ظاہری میں ہوئی جن کی تصدیق تاریخ فرشتہ کے مصنف نے بھی اپنی تصنیف میں کی ہے۔ یہاں اسماعیلی فقہ

سے تعلق رکھنے والے حضرات کے لیے بھی دعوتِ فکر ہے کہ وہ بھی رجوع کریں اور جاننے کی کوشش کریں کہ حضرت امام جعفر صادق کے فرزند حضرت اسماعیل آپ کی حیاتِ ظاہری میں انتقال کر گئے تھے اور حیات امام صادق میں فقہ اسماعیلی کا کوئی وجود نہیں تھا۔

پھر فقہ اسماعیلی کی حقیقت اور روایات کیا حیثیت رکھتی ہیں اور وہ کون سے اسماعیل ہیں جن سے فقہ اسماعیلی کو منسوب کیا گیا ہے۔ سیّد محمد عریضی بن سیّد محمد اسماعیل سے متعلق غلط روایات کتاب الشہباز کے مصنف نے درج کیا ہے۔ خلیفہ ہارون الرشید کے دورِ اقتدار میں ہارون الرشید نے اپنے وزیر یحیٰی برمکی سے کہا کہ اولادِ ابوطالب سے کسی کو امام موسیٰ کاظمؑ کے مقابل کھڑا کر دو تاکہ ان کا اثر رسوخ کم کیا جا سکے اور امام کاظمؑ کی مصروفیات و معمولات کا احوال بھی معلوم کرو۔

یحیٰی برمکی نے سیّد محمد عریضی کا نام پیش کیا ہارون الرشید نے محمد عریض کو ایک خط ارسال کیا حاکم وقت کے خط کو دنیاوی کامیابی تصور کرتے ہوئے محمد عریض نے فوراً بغداد جانے کا ارادہ کر لیا۔ سفری اخراجات موجود نہ تھے۔ محمد عریضی نے حضرت امام موسیٰ کاظمؑ کے دروازہ پر جا کر اپنی ضرورت بیان کی۔ امام کاظمؑ نے محمد عریض سے کہا کہ تم بغداد نہ جاؤ یہیں رہو میں تمہارے قرض کا ذمہ لیتا ہوں۔ محمد عریض نہ مانے جس پر امام کاظمؑ نے فرمایا محمد عریض ایک بات یاد رکھنا ایسا نہ ہو کہ تم بھی میرے خون میں شامل پائے جاؤ۔ پھر آپ نے ۴۰۰ دینار محمد عریض کو عطا کیے اور جانے کی اجازت دی۔ محمد عریض نے ہارون الرشید کے ہاں پہنچ کر انتہائی غلط بیانی سے کام لیتے ہوئے کہا کہ میں نے نہ کبھی دیکھا نہ سنا کہ ایک سلطنت میں دو حکمران ہوں۔

ہارون الرشید نے پوچھا کہ تمہارا مطلب کیا ہے۔ اس پر محمد عریض نے کہا کہ جیسے آپ بغداد میں حکمرانی کر رہے ہیں بالکل ایسے ہی مدینہ میں امام کاظمؑ کی حکومت ہے جس پر

ہارون رشید متفکر ہوا۔ اور فوج روانہ کی کہ امام موسیٰ کاظمؑ کو گرفتار کر کے لے آؤ۔ اور ایسا ہی کیا گیا۔۔۔ جبکہ حقیقت اس سے برعکس ہے۔ درحقیقت محمد عریض کے والد حضرت سیّد اسماعیل امام جعفر صادقؑ کی حیات ظاہری میں انتقال کر گئے تھے۔ حضرت امام جعفر صادقؑ کی شہادت والے سن میں محمد عریض ہجرت کر کے "رے" نامی شہر آ گئے۔ جو ایران میں ہے۔ ہجرت سے قبل بھی آپ مدینہ سے آٹھ کلومیٹر کے فاصلہ پر قریہ عریض میں آباد تھے۔ یہیں آپ کی پیدائش ہوئی تھی اور اسی نسبت سے آپ کو محمد عریضی کہا جاتا ہے۔ محمد عریضی کے والد سیّد محمد اسماعیل نے قریہ عریض میں ہی انتقال کیا تھا۔

اور انہیں عریض سے لا کر ان کے جسد مبارک کو جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔ محمد عریض کی رے کی طرف ہجرت کا سال ۱۴۸ ہجری ہے اور یہی امام جعفر صادقؑ کی شہادت کا سال بھی ہے۔ قابلِ غور بات ہے کہ امام موسیٰ کاظمؑ کی شہادت کا منصوبہ ہارون الرشید نے ۱۷۳ ہجری کو بنایا جب امام موسیٰ کاظم حج بیت اللہ کے لیے تشریف لے گئے تھے۔ حج کے موقع پر ہارون رشید نے آپ سے فرزند رسول ہونے کی دلیل مانگی جس پر امام کاظمؑ نے ذریت ابراہیم ہونے کا حوالہ دیا اور آیاتِ مباہلہ کی تلاوت فرمائی قبر رسول پر پہنچ کر ہارون نے پیغمبر کو ابن عم کہہ کر سلام کیا جبکہ امام موسیٰ کاظمؑ نے یا ابۃ کہہ کر سلام کیا اس طرح حاکمِ وقت کے خلاف مقابلہ آرائی کا بہانہ بنا کر ہارون معلون آپ کو گرفتار کروا کے بغداد لے آیا اس معلون پر بے شمار لعنت ہو۔

ان حقائق کا جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ سیّد محمد عریض کے متعلق ہارون کے خط اور آپ کا امام موسیٰ کاظم کے خلاف بیان دینا حقیقت سے تعلق نہیں رکھتا۔ الشہباز کے مصنف کے مفروضہ جات یکسر غلط ثابت ہو رہے ہیں۔ سیّد محمد عریضی جب "رے" ایران

امام موسیٰ کاظمؑ کی قید کا واقع محمد عریض کی ہجرت کے ۲۵ سال بعد پیش آیا۔

میں قیام پذیر ہوئے تو آپ نے وہاں جس کوچہ میں قیام فرمایا اس کا نام آپ کی نسبت سے محمد آباد پڑا۔ آپ نے وہاں تبلیغ دین کا سلسلہ جاری کیا تو امام موسیٰ کاظمؑ کی امامت کا پرچار کیا۔ حضرت محمد عریضی کے فرزند حضرت اسماعیل ثانی بھی امام موسیٰ کاظم کی امامت کے قائل تھے۔ اور انہی سے کسب فیض حاصل کرتے تھے۔ اسی طرح حضرت اسماعیل ثانی حضرت امام رضا کو ہی اپنا امام مانتے تھے۔ آپ کے کسب میں امام رضا کا بھی حصہ شامل ہے۔ جو کہ سیّد محمد عریض ہی کی تربیت اور تعلیمات کا عکاس تھا۔ سیّد محمد عریض کی ساری اولاد بلکہ آئندہ نسلیں بھی آئمہ اثنا عشری کی پیروکار رہیں۔

سیّد محمد عریضی کا اثنا عشری ہونے کا احوال ان کی خاندانی تصنیف ملفوظ کمالیہ میں مفصل درج بھی ہے۔ اس کے علاوہ ''نقوش عظمت'' اور ''تاریخ فرشتہ'' میں بھی یہ حوالہ جات موجود ہیں۔ جن کی مزید تصدیق تاریخ کنز الانساب میں بھی ملتی ہے۔



سلسلہ طریقت حسن بصری m کی حقیقت

تذکرۃ الاولیاء ہند میں مصنف درج کرتے ہیں کہ رسول اکرمؐ معراج سے واپس تشریف لائے تو آپؐ نے خرقہ ولایت جناب مولائے کائنات علی علیہ السلام کو عطا کیا اور حضرت علی نے اگلی صبح کی محفل میں خرقہ ولایت حسن بصری کو عطا کر دیا۔ قابلِ غور بات یہ ہے کہ رسول اکرمؐ کا وصال ۱۱ ہجری یعنی ۶۳۱ عیسوی کو ہوا جبکہ حسن بصری کی پیدائش ۶۴۲ عیسوی میں ہوئی جو ۲۱ ہجری بنتا ہے۔ ان تاریخ سے ثابت ہوتا ہے کہ حسن بصری کی پیدائش وصال نبوی کے ۱۰ سال بعد ہوتی ہے تو معراج سے واپسی اور خرقہ ولایت حاصل کرنے کا تصور محظ لغو بیانی کے سوا کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ دوسری اہم بات یہ ہے کہ حضرت امام علی المرتضیٰ کی شہادت ۴۰ ہجری کو ہوئی اور اسی وقت حسن بصری کی عمر ۱۸ برس جبکہ امام حسنؑ ۳۶ اور امام حسین کریمؑ ۳۵ برس کے سن کو پہنچ چکے تھے اور امام حسن علیہ السلام منصب خلافت بھی پا چکے تھے۔ اسی صورت میں کون سی ایسی برتری تھی جو حسن بصری کو امام حسن اور امام حسین علیہ السلام پر سبقت دیتی تھی کہ وہ ان ہستیوں کی موجودگی میں خرقہ ولایت کے زیادہ اہل ثابت ہوتے ہیں۔

○○○

طریقت از امام رضا علیہ السلام

کچھ احباب کا کہنا ہے کہ سلسلہ طریقت امام رضاؑ سے ملتا ہے۔ اگر ان کی اس بات کو مان بھی لیا جائے تو سوال اُٹھتا ہے کہ درحقیقت طریقت کا مطلب کیا ہے۔ طریقت کا مطلب طریقہ مرشد پر بلا چوں چراں عمل پیرا ہونا ہے۔ حضرت امام رضاؑ کی طریقت کے دعویدار کیوں بھول بیٹھے ہیں کہ طریقہ امام رضا کیا ہے۔ آپ نے اپنے لیے کن آئمہ اور کس مسلک کا انتخاب کیا ہے۔ آپ کی تعلیمات کیا ہیں تو فقہ امام رضا کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان دعویداروں کا امام رضا علیہ السلام کی سیرت اور تعلیمات سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ محض نام استعمال کر کے راہ فرار اختیار کرنے کی ناکام کوشش وسعی میں مصروف ہیں۔

حقیقت جاننے کے لیے فقہ امام رضا علیہ السلام کا مطالعہ کریں۔

○○○

مائی رابعہ بصری m قلندر اور حسن بصری m کے ادوار میں فرق

تاریخ کے ساتھ مذاق کا مقام ہے کہ مائی رابعہ بصری اور حسن بصری کے دور کو ایک لکھا اور بتایا جاتا ہے۔ یہ تذکرہ کیا جاتا ہے کہ مائی رابعہ بصری اور حسن بصری ایک ساتھ حج کی سعادت حاصل کرنے کے لیے گئے اور یہ بھی کہ مائی رابعہ بصری حسن بصری کی محافل کو بہت پسند فرماتی اور حسن بصری سے گہری عقیدت رکھتی تھیں۔ اس ضمن میں بے بہا قصے مشہور ہیں۔ جن میں ان کے مابین مناظرہ اور تکرار کو بہت زور و شور سے بیان کیا جاتا ہے۔ عجیب بات ہے کہ حسن بصری ۲۱ ہجری کو پیدا ہوئے اور ۱۱۰ ہجری میں انتقال کر جاتے ہیں۔ جبکہ مائی رابعہ بصری کی ولادت ۹۵ ہجری کو ہوئی۔ رابعہ بصری کی عمر حسن بصری کی وفات کے وقت ۱۵ سال بنتی ہے۔ ان ۱۵ سالوں میں رابعہ بصری کا بچپن اور ۵ سال تک ایک تاجر کے ہاں نوکری شامل ہے۔ جو ۷ سال کی سن سے ۱۵ سال تک بنتی ہے۔ اور اس عرصہ زندگی

میں مائی رابعہ بصری کے حج منازل سلوک اور مقام قلندری اور عبادت ہائے کمال کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔اوائل عمری کے ۸ سال رابعہ بصری نے اپنے والد کے ساتھ گزارے۔ ملک میں قحط پڑا تو آپ نے ایک تاجر کے ہاں ملازمت کر لی جو پانچ سال پر محیط تھی۔۱۳ سال کی سن میں تاجر نے آپ کو رخصت کیا اور آپ کوفہ تشریف لے آئیں۔اس حساب سے یہ واقعہ ۱۰۸ ہجری کا بنتا ہے۔کوفہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام موجود تھے جن سے مائی رابعہ بصری نے علمی و روحانی استفادہ کیا۔اس وقت ہشام بن عبدالملک کا دورِ حکومت تھا۔(بحوالہ نقوشِ عظمت)

ایسی صورت میں ۱۱۰ ہجری کو انتقال کر جانے والے حسن بصری کے ساتھ حج کے لیے جانا مناظرہ کرنا اور فیض صحبت اور ایسی کئی من گھڑت کہانیاں باطل ثابت ہوتی ہیں۔ حضرت مائی رابعہ بصری اوّل مقام قلندر پانے والی ہستی ہیں اور ان کے متعلق لغویات کا سلسلہ بدستور قلندر دوئم سخی لعل شہباز قلندر اور اسی طرح حضرت بوعلی قلندر تک چلا آ رہا ہے۔ جو کہ کسی باقاعدہ بدیانتی پر مبنی کسی سازش کا پتا دیتا ہے۔جو مرتبہ ہائے قلندر اور تواریخ قلندر کو مسخ کرنے کی ایک باضابطہ سوچی سمجھی سازش معلوم ہوتی ہے۔

لہٰذا ہمیں تسلیم کرنا ہوگا کہ یہ لغویات محض اتفاق نہیں بلکہ ایک فکری کوشش کا نتیجہ ہیں جو لوگوں کو مسلک حق سے دور رکھنے کے لیے پروان چڑھائی جاتی رہی اور سادہ لوح لوگ آسانی سے اس کا شکار بنتے چلے گئے۔

○○○

آئینہ حقیقت

اولیائے کرام رحمتہ اللہ علیہ کی تاریخ ہائے ولادت و تاریخ ہائے وفات میں ترتیب زمانی کے اعتبار سے محققین اور قلم کار حضرات مورخین اور تبصرہ نگار حضرات نے جن قلمی کوششوں کا مظاہرہ کیا ہے ان کی وجہ سے بہت سے حقائق افسانوی صورت اختیار کر گئے جو علم دوست اور حقیقت نواز قارئین کے لیے ایک معمے کی حیثیت میں بدلتے گئے۔ اصل حقائق کو مستند حوالہ جات کے ساتھ اس تقویمی آئینے میں یکجا کیا گیا ہے۔ غیر منطقی باتیں دیو مالائی قصائص سے ان کو پاک کیا گیا ہے تاکہ محض تاریخ کے اعتقادی پہلو اور اندھی عقیدت کی بنا پر حقائق کو مسخ نہ کیا جا سکے۔ اور ان آلائشات سے تاریخ کو پاک کیا جا سکے۔



اولیاء کرام کی تاریخ ولادت وتاریخ وفات

نام	عمر مبارک	تاریخ ولادت	تاریخ وفات
حضرت حسن بصری m	۸۹سال	۲۱ہجری	۱۱۰ہجری
حضرت عبداللہ شاہ غازی m	۵۳سال	۹۸ہجری	۱۵۱ہجری
حضرت مائی رابعہ بصری m	۸۴سال	۹۵ہجری	۱۷۹ہجری
حضرت شاہ یوسف گردیز m	۸۱سال	۴۵۰ہجری	۵۳۱ہجری
حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی m	۹۱سال	۴۷۰ہجری	۵۶۱ہجری
حضرت سیّد علی ہجویری داتا m	۶۵سال	۴۰۰ہجری	۴۶۵ہجری
حضرت سیّد ابراہیم کبیر الدین m	۵۹سال	۵۰۱ہجری	۵۶۰ہجری
حضرت سیّد علی الموید m	۷۵سال	۵۲۵ہجری	۶۰۰ہجری
حضرت سیّد صلاح الدین محمد نور m	۱۳۰سال	۵۳۴ہجری	۶۶۴ہجری

حضرت شاہ حسین لعل قلندر m	۱۱۲ سال	۵۳۸ ہجری	۶۵۰ ہجری
حضرت سیّد معین الدین چشتی m	۹۶ سال	۵۳۷ ہجری	۶۳۳ ہجری
حضرت بابا فرید گنج شکر m	۱۰۵ سال	۵۵۹ ہجری	۶۶۴ ہجری
حضرت شاہ شمس تبریزی m	۱۱۵ سال	۵۶۰ ہجری	۶۷۵ ہجری
حضرت بہاؤالدین زکریا m	۹۸ سال	۵۶۸ ہجری	۶۶۶ ہجری
حضرت سیّد بختیار کاکی m	۶۴ سال	۵۷۰ ہجری	۶۳۴ ہجری
حضرت جلال الدین بخاری m	۹۵ سال	۵۹۵ ہجری	۶۹۰ ہجری
حضرت بوعلی شاہ قلندر m	۱۱۹ سال	۶۰۵ ہجری	۷۲۴ ہجری
حضرت نظام الدین اولیاء m	۹۱ سال	۶۳۴ ہجری	۷۲۵ ہجری
حضرت بَری امام m	۹۱ سال	۱۰۲۶ ہجری	۱۱۱۷ ہجری
حضرت بابا لعل شاہ m	۷۰ سال	۱۳۱۷ ہجری	۱۳۸۷ ہجری
حضرت پیر شاہ غازی دمڑیاوالی سرکار m	۹۲ سال	۱۰۶۳ ہجری	۱۱۵۵ ہجری

○○○

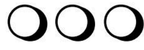
حرفِ تحسین

کتاب ''مسلک اولیاء'' کے مترجم پروفیسر غلام حسین وانی صاحب جنہوں نے شعلہ ملتان کا بھی فارسی ترجمہ کیا تھا۔اور کلیات شمس جو کہ اتنی ضخیم کتاب ہے جس کا ترجمہ کم از کم چھتیس جلدوں پر ہوتا ہے جس میں سے دو جلدوں کا ترجمہ پروفیسر غلام حسین وانی صاحب نے کر دیا ہے۔ایک کتاب مرغوب القلوب کا بھی ترجمہ موصوف نے کیا ہے۔میں سیّد ذوالفقار علی جعفری شمسی سبزواری تمام سادات شمسیہ کی طرف سے پروفیسر غلام حسین وانی صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے ہمارے جد کی ان کتب کا بے لوث جذبے سے ترجمہ کیا ہے۔رب العالمین سے دعا ہے کہ صدقہ پنجتن پاکؑ کا مالک آپ کو صحتِ کُلی عطا فرمائے اور آپ کی توفیقات خیر میں اضافہ فرمائے۔

نمبر2: سیّد شرافت حسین شاہ شمسی آف پتوکی جو کہ سادات شمسیہ کے خیر خواہ اور جذبہ محبت رکھنے والے انسان ہیں۔وہ بھی اس کتاب کی اشاعت میں وقتاً فوقتاً راہنمائی فرماتے رہے ہیں ان کا بھی شکر گزار ہوں۔مالک ان کو بھی صحت و تندرستی عطا فرمائے۔ان کی توفیقات

میں اضافہ فرمائے۔اس طرح سیّدعلی حیدر شمسی جو کہ ہمارے مہربان رہے ان کا بھی شکریہ ادا کرتے ہیں۔

احوال وواقعات کے تاریخی حوالے متن تحریر میں ساتھ ساتھ موجود ہیں۔فہرست اسناد کی الگ ضرورت محسوس نہیں کی گئی۔



حرفِ آخر

تمام تر تعریفوں اور عظمتوں کے مالک خدائے بزرگ و برتر کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ جس نے اس دشوار کام کی تکمیل کی توفیق عطا فرمائی اور کروڑوں درود وسلام ذاتِ عالی صفات محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ پر جو وجہ تخلیقِ کائنات ہیں اور بے بہا سلام آپؐ کی آلِ پاکؑ پر جو رضائے خداوندی کے وارث ہوئے۔

قارئین کرام! ''مسلک اولیاء'' تاریخی حقائق پر مبنی ایک ایسی کاوش ہے جو بلاشبہ کئی حوالوں سے تشنہ ہے۔ کیونکہ موضوع دراز اور تصنیف کی گنجائش کم ہونے کے باعث انتہائی مختصر کرنا مجبوری تھی۔ بد قسمتی سے ہمارے خطہ میں سنی سنائی پر کان دھرنے اور اس کی غیر محتاط تشہیر کی عادت نے جس قدر غلط فہمیاں پیدا کر دی ہیں اُن کی وضاحت کسی ایک کتاب میں ممکن نہیں۔

''مسلک اولیاء'' اس سلسلہ میں ایک معمولی کاوش ہے جس میں مصنف نے پوری دیانتداری اور غیر جانبداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے تاریخی حقائق سے پردہ کشائی کی ہے۔ تحریر کے مراحل کے دوران پوری کوشش کی گئی ہے کہ ذاتی خیالات و آراء کو تحریر کا حصہ نہ بنایا جائے بلکہ صرف اور صرف تاریخی حوالہ جات سے استفادہ کیا جائے۔۔۔ مسلک اولیاء

کے تمام تکمیلی مراحل میں کوشش کی گئی ہے کہ کسی کی بھی دل آزاری نہ ہو۔ اور نہ ہی کسی بھی طبقہ یا فرد کی دل آزاری تصنیف ہذا کا مقصد ہے۔ میرا مقصد صرف تاریخی اغلاط کی تاریخی حوالہ سے درستگی رہا ہے۔ تاہم پھر بھی اگر کسی فرد کی دل آزاری ہوئی ہو تو اسے دانستہ خیال نہ فرماتے ہوئے درگزر کرنے کی دست بستہ درخواست کرتا ہوں۔۔۔ اگر دورانِ مطالعہ کوئی بھی قاری خلوصِ نیت سے کسی کمی کوتاہی پر رائے یا مشورہ دینا چاہے تو دیدہ دل فرشِ راہ رہیں گے۔۔۔ جس کے لیے مصنف نے اپنے رابطہ نمبرز اور ای میل ایڈریس درج کر دیے ہیں۔

جن احباب نے کسی بھی حوالہ سے اس کاوش میں میری حوصلہ افزائی اور تعاون کیا ان کا دل کی گہرائیوں سے ممنونِ احسان رہوں گا۔ جن میں عاشقِ رسولؐ و آلِ رسولؑ فرحت عباس بٹ کے تعاون کا بطورِ خاص مشکور رہوں۔ اللہ تعالیٰ انہیں حیاتِ جاوید عطا فرمائے۔ ان کے علاوہ شاعر اہلِ بیتؑ بشارت کاظمی کے لیے دعا گو ہوں جنہوں نے ''مسلک اولیاء'' میں ابتدائی صفحات پر حصہ بننے کا شرف حاصل کیا۔۔۔ مالک و خالق دو جہاں سے بحق محمدؐ و آلِ محمد علیہم السلام و بوسیلہ اولیائے کرام جو اس کتاب کا حصہ ہیں دعا گو ہوں کہ وہ بشارت کاظمی کی توفیقاتِ خیر میں اضافہ فرمائے اور ان کو کامیابی و کامرانی عطا فرمائے۔ جس جس فرد نے بھی اس کاوش میں جس قدر حصہ لیا بحق پاک بی بی فاطمۃ الزہرہؑ ان کی دنیا و عاقبت کی کامرانی کے لیے دعا گو ہوں۔ تمام محبان اہلِ بیت کی خیر و سلامتی اور امت مسلمہ کے اتحاد کی دعا کے ساتھ ''مسلک اولیاء'' کو آپ قارئین کی نظرِ انصاف کی نذر کرتا ہوں۔

دعا گو

زوار مخدوم سیّد ذوالفقار علی جعفری سمشی سبزواری

0300-5661272, 0342-5157672

0336-9299972, 0355-7200972

0312-5668672

عقیدت کے پھول

میری آذان علیؑ اکبرؑ تو اقامت اصغرؑ
میرا قیام محمدؐ وہ جو دوجہاں کے رسولؐ
ہیں اس کے بعد جو الحمد و رکوع مولا علیؑ
اور اس سے پہلے کی نیت پردہ دار بتولؑ
میری تشہد ہیں حسنؑ میرا سجدہ حسینؑ
یہی ہیں مغز عبادت سوائے اِن کے فضول
رفع یدین کا حاصل وفا کا پرچم دار
میرا سلام ہیں چودہ جو دین کے ہیں اصول
میری دعاؤں کا حاصل ظہور ہے اس کا
وہ جس کے ہونے سے مشروط ہر دعا کا قبول

Baindar\Maslik Ooliya\001.jpg not found.

ہدیہ عقیدت بارگاہ چہادہ معصومین علیہ السلام
زوار مخدوم سیّد ذوالفقار علی جعفری شمسی سبزواری